بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبیل الرسولؐ

مصنفہ

مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ



نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ : اردو بازار : لاہور

(بغیر اجازت مصنف کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ (پ ۱۳ ع ۵)
کہہ (اے پیغمبر) یہ میری راہ ہے میں پکارتا ہوں (اس راہ سے تم کو) طرف اللہ کی۔

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دُنیا کے حسین
جمع ہوتا ہے مسالا تیری یکتائی کا

سبیل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

(مع ضمیمہ)

اس کتاب میں قرآن اور حدیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیثِ خیر الوریٰ کے دیپ اور سننِ ہدیٰ کے چراغ ہی قرآن کی راہِ عمل کے اجالے ہیں!

تالیف

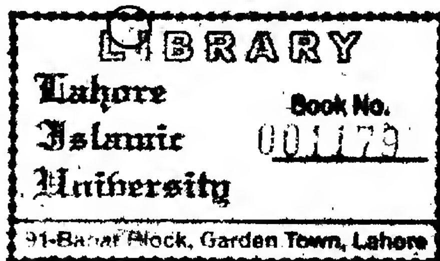
حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر:- نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

گوجرانوالہ میں ملنے کا پتہ۔ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ۔ قیمت .... روپے

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر



فہرست مضامین

تبصرے

اخبار "اہلحدیث" دہلی

مولانا حکیم محمد صادق صاحب ان علماء میں سے ایک ہیں جو ہمیشہ مسلک عمل بالحدیث کی تبلیغ و اشاعت عملی طور پر کرتے رہے ہیں۔ مولانا نے اس وقت تک جس قدر کتابیں لکھی ہیں وہ سب قابل قدر ہیں، مگر "سبیلِ رسولؐ" میں مولانا نے جو کچھ اشاعتِ توحید و سنت پر لکھا ہے وہ انہیں کا حق ہے۔ شرک و بدعتِ مروجہ کی تردید جس پیرایہ میں کی ہے وہ بہت خوب ہے۔ تقلید اور بدعات کا ردّ ایسے پیرائے میں کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن نشین ہوتا چلا جاتا ہے اور گراں نہیں گزرتا۔ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری میں پہنچائی جائے!

"اہلحدیث" دہلی - یکم فروری ۱۹۵۶ء

اخبار "اہلحدیث" سوہدرہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ: کی جامع تفسیر، سنتِ رسول کا مکمل نقشہ، مسائل صحیحہ کا خوب ترین گلدستہ، متبعین سنت کیلئے بہترین تحفہ — حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی محنت کا

آخری ثمرہ ــــ (سبیل الرسولؐ) ہے۔

"اہلحدیث" سوہدرہ ــــ یکم فروری ۱۹۵۶ء

سہ روزہ "منہاج" لاہور

"سبیل الرسول" اپنے مباحث میں ایک دلچسپ، اور جامع کتاب ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑنا انتہائی ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رستہ کے سوا اور کوئی رستہ ایسا نہیں جو مسلمان کو صاف ستھرے اسلام کی طرف لے جا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی اتباع و فرمانبرداری اسلام میں اصل شے ہے۔ جو شخص براہ راست حضورؐ کے ارشادات و فرامین کا متبع نہیں کرتا ہے اور کچھ درمیانی راستوں کا متلاشی ہے وہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع اساسی اور بنیادی شے ہے اگر مسلمان کے ہاتھ میں سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شمع ہوگی تو اس کے راستے کے تمام اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے اور وہ کامیابی سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائیگا، لیکن اگر بدقسمتی سے اس نعمت سے محروم ہے تو اس کی کامیابی کی صورت کوئی نہیں ہے۔

اس کتاب میں وہ تمام مسائل بہت اچھے انداز میں آ گئے

ہیں جو سنت کے عین مطابق ہیں ۔ کتاب کی یہ بحث بڑی عمدہ ہے ۔ کہ اہلحدیث فرقہ نہیں بلکہ اصل دین یہی ہے ۔ یعنی ایک شخص جب یہ کہتا ہے کہ میں اہلحدیث ہوں تو وہ اپنے آپ کو کسی فرقہ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ ایسا مسلمان ہے جو تمام حدبندیوں اور فرقہ بندیوں سے بالا ہے اور اس کی وابستگی صرف احکام اسلام سے ہے ۔

"سبیلِ رسُول" کے مطالعہ سے ذہن و دماغ کی بہت سی گرہیں خود بخود کھُل جاتی ہیں ۔

"منہاج" لاہور
۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

"نوائے ملّت" مردان

حضرت مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے حال ہی میں سبیل الرسُول" کے نام سے ایک قابلِ قدر علمی کتاب شائع کی ہے جس میں قرآن وحدیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دینِ اسلام پر چلنے کے لئے سرورِ کائنات حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے ۔ صرف احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی مشعل اور سنن ھدٰی کے چراغ ہی قرآن مجید کی راہِ عمل کے اُجالے ہیں ۔

اس کتاب میں یہ موضوع نہایت حسن و خوبی اور دلائل کیساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک کی تشریح وتبیین کے لئے احادیث نبویؐ ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہیں ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے خدا کے حکم کے مطابق ــــ قرآن شریف لوگوں کو سنایا، اور ہر ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے عمل سے راستہ متعیّن فرمایا۔ اگر حضورؐ ہمیں قرآن پر عمل کر کے نہ دکھاتے اور خدا کے احکام پر چلنے کی راہ نہ دکھاتے تو ہم راہ پر نہ آتے بیشک اصل ہدایت قرآن ہی ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کا طریقہ بھی تو چاہیئے۔ وہ طریقہ ہمیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مل سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب متذکرہ موضوع پر ایک جامع، مدلل اور دلنشیں پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور نہایت مفید ہے کتاب کی ہمہ گیری اس سے ظاہر ہے کہ اس میں دو سو چھبیس عنوانات پر بحث کی گئی ہے اور ہر عنوان مطلب خیز اور جاذب توجہ ہے۔

نوائے ملت مردان ــــ یکم جنوری ۱۹۵۶ء

روزنامہ "احسان" لاہور

دینیات کی یہ کتاب ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں قرآن مجید اور احادیث کے استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیث خیرالوریٰ کے دیپ اور سنن ہدیٰ کے چراغ ہی قرآن کی راہ عمل کے اُجالے ہیں۔ جسکو پڑھتے وقت قاری کا ذہن نہیں تھکتا۔ مولانا محمد صادق صاحب کا انداز سنجیدہ اور عالمانہ ہے۔ انہوں نے بعض نظریات

کے متعلق مشہور مصنفین سے بھی استفادہ کیا ہے ؎

(احسان لاہور ــــ یکم جنوری ۱۹۵۵ء)

"نوائے وقت" لاہور

حکیم صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ "صلوٰۃ الرسول" اور اسی نوع کی متعدد دینی و تبلیغی کتب کے مصنف ہیں۔ زیر نظر کتاب در اصل اقبالؒ کے شعر ؎

بہ مصطفےٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است!

کی تفسیر ہے۔ رسولؐ اللہ ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ انسانیت بن کر تشریف لائے تھے۔ ایک رسولؐ، ایک آقا، ایک باپ، ایک دوست، ایک بھائی، ایک جنرل ــــ غرض آپ نے ہر حیثیت سے ایک مثالی زندگی گذاری۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی آج بھی گمراہ انسانیت کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں مسلمانوں کو سرور کائنات کی زندگی سے قابل تقلید مثال نہ ملتی ہو، اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل آپؐ نے پیش نہ کیا ہو۔

مصنف کے الفاظ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قول فعل سنت، حدیث، سیرت، اسوہ اخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ہے جو کچھ آپؐ نے فرمایا اور زندگی بھر کر کے دکھایا ــــ یہی حضور کی راہ ہے۔ سنت کی شمعیں، حدیث کے چراغ، سیرت کی قندیلیں ــــ

اسوۂ حسنہ کے فانوس، اخلاق اور کردار کے اُجالے بہشتِ بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں۔ فاضل مصنف نے احادیث وغیرہ نقل کر کے فقہ کے بعض مسائل اور ائمہ کے بعض ارشادات کا ان سے تضاد اور اختلاف بھی دکھایا ہے۔

"نوائے وقت" لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء

"ترجمان" دہلی

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی یہ دوسری تصنیف ہے جسمیں بتایا گیا ہے کہ انسانی ہدایت کے لیئے کامل ومکمل نمونہ رسولؐ کی ذات ہی میں ہے۔ غلط راستوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ اسوۂ رسولؐ سے ہٹ کر ملتِ صد پارہ کے خطرناک نتائج بھی بتا دیئے گئے ہیں۔ بدعات پر جگہ جگہ ضرب لگائی گئی ہے۔ تقلید پر سیر حاصل بحث کے بعد مسلک اہلحدیث کا تسلسل بتایا گیا ہے۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہے کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں بلکہ "جماعت" ہے۔ جس کیلئے بشارت آنحضورؐ کے کلام سے ملی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دعوتِ حق کا بیان بھی موجود ہے۔

"ترجمان" دہلی — جون ۱۹۵۶ء

تنظیم اہلحدیث ۔ لاہور

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی اہلِ علم حلقوں میں عموماً اور اہلِ قلم حلقوں میں خصوصاً اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص متعارف شخصیت ہیں۔

بدعت اور الحاد کے اس دور میں جس انداز سے وہ تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور جو عنوانات انہوں نے اپنی تحریری مساعی کے لئے تجویز کئے ہیں۔ اس جس جدوجہد سے انھیں پایہ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں، اس گئے گزرے زمانے میں اس کی حیثیت جہاد بالقلم سے کم نہیں۔ آج کا دور ہوش ربا گرانی کا دور ہے اور آج تصنیف و تالیف کا کام کرنے کے لئے جسقدر اسباب و وسائل کی ضرورت ہے اس سے ہر صاحب علم آگاہ ہے۔ لیکن حیرانی ہے کہ برادر مکرم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی تن تنہا یکے بعد دیگرے چند سال میں ایک درجن سے زیادہ علمی اور ضخیم کتابیں نہایت عمدگی سے پبلک میں لے آئے ہیں۔ سچ ہے :

ہر کسے را بہر کارے ساختند

خدا تعالےٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے راہ کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

آج دنیا مذہب سے بہت دُور جا چکی ہے اور تعلیمیافتہ طبقہ کے مطالعہ کے محبوب ترین موضوع افسانہ، ڈرامہ، تاریخی اور جاسوسی ناول کے علاوہ نفسیات اور جنسیات رہ گئے ہیں۔ اس عزبت اسلام کے دور میں توحید و سنت اور ارکان اسلام اور اسلامی اخلاق جیسے خشک اور غیر مانوس لیکن بنیادی مسائل کو موضوع تصنیف بنانا اسی شخص کا کام ہے جسے توفیق ایزدی نے اپنے دین کی خدمت کے لئے چُن لیا ہو

"تنظیم اہلحدیث" کے کسی گزشتہ شمارے میں موصوف کی تین کتب کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ "سبیل رسول" بھی آپ ہی کی تصنیف ہے

اس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے - اس کتاب میں سبیل الرسولؐ اور صراطِ مستقیم کی وضاحت کی گئی ہے -

کتاب کے شروع میں اتباعِ سُنت کی فرضیت اور فضیلت پر بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کے حصول کے لئے ہر نماز کی ہر رکعت میں دعا کی جاتی ہے - اس کے بعد عہدِ صحابہؓ اور عہدِ تابعینؒ کا طرزِ عمل پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ خیرالقرون میں مسلمانوں کا طرزِ عمل کتاب و سنت کے علاوہ کسی تیسری چیز پر نہ تھا اور تقلید کا رواج چوتھی صدی سے پیشتر کہیں نہ تھا، اِس کے بعد اسلام میں فرقہ بندی کی تاریخ بیان کی گئی ہے، اور اس ضمن میں ائمہ اربعہ کی خدمات کا تذکرہ ہے اور تاریخ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان حضرات کا مسلک محض کتاب وسنت کا اتباع تھا اور ان کی تعلیم بھی یہی تھی کہ حدیث رسولؐ کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی شخصیت کے قول و اقوال کی پروا نہ کی جائے -

اس کے بعد کتب فقہ کی تاریخ تصنیف اور فقہ کی تالیف و تدوین کے سلسلہ میں معلومات فراہم کی گئی ہیں اور ان بیسیوں مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جو حدیث رسول سے متصادم ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحؒ کے معتقدین برابر ان پر عمل پیرا ہیں، نہ حدیث کی پروا کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے امام صاحب کے ارشادات کی -

کتاب کے آخر میں محدثین کی خدمات کا اجمالی تذکرہ اور لفظ: "اہلحدیث" کی تاریخی حیثیت پر مفید معلومات جمع کی گئی ہیں ——

حاصل کلام یہ کہ کتاب اپنے موضوع پر کامیاب ہے - طرزِ تحریر

دلکش ہے۔ موقع بموقع موزوں اشعار سے کتاب کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

"تنظیم اہلحدیث" لاہور
۲۳ر اکتوبر ــــــ ۱۹۵۹ء

"صحیفہ اہلحدیث" کراچی

"سبیلِ رسول" فاضل محترم حضرت العلام مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی وہ معرکتہ الآراء، بصیرت افروز اور مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں آیات و احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے خدا کے آخری رسولؐ حضرت مُحَمَّدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ نجاتِ آخرت اور بہشت صرف سُنّت اور حدیث پاک کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے سے ملتی ہے۔ جو کوئی آپ کے قول و فعل کی شمع لیکر راستہ تلاش کریگا، اُسے یقیناً ہدایت نصیب ہوگی اور وہ کامیابی کی منزلِ مقصود کو پالے گا۔ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہٹ کر عمل کرے گا یا غیر مسنون طریق پر چلے گا تو اُسکا وہ عمل بارگاہِ ربّ العزت میں قبول نہیں ہوگا۔

اس کتاب میں راہِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم بتانے کے سلسلہ میں توحید کا اثبات کر کے شرک اور بدعت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی گئی ہیں کلمہ طیبہ کا مفہوم نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت، اطاعت، اتباع اور استجابت پر دلائل کی رُو سے از حد زور دیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے

وزن" کے زیر عنوان رسولِ پاکؐ کا مقام اور مرتبہ بیان کر کے اُمت کو " بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست" کی تاکید کی گئی ہے، اور تمام امت کی نجات کا دار و مدار " بہ مصطفیٰ برساں" بتایا گیا ہے۔ اور آیات و احادیث کی روشنی میں مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کی شاہراہِ بہشت کو ایسا واضح کیا ہے کہ فرقوں کی خود ساختہ راہیں جدا نظر آ رہی ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ — شاہراہِ بہشت کی نشان دہی — ناجی جماعت — دعوتِ رسولؐ سے زندگی — حضرت موسےٰؑ اتباعِ رسول کرتے — بدعات سے بچنے کی وصیت — شیطان کی پیشوائی، رحمتِ عالمؐ کا وزن۔ رسالت کا کام امتیوں سے لینا، اسلام کی حدبندی — اسلام میں فرقہ بندی، ٹیڑھی راہیں، کلمہ سوچکر پڑھیں — بعض مسلمانوں کے شرکیہ عقیدے تین بہتر زمانے — صحابہ اہلسنت اہلحدیث تھے۔ تقلید کا دور۔ تقلید جامد کے کارنامے، ملتِ واحدہ اہلحدیث — قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت — شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نعرۂ حق — دین کے حصے بخرے — بادہ پیاؤں کے سلیقے وغیرہ — کتاب کی اہمیت کو اُجاگر کر رہے ہیں۔ تمام کتاب کے اندر ایسے ہی ۲۲۶ بصیرت افروز عنوان ہیں۔ جن کے تحت بیش بہا معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب اس لائق ہے کہ ہر اہلِ سنت، اہل حدیث کے گھر میں موجود ہو، اور سب مسلمان اسے پڑھیں۔

کتاب کی یہ خوبی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ اِسکے پڑھنے سے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپؐ

کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ عبارت سلیس، عام فہم اور آسان ہے۔ حقیقت میں یہ کتاب جواہرات سے تولنے کے لائق ہے۔

صحیفہ اہلحدیث کراچی
۱۳ر دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

خطبۂ رحمت للعالمین
صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ
وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا
مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ
فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ
الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ

[1] نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے جو حضور اپنے ہر وعظ اور تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے اور یہ خطبہ بالفاظ مختلف (مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی) میں موجود ہے۔

مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا

وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ

وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں (اسلئے) ہم اسکی تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم اس (رب العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے (بھی) اسکی پناہ میں آتے ہیں (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھتکار دے اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہو سکتا، اور ہم اتہِ دل سے گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور (اسی طرح تہِ دل سے) ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اسکے خاص بندے، اور (آخری) رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

حمد و صلوٰۃ کے بعد (یقیناً) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ، اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں (یاد رکھو) دین میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

پیش کلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اسے بہشت میں جگہ دی اور فرمایا :

یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (پ ۱ ع ۴)

" اے آدم! تم اور تمہاری بی بی بہشت میں بسو اور اس میں جہاں کہیں سے تمہارا دل چاہے با فراغت کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا۔ (اگر پھٹکے، تو ظالموں سے ہو جاؤ گے "

یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے دونوں میاں بی بی کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں رہ کر خوب کھائیں، پئیں، مزے سے زندگی گزاریں لیکن ایک درخت سے بچیں۔ اس کے قریب نہ جائیں، ہرگز ہرگز اُسکا پھل نہ کھائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی۔ انھوں نے اس درخت کا پھل چکھ لیا۔ جیسا کہ خدا نے ارشاد فرمایا :

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ○ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

(پ ع ۹)

"پھر شیطان نے دونوں (میاں بی بی) کو بہکایا تاکہ ظاہر کر دیوے واسطے ان کے جو کچھ کہ چھپایا گیا تھا ان سے، انکی شرمگاہوں سے اور کہنے لگا: تمہارے پروردگار نے جو تمھیں اس درخت (کے پھل) سے منع کیا تھا تو اس کا سبب یہ ہے کہ کہیں (ایسا نہ ہو) تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا دونوں ہمیشہ زندہ رہو اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں بلاشبہ تمہارا خیر خواہ ہوں - پھر دھوکے فریب سے ان کو مائل کر لیا تو جونہی انہوں نے درخت (کے پھل) کو چکھا تو ان کی سترگاہیں ان کے لئے ظاہر ہو گئیں، اور پھر بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور ان کے پروردگار نے ان کو پکارا: کہ کیا منع نہ کیا تھا میں نے تم کو اس درخت سے اور نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔"

جب ہمارے جدِ اعلیٰ، حضرت آدم علیہ السّلام نے شیطان کے جھانسے میں آ کر شجرۂ ممنوعہ کو کھا لیا۔ بقولِ قرآن: عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ[1]: آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو پھر خدا نے[2] فرمایا:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (پ ۱ ع ۴)

"پھر ہم نے کہا کہ تم (آدم، حوا اور اولاد جو تمہاری پشت میں ہے سب (کے سب) یہاں (بہشت) سے اتر جاؤ[3] (اور یاد رکھو کہ) جو ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس ہدایت آئے گی (اس پر چلنا۔ کیونکہ) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے ۔۔۔ ان پر

---

[1] (پ ۱۶ ع ۱۶) [2] خدا کی ذات پر قربان جائیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کی توفیق بھی دے دی اور آپ ہی سے استغفار کے کلمات سکھا کر معاف کر دیا:
فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ پس سیکھ لیں آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ باتیں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ: پس پھر آیا اوپر اس کے تحقیق وہ پھر آنے والا مہربان ہے"

[3] حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور ان کو بہشت سے نکلنا پڑا۔ اس عبرتناک واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت امام شافعی نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت روتے ہوئے یہ شعر پڑھے:

ولما قسی قلبی وضاقت مذاهبی ❊ جعلت رجائی نحو عفوك سلما

"اور جب میرا دل سخت ہوا اور میرے راستے تنگ ہوئے تو میں نے اپنی امید کو تری عفو کی طرف سیڑھی بنانا"

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته ❊ بعفوك ربی كان عفوك اعظما

(آخرت میں) نہ تو (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔"
آپ سمجھ گئے کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام ایک غلطی کے سبب اپنے اصلی وطن — گھر (بہشت) سے نکالے گئے۔ گویا وہ مسافر بن کر دنیا میں آ گئے، اور ہم بھی جو اُن کی پُشت میں تھے ساتھ ہی جلا وطن ہو گئے۔ اب ہماری دنیا کی زندگی جلا وطنی کی زندگی ہے۔ ہمارا اصلی وطن آخرت ہے؛ وہی بہشت ہے جہاں سے ہم نکالے گئے ہیں۔ ہم نے

"میرا گناہ مجھ کو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر میں نے جب اسکا تیری عفو کیساتھ اندازہ کیا تو اس کو بھاری پایا۔"

فمازلت ذا عفو عن الذنب لم تزل — تجود وتعفو منة وتکرما

"تو ہمیشہ گناہوں سے درگزر کرنیوالا بخشش اور مہربانی اور احسان کرنیوالا ہے"

فلولاك لم یسلم من ابلیس عابد — وکیف وقد اغوی صفیك آدما

"اگر تیرا فضل نہ ہو تو شیطان سے کوئی عابد بھی نہ بچ سکے کیونکہ جب اس نے تیرے برگزیدہ آدم علیہ السلام کو بہکا دیا تھا تو پھر اور کسی کا کیا کہنا ہے (ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال ص۱۷۰)

علامہ شوکانی رح از راہ عبرت نفس فرماتے ہیں:

عصی ابو العالم وھو الذی — من طینه صوره اللہ

واسجد الاملاك من اجله — وصیر الجنة ماواہ

اغواہ ابلیس فمن ذا انا — المسکین ان ابلیس اغواہ

جہان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کا حکم ٹال دیا اور وہ وہیں جنکا اللہ نے مٹی سے نقشہ کھینچا اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور بہشت کو انکا ٹھکانا بنایا۔
انکو ابلیس نے بہکا دیا تو پھر مجھ عاجز کی کیا حقیقت ہے اگر ابلیس نے مجھ کو بہکا دیا۔

(تفسیر القرآن بلطائف البیان پ ۱۶ ص ۵۲۳)

دنیا کے قید خانے سے نکل کر پھر اپنے "وطن" کو جانا ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ ہم مسافر ہیں۔ اس سفر کو ختم کر کے گھر جانا ہے۔

چونکہ ہم مسافر ہیں اور راہی ہیں اس لئے ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ اپنے سفر میں بڑی احتیاط اور غور وفکر سے اس راہ کو اختیار کریں۔ اس راستے پر چلیں جو ہماری منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہو لیکن اس راستے کو ہم ازخود متعین نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمیں اس کی تعیین اور تجویز کا علم ہے۔

خدا تعالےٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ اس دنیا میں اپنے پاس سے ہدایت بھیجی تاکہ ہم اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں اور پھر سے اپنے گھر جا بسیں۔ ذاتِ برحق نے ارشاد فرمایا:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

مله حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ ؛ دنیا مومن کا قید خانہ ہے (مشکوٰۃ) مطلب یہ کہ نافرمانی کے سبب خدا نے ہمیں ہمارے گھر سے نکال کر دنیا کے قید خانے میں بھیجا۔ اس قید خانے میں جو خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔ اب خدا کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ "شجر ممنوعہ" (خدا کی نافرمانیاں) کو مکرر نہ چکھیں گے تو مرنے کے بعد اس قید خانے سے چھوٹ کر اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔ گھر آ جائیں گے۔ اپنے باپ کی چھینی ہوئی وراثت پا لینگے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ امن چین کی زندگی بسر کریں گے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

"جو ہماری طرف سے تم لوگوں کے پاس ہدایت آئیگی (پھر) جو ہماری ہدایت کی پیروی کریں گے، ان پر (آخرت میں) نہ تو (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔"

معلوم ہوا کہ خدا کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا سیدھی راہ پر چلنا ہے جو ہمیں بہشت میں لے جائے گی۔ وہ خدا کی ہدایت ــــ تورات، انجیل زبور اور دیگر صحیفوں کی صورت میں انبیاء کے ذریعے لوگوں کو پہنچائی گئی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ ہدایت قرآن کی شکل میں حضرت ختم المرسلین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، اکرم الاولین، اکرم الآخرین جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی چنانچہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (پ ۱۳ ع ۱۰)

"(اے پیغمبر!) اسی طرح بھیجا ہم نے تجھ کو بیچ امت کے تحقیق کہ گزر گئیں پہلے اس سے بہت امتیں (اور تیرے بھیجنے کی غرض یہ ہے) کہ جو (قرآن) تجھ پر وحی کے ذریعے ہم نے اتارا ہے وہ ان کو پڑھ کر سنا دو۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کے مطابق قرآن مجید لوگوں کو سنایا اور ہر ہر حکم پر عمل کر کے دکھایا۔ اپنے عمل سے راستہ متعین فرمایا اگر حضورؐ ہمیں قرآن پر عمل کر کے نہ دکھاتے، خدا کے احکام پر چلنے کی راہ نہ دکھاتے تو ہم راہ پر نہ آتے۔ بیشک اصل ہدایت قرآن ہی ہے لیکن اس ہدایت پر عمل کرنے کا طریقہ بھی تو چاہیئے۔ وہ طریقہ ہمیں

صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مل سکتا ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ـــــ (پ ۵ ع ۸)

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں اللہ کی حکم برداری ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (پ ۵ ع ۵) کا بھی یہی مطلب ہے کہ حقیقی مطاع ــــ اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ پھر اس کی اطاعت، رسولِ رحمتؐ کی راہ اختیار کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اپنی ہدایت نازل کر کے ساتھ ہی اس نے یہ حکم بھی دے دیا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (پ ۳ ع ۱۲)

(اے پیغمبر!) لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔"

یعنی میری راہ پر چلو، میرا راستہ اختیار کرو۔ معلوم ہوا کہ خدا کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے راہِ رسولؐ اختیار کرنی ضروری ہے۔ قرآن پر عمل کرنے کے لئے حضور کا راستہ پکڑنا لازمی ہے۔ مثلاً خدا نے حکم دیا:

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: "نماز قائم کرو۔"

اب ہم نماز کس طرح قائم کریں؟ قرآن مجید میں قیامِ نماز کی کوئی ہیئت بیان نہیں کی گئی تو لامحالہ ہم نماز ادا کرنے کا طریقہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے سیکھیں گے۔ خود خدا نے فرمایا:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ـ (پ ۲۸ ع ۴)

"اور جو (طریقۂ عملی) بتلائے تم کو رسولؐ پس پکڑ لو اس کو۔"

یعنے میرے احکام کی عملی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل

کرو تو خدا کے اس حکم سے ہمیں نماز حضورؐ کے طریقے پر پڑھنی ہوگی۔
اگر غیر مسنون طریقے پر نماز پڑھیں گے تو قبول نہ ہوگی یقیناً مردود ہوگی۔
ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ نجات کے لئے سبیل الرسولؐ کو اختیار کرنا
ازبس ضروری ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ
مَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

"کہہ (اے پیغمبرؐ) یہ ہے راہ میری (توحید کی) پکارتا ہوں میں
(اس راہ سے تم کو) طرف اللہ کی اوپر بینائی کے ہوں میں۔
اور جس نے تابعداری کی میری اور پاکی بیان کرتا ہوں میں واسطے
اللہ کے (شرک سے) اور نہیں ہوں میں شریک لانے والوں
سے۔"

اس آیت میں صاف طور پر خدا نے حکم دیا ہے کہ اے میرے پیغمبرؐ!
لوگوں کو کہہ دیجئے! هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ ـــ کہ یہ ہے میری سبیل، میری راہ!
اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ: پکارتا ہوں طرف اللہ کی ـــ یعنے جس راہ پر میں چل رہا
ہوں، اسی راہ پر چلنے کے لئے تم کو بلاتا ہوں۔ یہی میری دعوت ہے کہ
میری راہ پر چلو۔

عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا ـــ اوپر بصیرت کے ہوں میں ـــ یعنی میرا راہ
پر چلنا اور اس راہ پر چلنے کی تمھیں دعوت دینا علیٰ وجہ البصیرت ہے۔
اندھیرے میں تیر نہیں مار رہا ہوں۔ اٹکل پچو باتیں نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرا
راہ پر چلنا اور تمھیں چلانا بینائی، دانائی اور بصیرت پر ہے ـــ
وحی الٰہی کی روشنی میں ہے۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ : اور جس نے تابعداری کی میری — یعنی جس نے میری متابعت کی جو میری راہ پر چلا ؛ وہ بھی بصیرت[1] پر ہے ، نورِ ہدایت پر ہے میرے قدم پر قدم رکھنے والے کی دل کی آنکھیں روشن ہیں — معلوم ہوا کہ حضور کے صحابہؓ کے سینے آپ کی پیروی کے سبب روشن تھے - ہدایت کے نور سے معمور تھے اور اسی طرح حضورؐ کے ہر تابع سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے -

وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ — پاکی بیان کرتا ہوں میں واسطے اللہ کے ، یعنی حضورؐ نے تمام زندگی شرک کو مٹانے اور توحید کو پھیلانے میں صرف کی کہ

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ - اور نہیں ہوں میں شریک لانے والوں میں سے " یعنی آپؐ نے اپنی قوم ، برادری اور سارے جہان کو کہہ دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی قولی ، بدنی ، مالی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہیں بناتا -

---

[1] مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ یہ ہے - عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ : میں دلیل پر قائم ہوں ، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی ، یعنے حضورؐ اور صحابہؓ بصیرت پر تھے - تفسیر خازن میں ہے : ثم استانف عَلٰی بَصِیْرَۃٍ انا ومن اتبعنی یعنی انا علی بصیرۃ ومن اتبعنی ایضا علے بصیرۃ : قال ابن عباس ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ کانوا علی احسن طریقۃ وافضل ھدایۃ وھم معدن العلم وکنز الایمان وجند الرحمن (خازن سورۃ یوسف ص۴۶) یعنے حضورؐ بھی بصیرت پر تھے اور صحابہؓ بھی بصیرت اور روشنی پر تھے - اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے : او انا مبتدا و علے بصیرۃ خبر مقدم ومن اتبعنی عطف علی انا یا سۃ ومن اتبعنی علی حجۃ وبرھان (تفسیر مدارک برحاشیہ خازن سورۃ یوسف ص۴۶) مطلب یہ ہے کہ حضورِ انور کے پیرو بصیرت ، برہان دلیل اور روشنی پر تھے -

اور شرک سے ہر طرح نافر اور بیزار ہوں۔

اس آیۂ کریمہ میں راہِ رسولؐ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ صرف حضورؐ ہی کی وہ راہ ہے جو سیدھی بہشت کو جاتی ہے ــ راہی کو اس کے وطن میں پہنچاتی ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہم حضرتِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کریں ۔ سبیل الرّسول پر چل کر منزلِ مقصود کو پالیں ۔

گو شمع میارید دریں بزم کہ امشب !
درمجلسِ ما ماہِ رخِ دوست تمام است

جنوری ۱۹۵۵ء

محمد صادق سیالکوٹی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

دعوت الی اللہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف (پ ۱۳)

کہہ (اے پیغمبرؐ!) یہ ہے میری راہ۔ پکارتا ہوں میں طرف اللہ کی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی ہدایت پر پہلے آپ عمل کیا۔ پھر اس ہدایت کی دعوت اپنی راہِ عمل پر دی، یعنی پہلے خود عمل کرکے راہ متعین کی، پھر اس پر چلنے کے لئے لوگوں کو پکارا کہ آجاؤ! یہ ہے میری راہ، اس پر چلو۔ اس لحاظ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں سب سے پہلے موحد، سب سے پہلے مومن اور سب سے پہلے مسلمان ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (پ ۸)

"کہہ (اے پیغمبرؐ!) تحقیق نماز میری اور (ہر قسم کی) عبادتیں میری اور زندگی میری اور موت میری واسطے اللہ رب العالمین کے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو ایسا (عقیدہ رکھنے کا) ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں۔"

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور اول المسلمین ہیں۔ سب سے پہلے خدا کے فرماں بردار ہیں۔ جب آپ خدا کے حکموں کو ماننے والوں میں پہلے حکم بردار — فرمانبردار ہوئے تو سب سے پہلے عامل قرآن ہوئے حضورؐ کا عمل پہلے اور دعوت پیچھے ہے، آپ راہ بنا کر پھر بلاتے ہیں اس لحاظ سے حضورؐ اپنی اُمت کے **واحد پیشوا۔ اکیلے رہبر اور تنہا امام**، ہیں۔ خدا کی ہدایت کے مطابق صرف آپؐ ہی آخرت کی راہ متعین کرنے والے ہیں۔ تمام صحابہؓ، تابعین، تبع تابعینؒ، محدثین، فقہا، اولیاءاللہ اور سب صالحینؒ حضورؐ ہی کی راہ پر بلا مداخلت چل کر خدا کے مقرب ہوئے اور آپ ہی کی راہ پر چلنا ہر شخص کی نجات کے لیے شرط ہے۔ آپؐ کا طریقہ ہی امت کی فلاح کا ضامن ہے!

سبیل الرسول کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل، سنت، حدیث، سیرت، اُسوہ، اخلاق اور کردار ہی سبیل الرسول ہے جو کچھ آپؐ نے فرمایا اور زندگی بھر کر کے دکھایا، یہی حضورؐ کی راہ ہے۔ سنت کی شمعیں، حدیث کے چراغ، سیرت کی قندیلیں، اُسوۂ حسنہ کے فانوس، عادت، اخلاق اور کردار کے اُجالے، بہشت بریں کی راہ کو روشن کر رہے ہیں۔ پتہ دے رہے ہیں کہ ہادیٔ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس راہ سے گزرے ہیں۔ مرور حیات کے انوار جنت فردوس کی بہار ہیں۔



دعوت قبول کرنے کا پھل

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلٰئِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَهُ مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَادُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَادُبَةِ فَقَالُوْا أَوِّلُوْهَا لَهُ يَفْقَهْهَا قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ ۔ (بخاری شریف)

(ترجمہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے کہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور حضور سوتے تھے۔ فرشتوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے اس صاحب (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مثل (کہاوت) ہے۔ پھر آپ کے لئے وہ مثل بیان کر دی (یعنی وہ کہاوت آپ کو سناؤ تاکہ آپ اپنی امت کو سنائیں) بعض فرشتے کہنے لگے : حضور

سو رہے ہیں (پھر بیان کرنے سے کیا حاصل ؟) بعضوں نے کہا کہ (آپ کی) آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے (اسلئے مثل اور کہاوت بیان کرنی چاہیئے۔) پھر فرشتوں نے کہا: مثل ان کی اس شخص کی مثل کی مانند ہے جس نے گھر بنایا: اور پھر اس میں کھانا کھلانا (دعوت کرنا) ٹھہرایا اور بھیجا بلانے والے کو، پھر جس نے بلانے والے کو مانا (یعنی اسکی دعوت قبول کرلی) وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائیگا اور جس نے نہ قبول کیا بلانے والے کو (یعنی دعوت اس کی قبول نہ کی) وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا۔ پھر بعض فرشتوں نے کہا کہ اس مثل کو بیان کرو ________ (یعنی اسکا مطلب بتاؤ) تاکہ حضورؐ سمجھ لیں۔ بعض فرشتے کہنے لگے: آپ سوتے ہیں۔ بعض نے کہا (آپکی) آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے (اس لئے مطلب بیان کردینا چاہیئے۔ پھر فرشتوں نے کہا: (اس کہاوت کا مطلب یہ ہے) کہ مراد گھر سے بہشت ہے اور (مراد) بلانے والے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس نے (دعوت قبول کرکے) فرمانبرداری کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس نے فرمانبرداری کی اللہ تعالیٰ کی اور جس نے (دعوت نہ قبول کرکے) نافرمانی کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نے نافرمانی کی اللہ تعالےٰ کی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں (حق اور باطل میں) درمیان لوگوں کے۔"

تشریح :- حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گھر یعنی بہشت بنایا، اور اس میں کھانے کا بندوبست کیا پھر حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کیطرف رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ لوگوں کو بہشت کے کھانے کی طرف دعوت دو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بہشت کی دعوت دیتے رہے، اللہ کیطرف بلاتے رہے — جنھوں نے حضور کی دعوت پکار کو قبول کر لیا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صدق دل سے پڑھ کر آپ کی تابعداری میں زندگی گزاری، وہ اس گھر میں — بہشت میں داخل ہو کر خدا کی نعمتوں سے متمتع ہوں گے، بہشت کے کھانے کھائیں گے اور جو آپ کی پکار — دعوت کو نہ مانیں گے وہ گھر میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس گھر (بہشت) کا کھانا کھائیں گے۔

خداتعالیٰ کی ضیافت

فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ حضورؐ کے بلانے کو قبول کرنے والے حضورؐ کے فرمانبردار، خدا کے فرمانبردار ہیں اور آپ کے بلانے کو قبول نہ کرنے والے، آپ کے نافرمان خدا کے نافرمان ہیں۔ پھر حضورؐ کے بلانے اور پکارنے کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت کو مان کر آپکے اقوال و افعال کو اپنایا جائے۔ دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب جانا جائے اور ہر قیمت پر انہیں عمل میں لایا جائے۔ آپ کے اقوال کو سُنکر عمل کی شاہراہ کو پکڑا جائے۔

غور کریں کہ خدا نے فرشتوں کو بھیجا کہ وہ حضورؐ کے ذریعے لوگوں کو بتا

دیں کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ ہیں۔ خلقت کو خدا کی طرف بلانے والے ہیں۔ جو لوگ حضورؐ کے بلانے کو قبول کرینگے یعنی نبوت کو مان کر موحد ہو کر تا زیست آپ کی فرمانبرداری میں رہیں گے وہ خدا کے بنائے ہوئے گھر میں اسکا تیار کیا ہوا کھانا کھائیں گے، دنیا میں حضورؐ کی دعوت کو قبول کرنے والے آخرت میں خدا کی دعوت (ضیافت) کا مزا پائیں گے اور فرشتوں نے خدا کی زبانی یہ بھی سنا دیا کہ حضورؐ کی دعوت پر کان نہ دھرنے والے۔ آپؐ کے نافرمان خدا کے نافرمان ہیں۔

جہاں دنیا میں تمام غیر مذاہب والوں پر حضرت انورؐ کی دعوتِ نبوت کو قبول کرنا فرض ہے، وہاں نبوت کے ماننے والوں کو بھی چاہیئے کہ وہ حضورؐ کی کسی سُنت اور حدیث کا انکار نہ کریں، بلکہ قبول کر کے عمل کریں۔ آپؐ کی کسی پکار، آواز، ندا، نوا، صدا کو رائیگاں نہ جانے دیں، اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھیں کہ دین میں صرف آپ ہی کی آواز کو قابلِ لبیک جانیں ــــ کسی اور کی صدا پر کان نہ دھریں۔ ہاں اگر کوئی حضورؐ ہی کی ندا سنائے تو ہمہ تن گوش بن جائیں ــــ کیونکہ صاحبِ وحی و کتاب آپ ہی ہیں اور صرف آپؐ کی زبان سے دین نکلتا ہے ؎

در مجلسِ ما عطر میامیز کہ جاں را
ہر لحظہ بہ گیسوئے تو خوشبوئے مشام است

مسلمانوں کو دعوتِ رسول قبول کرنے کا حکم!

صحیح میں ابوسعید بن المعلی سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھتا تھا کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا: پس میں نے استجابت نہ کی۔ پھر میں نماز سے فارغ ہوکر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نماز پڑھتا تھا تو فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ (پ۹ ع۱۷)

"جب رسول بلائے تو قبول کرو"

اور ایک حدیث میں ابی بن کعب کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور اس میں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تجھے معلوم نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا کہ:

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ (پ۹ ع)

"یعنی جب رسول پکارے و بلائے تو استجابت کرو۔"

"پس ابی بن کعب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہوئی، انشاء اللہ اب ایسا نہ کروں گا۔

حضرت حنظلہ بن صفوان رضی غسیل الملائکہ نے اپنی بیوی سے صحبت کی کہ اتنے میں جہادِ احد کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے پکار ہوئی اور اس وجہ سے نہ نہائے کہ استجابت میں تاخیر ہوگی، لہٰذا اسی طرح جاکر شہید ہوئے اور ملائکہ نے جب ان کو غسل دیا — تو حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کیا حال تھا کہ ملائکہ اُس کو غسل دیتے ہیں۔ اس کی جورو سے دریافت کیا جائے۔ پس اس سے یہ سب

حال معلوم ہوا۔

حضورؐ کا دونوں صحابہ رضؓ کو ارشاد فرمانا کہ میرے پکارنے پر تمہیں نماز توڑ کر استجابت ضروری ہے اور اوپر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپؐ کی پکار کو سنکر بلا تاخیر جہاد میں شریک ہوگئے ۔۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو امر کہ مطلق ہو ، کسی قید کے ساتھ نہ ہو تو فی الفور حضورؐ کی تعمیل کیلئے ہوتا ہے ۔۔ الحاصل آیت مذکورہ اور حدیث بالا کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی استجابت فوراً چاہیئے ، اور چونکہ اب خود تشریف نہیں رکھتے ۔ لہذا سنت سے جو حکم ثابت ہو اس کی استجابت بفور واجب ہے کہ حدیث اور سنت حضورؐ کی دعوت اور پکار ہے۔

دعوت قبول نہ کرنے کی سزا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِيْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ۔ (بخاری)

”حضرت ابی ہریرۃ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری تمام امت بہشت میں داخل ہوگی مگر جس نے (مجھے) قبول نہ کیا ۔ (صحابہ رضؓ نے پوچھا) اور کس نے (حضورؐ کو) قبول نہ کیا ؟ آپ نے فرمایا : جس نے تابعداری کی میری وہ (میری پکار کو قبول کر کے) بہشت میں داخل ہوا ، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً (میری پکار کو) قبول نہ کیا ۔“

تشریح :- اس ارشادِ پاک سے معلوم ہُوا کہ حضورؐ کی تابعداری آپ کی دعوت کو قبول کرنا ہے اور آپؐ کی نافرمانی آپؐ کی دعوت کو مسترد کرنا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر ایک طرف حدیث رسولؐ (دعوت سیّدالکونینؐ) ہو اور دوسری طرف اُمتی کا قول ہو۔ پھر جو شخص دانستہ حدیث کو چھوڑ کر اس کے خلاف اُمتی کے قول کو مانتا اور اس پر عمل کرتا ہے ۔۔ وہ بھی حضورِ انور کا نافرمان اور آپؐ کی دعوت کو قبول نہ کرنے والا ہے۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح کی تشریح

مذکورہ حدیثِ ابوہریرۃ رضؓ کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث رح دہلوی ارشاد فرماتے ہیں :-

"کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ : ہمہ اُمتِ من می در آیند بہشت را۔ اِلَّا مَنْ اَبٰی مگر کسے کہ سرکشی کرد۔ قِیْلَ مَنْ اَبٰی گفتہ شد کہ سرکشی کرد؟ قَالَ : گفت : مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ کسے کہ فرمانبرداری کند۔ مراو چنگ در زند بکتاب و سنت در آید بہشت را۔ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی وکسی کہ بے فرمانی کند و بدعت ورزد و تابع ہولئے نفس گردد پس بہ تحقیق سرکشی کرد و در نیاید بہشت را۔"

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۲۶)

حضرت شاہ صاحب رح نے مَنْ اَطَاعَنِیْ کا مطلب کتاب و سنت کو مضبوط پکڑنا بتایا ہے جس میں اُمت اجابت داخل ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری

صحیح حدیث میں فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے جا رہا ہوں ـــ تم ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے جب تک ان دونوں کو مضبوط تھامے رہوگے! ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسولؐ کی سنت، یہ کتاب و سنت بھی امت اجابت کو دی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی کے متعلق اُوپر فرمایا ہے۔ جس نے بے فرمانی کی اور بدعت کو اختیار کیا اور تابع ہوائے نفس ہوا، اس نے سرکشی کی" گویا سرکشی سے مراد بے فرمانی ـــ اور بدعت لی گئی ہے ۔ مسلمان بھائیو! حضورؐ کی نافرمانی مت کرو، آپ کی سنتوں اور حدیثوں پر دل و جان سے عمل کرو اور بدعت سے بچو!

حضورؐ آگ سے کھینچتے ہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلِ نِ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا ۔ (بخاری شریف)

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی مثال کی مانند ہے کہ جس نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اپنا اردگرد روشن کیا پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں گرنا شروع

کیا اور آگ جلانے والے نے انھیں (آگ میں گرنے سے) روکنا
شروع کیا، اور وہ غالب آتے ہیں اس پر (یعنی اسکے روکنے
سے نہیں رکتے) اور داخل ہوتے جاتے ہیں آگ میں۔ پس
(اسی طرح میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) پکڑتا ہوں
کمریں تمھاری کہ بچاؤں تمھیں آگ سے اور تم (مجھ سے کمریں چھڑا
چھڑا کر) داخل ہوتے ہو آگ میں۔"

معلوم ہوا کہ حضورؐ نے پکار پکار کر لوگوں کو کہا کہ ادھر آؤ میری طرف، دعوت
پر دعوت دی کہ میری راہ چلو۔ حتیٰ کہ کمریں پکڑ پکڑ کر کھینچا، یعنی بے حد تبلیغ
کی۔ ہر قیمت پر خدا کے احکام سنائے۔ عذاب جہنم سے پکار پکار کر ڈرایا
لیکن بدبختوں نے کمریں چھڑا چھڑا کر دوزخ میں چھلانگیں لگائیں ——
آپ کی پکار — آواز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوزخ کی طرف منہ کیا۔

مسلمانو! کلمہ پڑھنے والے پیارے بھائیو! صرف ایک ہی پکار، حضورؐ
کی پکار سنو! اور باقی سب مقابلے کی "پکاروں" سے بہرے ہو جاؤ ——
دین کے مقتداؤں سے عرض کرو کہ وہ آپ کو حضورؐ ہی کی "پکاریں" سنائیں

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

شاہراہ بہشت کی نشاندہی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ
خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ

سُبُلٌ عَلٰی كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطٰنٌ يَدْعُوْا إِلَيْهِ وَقَرَأَ أَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الْآيَةَ

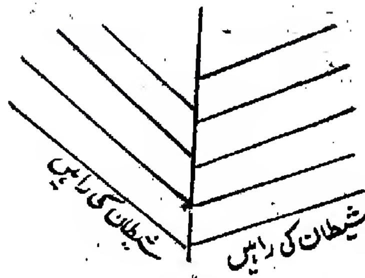
(احمد، نسائی، دارمی)

"عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا۔ پھر فرمایا: یہ راہ اللہ کی ہے (یعنی اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے)، پھر آپؐ نے اس (سیدھے) خط کے دائیں اور بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے، اور فرمایا: یہ راہیں ہیں — ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے پکارتا ہے اس راہ کیطرف۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ: اور تحقیق یہ ہے راہ میری سیدھی، پس پیروی کرو اس کی۔"

سیدھی راہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے بڑے خیرخواہ تھے حضورؐ نے ہر طریق سے اُمّت کو نیکی کی طرف بلایا — بھلائی کی دعوت دی اور سیدھی راہ بتائی۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس لکیر کے داہنے ترچھی لکیریں کھینچیں اور بائیں بھی ترچھی لکیریں کھینچیں:

اِس طرح:



ایک حدیث یوں بھی آئی ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَّ خَطًّا وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ فِي الْخَطِّ الْاَوْسَطِ فَقَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ط (ابن ماجہ)

"حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی۔ پھر دو لکیریں (ترچھی) اس کے داہنے اور دو لکیریں (ترچھی) اس کے بائیں کھینچیں۔ پھر درمیانی (سیدھی) لکیر پہ ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ اللہ کی راہ ہے — (باقی چاروں اللہ کی نہیں) وہ نقشہ اس طرح ہے:-



دونوں شکلوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ حضورؐ نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کہا : یعنی وہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے۔ یہی نجات پانے والوں — نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کاروں کی راہ ہے — اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ حضرت **مُحَمَّدٌ** صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ — راہِ عمل ہے۔ سیّد المرسلینؐ، خاتم النبیینؐ اس راہ پر چل گئے ہیں۔ چنانچہ اس راہ کی شناخت حدیث ذیل میں یوں کرائی گئی ہے :

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَاءِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَاءِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ ٥ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری امت پر زمانہ آئیگا جیسے زمانہ آیا بنی اسرائیل پر، برابر پاپوش کے ساتھ پاپوش کے (یعنی ہوبہو زمانہ بنی اسرائیل کے) یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی آتا تھا اپنی (سوتیلی) ماں کے پاس علانیہ (بدفعلی کے لئے) البتہ ہوگا میری امت میں بھی ایسا شخص جو کریگا یہ (ہاں۔ہاں) بیشک بنی اسرائیل (بڑے پیروں اور

مولویوں کی شرارت سے) متفرق ہوئے اوپر بہتر فرقوں کے، اور (آہ) متفرق ہوگی میری اُمت (علمار سُوء کی فتنہ انگیزی سے۔) اوپر تہتر فرقوں کے، (سنو!) سب فرقے دوزخ میں جائینگے سوائے ایک گروہ (جماعت) کے۔ صحابہ رضؓ نے پوچھا وہ گروہ کونسا ہوگا؟ (یعنی اسکی پہچان کیا ہے؟) آپؐ نے فرمایا: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ — جس (راہ) پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضؓ"

یعنی نجات پانے والی جماعت میرے اور میرے صحابہ رضؓ کے طریقے پر

(لہ حاشیہ صلہ ۵۱) برابر پاپوش کے ساتھ پاپوش کے" یعنی بجنسہٖ بعینہٖ۔ مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے خدا سے خبر پاکر اپنی امت کو تنبیہہ کی ہے کہ اس پر ایک پر آشوب زمانہ بنی اسرائیل کے زمانہ کی مانند آئیگا بالکل اسی طرح کہ جیسے وہ مذہبی فرقوں کی لعنت میں گرفتار ہوگئے ایسے ہی یہ امت بھی فرقوں میں بٹ جائیگی۔ بالکل یہودیوں کی طرح ہوجائے گی۔ حتیٰ کہ یہودیوں میں سے اگر کوئی شخص اپنی (سوتیلی) ماں سے بدفعلی کرتا تھا تو اس امت میں بھی یہ کام ہوگا۔ یعنے مذہبی طور پر فرقے بندیوں کی وباسے امت برباد ہوگی۔ اور اخلاقی طور پر وہ بے حیائی اور بدکاری کی انتہا ہوگی کہ سوتیلی (ماں) تک سے بدفعلی ہونے لگے گی۔ یعنی نہ مذہب رہے گا نہ اخلاق۔ فرقے بندی مذہب کا دیوالا نکال دیگی اور بدفعلی کی انتہا اخلاق کو مٹا دے گی۔ یہ خبر امت کے کان کھولنے کے لئے دی گئی ہے کہ امت ایسے پُرفتن دور میں خدا کا خوف کرے۔ ہوش کرے، پھونک پھونک کر قدم رکھے اور اپنے مذہب اور اخلاق کی حفاظت کرے۔ صرف سبیل الرسولؐ پر چل کر مذہب کو بچاتے۔ فرقے بندی سے پرہیز کرے اور بے حیائی اور بدکاری کے محرکات اور مقدمات سے دور رہ کر اخلاق کی چادر کو کالا نہ کرے۔

(محمد صادق)

چلے گی۔ ان کا وہی عقیدہ اور عمل ہوگا جو میرا اور میرے صحابہؓ کا ہے۔

ناجی جماعت ہے فرقہ محدثہ نہیں

حضرت معاویہؓ سے ایک روایت احمد اور ابوداؤد میں یوں آئی ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَتَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ (رواہ ابوداؤد)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ (حضورؐ نے فرمایا) بہتر گروہ دوزخ میں ہوں گے اور ایک گروہ بہشت میں اور وہ گروہ، جماعت ہے اور بیشک میری امت میں کئی قومیں نکلیں گی کہ سرایت کریں گی ان میں خواہشیں (یعنے ان کے عقاید اور اعمال میں بدعتیں رچیں گی)، جیسے سرایت کرتی ہے ہڑک (باولے کتے کا زہر) ہڑک والے کو کہ اس کے رگ وریشہ اور جوڑ جوڑ میں داخل ہوتی ہے۔"

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

حضورؐ نے ناجی جماعت کی پہچان یہ بتائی کہ وہ لوگ میرے اور میرے

ل حضورؐ نے نجات پانے والوں کو جماعت کے نام سے یاد فرمایا ہے فرقہ نہیں کہا جماعت میں جمع، اکٹھ، اتفاق اور اتحاد کا مفہوم پایا جاتا ہے اور فرقہ جدائی، علیحدگی، پھوٹ اور انتشار کے معنی رکھتا ہے۔ خدا فرقہ بندی سے بچائے۔

صحابہؓ کے طریقے پر ہوں گے"۔ یعنی ان کی راہ وہی راہ ہو گی جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں۔ پیچھے آپ سیدھی لکیر کا ذکر پڑھ آئے ہیں تو وہ سیدھی لکیر جو حضورؐ نے کھینچی اور اسے اللہ کی راہ کہا ـــ یہ اللہ کی راہ ـــ وہی راہ ہے؛ جس پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گام فرسا رہے ہیں۔ اور اسی راستے پر سوا لاکھ سے زائد صحابہؓ نے آپ کی پیروی کی ہے۔ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کا مطلب یہی ہے کہ جس (مذہب طریقے۔عقیدے اور عمل) پر میں (اللہ کا رسولؐ) ہوں۔ اور میری پیروی میں، میرے صحابہؓ ہیں۔ نجات پانے والی جماعت بھی بالکل میرے ہی طریقے، عقیدے اور عمل پر ہو گی، میرے صحابہؓ کی سی چال چلے گی۔

رسولِ خداؐ کا طریقہ

اب آپ انصاف سے کہئے: اللہ کے ڈر سے سچ سچ بتایئے: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور عمل کو سنت نہیں کہتے؟ آپؐ کے قول اور فرمان کو حدیث نہیں کہتے ـــ جب آپ کا طریقہ ـــ عمل اور قول سنت اور حدیث ہے تو کیا ہر مسلمان کا مذہب سنت اور حدیث نہیں ہونا چاہیئے؟ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام صحابہؓ صرف حدیث اور سنت پر ہی چلتے تھے تو کیا ہمیں صحابہؓ کی چال نہیں چاہیئے ـــ جو درحقیقت پیرویٔ رسولؐ ہے!

خوب یاد رکھیں! اور ما انا علیہ کی دلیل سے یاد رکھیں ـــ کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت ہی سیدھی راہ ہے۔ یہی

اللہ کا راستہ ہے، نجات کا ذریعہ ہے، بہشت کا موجب ہے۔ آپ کے قول و فعل پر ہی تمام صحابہ رضؓ۔ تابعین رحؒ اور تبع تابعین رحؒ کاربند ہے۔ سب کا مذہب حدیث اور سنت ہی تھا۔ پھر آپ بھی عہد کریں کہ صرف حدیث اور سنت پر ہی عمل کرینگے۔ احادیث کے خلاف اقوالِ رجال مسترد کر دیں گے۔ بغیر دلیلِ حدیث کے کوئی عقیدہ۔ عمل اور طریقہ قبول نہ کریں گے۔

سُنت کو زندہ کرنے کا حکم:

خدا کے سچے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا نام ہی دین ہے۔ اگر آپ کا کوئی فعل ترک کر دیا جائے بھلا دیا جائے تو اتنا ہی دین میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ اس لئے حضورؐ اپنی سنتوں کو جو گم ہو گئی ہوں۔ زندہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور انہیں پھیلانے اور شائع کرنے پر بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰى سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت بلال بن حارث مزنی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے زندہ کیا (رواج دیا) میری ایسی سنت کو جو چھوڑ دی گئی تھی بعد میرے۔ پس اس سنت کو جاری کرنے والے

والے کے لیے اتنا ثواب ہے جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے لوگوں کے لئے ہے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا؟

مسلمان بھائیو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرو! انہیں رواج دو، جتنے لوگ ان پر عمل کرکے ثواب پائیں گے۔ ان لوگوں کے ثواب کے برابر آپ کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ نماز میں جتنی سنتیں چھوڑ دی گئی ہیں۔ انہیں زندہ کرکے رحمتِ عالمؐ کی بشارت لو! — ایسے ہی دوسری عبادتوں میں ترک کردہ سنتوں کو عمل میں لاکر احیائے سنت کا رتبہ پاؤ اور زندگی کے ہر ہر شعبے میں احادیث وسنن کی شمعیں جگاؤ!

نمازجنازہ میں ترکِ فاتحہ:

تقلید جامد کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے امام نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا:

"لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ۔ (بخاری مسلم)

بغیر الحمد شریف کے (کوئی) نماز نہیں ہوتی۔"

یعنی سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نہ فرض نماز ہوتی ہے نہ سنت، نہ نفل، تہجد، اشراق، استخارہ، کسوف، خسوف، عیدین، استسقاء، تسبیح، جنازہ وغیرہ ہر نماز میں ضرور ضرور فاتحہ پڑھنی چاہئیے۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اماموں نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا ہوا ہے، اور ان کی تقلید میں عوام فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا بھول چکے ہیں۔

آؤ دیکھیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کس طرح پڑھائی۔ نماز جنازہ میں حضورؐ کی دعوت اور پکار کیا ہے؟ دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (پ) حضرت انورؐ پکارتے ہیں تم کو کہ زندہ کریں تمہیں ــ یہ ہے پکارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حصن حصین میں جنازہ کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِذَا صَلّٰی عَلَیْہِ کَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ (حصن حصین)

" اور جب حضور نماز پڑھتے، میت پر تکبیر کہتے پھر سورۂ فاتحہ پڑھتے"

آپ آیت پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ جس میں خدا نے فرمایا ہے: اے ایمان والو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پکار قبول کرو ــ" تو کیا ہم نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کی پکارِ رسول قبول کی ہوئی ہے؟ ــ نہیں! تو پھر کس طرح ہمیں اور ہماری میتوں کو وہ "زندگی" ملے گی جس کا ملنا استجابتِ رسولؐ پر موقوف ہے۔ جتنا ہم حضور کی پکاروں (حدیثوں) کی استجابت سے غافل رہیں گے: اتنا ہی ہم اپنے دین کا نقصان کریں گے ــ مسلمان بھائیو! حضور کی حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں مزدور مزدور سورۃ فاتحہ پڑھا کرو!

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب - (ابن ماجہ)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازے کی نماز میں (تکبیر اولیٰ کے بعد) سورۃ فاتحہ پڑھی"

حضرت ام شریک انصاریہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔" (ابن ماجہ)

برادرانِ اسلام! دیکھا آپ نے کہ حضورؐ نے جنازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔ صحابہؓ نے پڑھی لیکن ہم نے چھوڑ رکھی ہے۔ اصل فاتحہ چھوڑ کر رسمی فاتحہ پر اُتر آئے ہیں۔ افسوس ہے

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

ترکِ حدیث کی ہم نے یہ ایک مثال دی ہے۔ ایسی ہی بہت سی حدیثیں ہم نے کورانہ تقلید کی بنا پر اقوال رجال کی نذر کر رکھی ہیں ہمیں چاہیئے کہ حضورؐ کی تمام حدیثوں کو زندہ کریں اور خوب پھیلائیں۔ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں تاکہ لوگوں کو "زندگی" ملے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (پ ۹ ع ۱۷)

"اے ایمان والو! پکارنا قبول کرو واسطے اللہ کے اور واسطے رسولؐ کے جب پکارے تم کو واسطے اسکے کہ زندہ کرے تم کو، اور جانو کہ اللہ آدمی اور اسکے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور (جانو) کہ تم اللہ کے پاس حاضر کئے جاؤ گے۔"

دعوتِ رسولؐ سے زندگی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت،

پکارنا اور بلانا مسلمانوں کے لئے پیغامِ حیات ہے جو شخص آپ کی پکار کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے ۔ خدا اس کو زندگی ۔ روح کی پاکیزگی عطا کرتا ہے ! مسلمان بھائیو ! سوچو ! سنت اور حدیث کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا کتنا فائدہ ہے ۔ خدا فرماتا ہے : یُحْیِیْکُمْ : رسولؐ تم کو (میری مشیت کے ماتحت) زندہ کرتا ہے ۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار ہماری روح کی زندگی ہے ۔ دل کی اور ایمان کی زندگی ہے ۔ جب ہم آپ کی دعوت کو قبول کریں گے ، سُنّت اور حدیث پر عمل کرینگے تو خدا ہمیں رُوحانی زندگی عطا کرے گا ۔ یہی روحانی زندگی مرنے کے بعد کام آنے والی چیز ہے ۔ یاد رکھیں !

ضد اور ہٹ کا نتیجہ

خدا نے جب فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو قبول کرو " آپ کی حدیث پر عمل کرو تو ہر مخلص اور انصاف پسند مسلمان پر فرض ہے کہ وہ خدا کے حکم کو مان کر اپنی زندگی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق گذارے ۔ عقاید میں ، اعمال میں زندگی کے ہر ہر گوشے اور زاویے میں اتباعِ رسُول کی شمع جگائے ، اور استجابتِ رسولؐ میں کوئی شخص ضد اور ہٹ نہ کرے ۔ کاہلی سستی اور دیر نہ کرے ۔ موقع کو غنیمت جان کر ابھی سے لبیک کہہ دے ۔ چونکہ دل اللہ کے قبضے میں ہے ۔ شروع شروع میں اللہ کسی کے دل کو قبولِ حق سے نہیں روکتا اس لئے پکارِ رسولؐ کو سُنتے ہی آمنّا

وصدقنا کہہ کر جلد عمل کرنا چاہیئے ، اور اگر حضور آوازوں پر آوازیں دیں تو ان کی آوازوں (حدیثوں) پر کان نہ دھرا جائے ۔ حضورؐ پکارتے چلے جائیں ــ ادھر توجہ نہ کی جائے ، آپ کے پیغام پر پیغام آئیں ــ کوئی جواب نہ دیا جائے ۔ تو خدا تعالےٰ ایسے لاپروا ، کاہل اور نافرمان لوگوں سے ناراض ہو جاتا ہے اور اس ناراضی میں توفیقِ خیر سے محروم کر دیتا ہے ۔ ایسے لاپروا آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے ، روک بن جاتا ہے ۔ اس کے دل پر کفرانِ نعمت کی پاداش میں مُہر کر دیتا ہے ۔ آیۃ مذکورہ میں یہی چیز بیان کی گئی ہے ۔ پھر سُنیں !

وَاعۡلَمُوۡا ــ اور (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پکاروں کی پروا نہ کرنے والو) جان لو !

اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ کہ اللہ (اپنی قدرت سے ، آدمی اور اس کے دل میں آڑے آجاتا ہے

جب خدا ، بندے اور اس کے دل میں آڑے آگیا ۔ حائل ہو گیا ، روک بن گیا تو وہ بدنصیب بندہ پھر کیا کر سکے گا ۔ کیا حق کو قبول کریگا عمل کی توفیق پائے گا ؟ ہرگز نہیں ــ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے میرے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پکار[1] کو نہ سُنا ، نہ مانا ، نہ عمل کیا تو اس لاپرواہی ، سستی ، مخالفت ، ضد اور اباء کی سزا میں تمہارے دل کے کواڑ بند کر دوں گا جو زندگی استجابتِ رسولؐ سے تمہیں ملنی تھی (نبوت کی نعمت کی ناشکری کے سبب))

[1] حضورؐ کے زندگی بھر کے قول و فعل حضورؐ کی پکار ہے ۔ محمد صادق

اس سے محروم کر دوں گا۔ مردہ دل ہو کر رہ جاؤ گے، "مر جاؤ گے"۔

مسلمان بھائیو! یقین جانو کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے میں دل کی زندگی ہے اور انکار میں دل کی موت ہے۔

پھر جس نے حدیثِ مصطفیٰ کو اپنا مذہب بنا کر سنت کے آبِ حیات سے زندگی پائی، وہ شخص در اصل زندہ جاوید ہو گیا۔

دست از مس وجود چو مردانِ راہ بشوئے
تا کیمیائے عشق بیبابی و زر شوی!

رسولِ خدا کی معیّت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"جس نے دوست رکھا میری سنت کو، اس نے دوست رکھا مجھ کو، اور جس نے دوست رکھا مجھ کو، ہو گا میرے ساتھ بہشت میں۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضورؐ کی سنت اور حدیث سے محبت کرنا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور معیّت کا موجب عمل با حدیث بہشت کا باعث ہے۔ پھر آپ کو چاہئے کہ سنتوں اور حدیثوں پر عمل کیا کریں کہ یہی راہِ نجات ہے!

حضرت موسیٰ بھی اتباعِ رسول کرتے

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِّنَ التَّوْرٰىةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرٰىةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرٰى بِوَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَّاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ ۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نسخہ توراۃ کا لائے اور کہا۔ حضور! یہ ہے نسخہ تورات کا! حضور اکرم خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ اسے پڑھنے لگ گئے اور حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا۔ گم کریں تجھ کو گم کرنیوالیاں کیا نہیں دیکھتا تو وہ چیز جو حضورؐ کے چہرے میں (ظاہر ہوئی) ہے؟ (یعنی حضورؐ غضب ناک ہو گئے ہیں) پھر حضرت

عمرؓ نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا (کانپ گئے)[1] ۔ اور کہنے لگے : (حضورؐ!) پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ اللہ کے ، اللہ کے غضب سے اور اللہ کے رسولؐ کے غضب سے ، راضی ہوئے ہم ساتھ اللہ کے رب ہونے پر اور ساتھ اسلام کے دین ہونے پر ، اور ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، کے نبی ہونے پر (یعنی اللہ کے سوا ہمیں کسی رب کی ضرورت نہیں ۔ اسلام کے سوا کسی دین کی ضرورت نہیں ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کی ضرورت نہیں) پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ظاہر ہوتے تمہارے لیے حضرت موسیٰ (آج) پھر پیروی کرتے تم ان کی ، اور چھوڑ دیتے تم مجھ کو ، البتہ گمراہ ہوتے تم سیدھی راہ سے ۔ (سنو!) اگر حضرت موسیٰؑ (آج) زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو ضرور پیروی کرتے میری (ہی) ۔"

تورات دیکھنے کی اجازت نہ ملی

مذکورہ حدیث پڑھ کر مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں نسخہ تورات دیکھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے ، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حاشیہ نمبر ۲

[1] عرب اپنے محاورے میں اس جملہ کو مقام تعجب پر بولتے ہیں ۔ حضرت ابوبکرؓ کے کہنے کا مطلب ہے کہ حضور کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا ہے ۔ عمرؓ! تعجب ہے کہ تو یہ بات نہیں سمجھتا ۔ محمد صادق

اس نیت سے تورات کی ورق گردانی نہیں کر رہے تھے کہ وہ اسکی تعلیم کے مطابق عبادات بجا لائیں گے، زندگی گزاریں گے، شریعت موسوی پر چلیں گے۔ در اصل بات یہ تھی کہ تورات انہیں اتفاقاً مل گئی، اور وہ اسے یونہی سرراہے دیکھ رہے تھے۔ حضرت انورصلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے تورات (خدا کی نازل کردہ برحق کتاب) کو جناب عمرؓ کے ہاتھ میں دیکھ کر اس لئے غضب کا اظہار فرمایا کہ کہیں عمرؓ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کتاب و سنت کے علاوہ مذہب میں دوسری کتابوں، بزرگوں کی بے سند باتوں، قصوں، کہانیوں کی طرف نہ رجوع کرنے لگ جائیں اور رفتہ رفتہ غیر کتاب و سنت چیزیں اسلام میں بار نہ پانے لگ جائیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سوائے قرآن و حدیث کے کسی چیز کو دین اور مذہب میں دخل حاصل نہیں جب تورات تک پڑھنے کی اجازت نہیں ملتی تو قال اللہ اور قال الرسول کے سوا کس کتاب کے پڑھنے اور کس امتی کی بات ماننے کی اجازت ہو سکتی ہے؟ پھر یقین کر لیں کہ دین صرف نام ہے قرآن اور قرآن پر عمل رسولؐ کا۔ جو شخص بحیثیت مسلمان اسلام پر چلنا چاہے اُسے صرف سبیل الرسول ہی اختیار کرنی چاہیئے۔

لہ حضورؐ کے قول و فعل، سنت اور حدیث کے ہوتے ہوئے تورات کو دیکھنا پڑھنا غضبِ رسولؐ کا سبب ہے تو دانستہ حدیث چھوڑ کر اس کے خلاف امتی کے قول پر عمل کرنا کس قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غضب کا موجب ہو سکتا ہے جو لوگ جان بوجھ کر خلاف حدیث اقوالِ رجال پر چل رہے ہیں یقیناً وہ غضب رسولؐ مول لے رہے ہیں۔ انھیں بڑی جلد توبہ کر کے عامل بالحدیث ہو جانا چاہیئے۔ (محمد صادق)

حضرت عمرؓ کا طلبِ عفو

حضور کو غضبناک پاکر حضرت عمرؓ نے خدا تعالیٰ سے اس کے غضب اور اس کے رسولؐ کے غضب سے پناہ چاہی۔ پھر عرض کیا: حضور! میں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں — یعنی میں تمام زندگی بحیثیت مسلمان صرف خدا کا حکم مانوں گا اور اس کے حکم پر صرف آپ کے طریقے کے مطابق چلوں گا۔ قرآن اور حدیث کے سوا تیسری کسی بات کیطرف رجوع نہ کروں گا، اور نہ اسے دین کی چیز تصور کروں گا۔

مسلمان بھائیو! کیا آپ کی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اقرار کرتے ہیں کہ صرف سبیل الرّسولؐ پر ہی چلیں گے۔ دین صرف اللہ کی کتاب اور حدیث نبویؐ کو ہی مانیں گے اور بلا سند و دلیل اندھا دھند کسی کے قول و فعل کو دین میں قابلِ قبول نہ جانیں گے؟ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کی صرف ورق گردانی پر حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک پاکر آپ سے معافی مانگتے ہیں تو کیا آپ کو خدا کے غضب اور اس کے رسولؐ کے غضب سے خوف کھا کر کتاب و سنت کے معارضے کی ہر چیز سے دست بردار نہیں ہو جانا چاہیئے؟ اور حدیث کے مقابلہ میں اقوالِ رجال، سنت کے معارضہ میں بزرگوں کی بے سند باتوں کو تیاگ نہیں دینا چاہیئے۔

حضرت موسیٰ کی پیروی پر قدغن

حدیثِ بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: —

"قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اگر ظاہر ہوتے تمہارے لئے حضرت موسیٰ (آج) پھر پیروی کرتے تم انؑ کی اور چھوڑ دیتے تم مجھ کو البتہ گمراہ ہوتے تم سیدھی راہ سے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آج میری (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بالفرض آجائیں تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ۔ میری باتیں ماننے کی بجائے ان کی ماننے لگو۔ میری حدیثوں کے مقابلے میں ان کے اقوال پر چلنے لگو۔ میری سنتوں کو پس پشت ڈال کر ان کی روش اختیار کرو تو قسم خدا کی تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔[1] ——

اللہ اکبر! موسےؑ رسول اللہ کی پیروی حدیث اور سنت کے مقابلہ میں گمراہی ہے

مسلمان بھائیو! سوچو! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت کے ہوتے ہوئے خدا کے سچے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کیطرف رجوع کرنے کا حکم نہیں ہے، تو آج سنت اور حدیث کے مقابلہ میں جو کتابوں کے انبار لگ چکے ہیں اور ان انباروں کے نیچے حدیث کی کتابیں

---

[1] اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنقیص شان نہیں ہو سکتی اور نہ حضورؐ نے اپنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لحاظ سے مقابلہ کیا ہے، بلکہ حضور پرنور نے امت کو سبق سکھایا ہے کہ پہلی شریعتیں اپنے اپنے وقت کیلئے تھیں۔ اب اسلام میں صرف میرا طریقہ، میری راہ، روش، حدیث، سنت اور میری سبیل پر چلنا ہی نجات کا موجب ہے —— میری موجودگی میں، حدیث و سنت کے آفتاب کی نصف النہاری میں کسی پیغمبر کی شمع نبوت نہیں جل سکتی۔ گویا خدا کے حکم سے امت کو مسئلہ بتایا کہ حدیث کے مقابلہ میں ہر چیز کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ (محمد صادق)

دب چکی ہیں اور مسلمان ان حدیث کی کتابوں کی بجائے انبازوں کی طرف لپک رہے ہیں ۔ حدیث کی بہ نسبت قول سے زیادہ پیار ہے ۔ ایسے لوگ یقیناً خدا اور رسولؐ کے غصے کے لائق ہیں ۔ ان بھائیوں کو چاہیئے کہ مغائر احادیث ، اقوال و اساطیر کو چھوڑ کر سنت کے نور میں زندگی گزاریں ۔

ترکِ حدیث کی چند مثالیں

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ ۔

(مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت بحوالہ صحیح مسلم)

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت (قبہ، گنبد، مینار وغیرہ) بنانے اور اس پر (مجاور، معتکف، چلہ کش وغیرہ بنکر) بیٹھنے سے منع فرمایا۔"

قبروں کو پختہ نہ بناؤ!

اس حدیث میں حضورؐ نے قبروں کو پختہ بنانے ، ان پر ہر قسم کی بنا بنانے ، عمارت کھڑی کرنے ، پھر ان پر ہر طرح کی نشست ــــ مجاوری چلہ کشی ، اعتکاف وغیرہ سے منع فرمایا ہے ۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے ۔ کیا حضورؐ کے اس حکم ــــ حدیث پاک کیخلاف قبریں پختہ نہیں بنائی جا رہی ہیں ؟ اور بناتے کون ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے وارث بنے ہوئے ہیں ــ علماء ،

مشائخِ طریقت، پیرانِ عظام! بزرگوں کی قبروں پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ قبے اور گنبد بنتے ہیں۔ ایسا کرانے والے "بزرگ" اور ان کے ہزاروں مرید ۔۔۔ کیا حضرتِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، آپؐ کے فرمانِ پاک کو دانستہ نہیں چھوڑتے ہیں؟ پھر مریدانِ باصفا جو حضورؐ کے حکم کو ترک کر کے ان "بزرگوں" کے حکم کو مانتے ہیں، کیا وہ خدا اور رسولؐ کو ناراض نہیں کرتے ہیں؟ خدا کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات تو شریعت محمدیہ میں نہ مانی جائے بلکہ اس ماننے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گمراہی قرار دیں، لیکن حدیث کے خلاف ان امتیوں کی بات کو مان لیا جائے۔ کتنا اندھیر ہے۔ مسلمان بھائیو! خدارا اپنے پیارے رسولؐ، سہارے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھو اور اس کے خلاف کسی کی بات مت مانو ؎

از چشم شوخش اے دل، ایمانِ خود نگہدار!
کاں جادوئے کماں کش، بر عزم غارت آمد

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی سخت تاکید کی ہے۔ یہاں تک فرمایا:

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (بخاری مسلم)

"الحمد شریف پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی"

یعنی امام پڑھے، مقتدی پڑھے، منفرد پڑھے اور نماز فرض ہو یا نفل ہو کوئی ہو ۔۔۔ بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوتی!

ایک دن حضورؐ نے فجر کی نماز پڑھائی ۔ فارغ ہو کر پوچھا ۔ کیا تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو ؟ مقتدیوں نے عرض کیا : ہاں حضور ! ہم پڑھا کرتے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا :

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا ۔

سورۃ فاتحہ کے سوا اور کچھ (یعنی اگلی قرأت) نہ پڑھو اسلئے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی "

(ابو داؤد ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ ۔ موطا امام مالک ۔ مسند احمد)

حضورؐ کے اس حکم سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے ضرور ضرور سورۃ فاتحہ ، پڑھنی چاہیے ۔ اگر نہ پڑھیں گے تو نماز نہیں ہوگی ـــ کون کہتا ہے نہیں ہوگی ؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : نہیں ہوگی ؛ لیکن بہت سے لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے ۔ ان سے پوچھو ، تو کہتے ہیں : ہمارے امام صاحبؒ نے ہمیں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے اس لئے ہم نہیں پڑھتے ۔ عوام تو درکنار ، بعض علماء لوگوں کو کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے منع[1] کیا ہے ۔ اس لئے امام کے پیچھے ، الحمد شریف مت پڑھو ۔ اب آپ از راہ انصاف غور کریں : کہ

---

[1] ہمارا تو حضرت امام ابو حنیفہ کے متعلق بڑا نیک گمان ہے کہ وہ ہرگز حدیثِ رسولؐ کے مقابلہ میں اپنے قول پیش نہیں کرتے تھے ۔ یہ سب کچھ امام صاحبؒ کے انوکھے محبّوں کی تراشی ہوئی باتیں ہیں جو ان کیطرف منسوب کی جاتی ہیں ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ ۔ صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے (عقید الجید) تو جب صحیح حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تاکید ہے پھر

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں: سورۃ فاتحہ ضرور پڑھو، نہ پڑھو گے تو نماز نہیں ہوگی اور لوگوں نے حضورؐ کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر امامؒ کی بات پر عمل کر لیا ہے کہ خلفِ امام الحمد شریف نہیں پڑھتے ایسے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) کا امام کے پیچھے پڑھنا ثابت ہوگیا تو امام صاحب کا مذہب بھی یہی ہوگیا۔ کہ امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھو۔ پھر امام صاحب نے تو اپنی بریت یہاں تک کردی ہے فرمایا: وَاِذَا رَأَیْتُمْ کَلَامِیْ یُخَالِفُ الْحَدِیْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِیْثِ وَاضْرِبُوْا بِکَلَامِی الْحَائِطَ اور جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو (خبردار!) حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر مار دو (عقد الجید) اسکا مطلب یہ ہے کہ بالفرض اگر میرا قول حدیث نہ ملنے کیوجہ سے حدیث کے خلاف ہوجائے اور تم کو میرے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو تم ضرور ضرور حدیث پر ہی عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر مار دو۔ سبحان اللہ! امام صاحبؒ کتنے عاشقِ حدیث تھے۔ لیکن امام صاحبؒ کے ماننے والوں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے امام صاحب کے قول (الحمد نہ پڑھو) کو پلّے باندھ لیا ہے اور حدیثِ رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ روش اچھی نہیں ہے ان بھائیوں کو چاہئیے کہ وہ حضور سید المرسلینؐ کی حدیث پاک پر عمل کر کے خلفِ امام ضرور سورۃ فاتحہ پڑھا کریں ایسا کرنے میں وہ عاملِ حدیث ہوکر حضرت امام صاحبؒ کے بھی تابعدار ہوجائینگے کہ ان کا فرمان ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے "، تم بھی حدیث پر عمل کرو۔ (صادق)

لہ تین عظیم الشان مجتہد یعنی حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو۔ اور اسی طرح حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بھی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:۔ فَاِنَّ قِرَاءَتَهَا فَرِیْضَةٌ وَهِیَ رُکْنٌ تَبْطُلُ الصَّلٰوۃُ بِتَرْکِهَا ــــ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہ نماز کا رکن ہے اس کے ترک سے نماز باطل ہوجاتی ہے "۔ جب سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور رکن ہوا۔ تو پھر امام اور مقتدی دونوں کے لئے لازمی ہوگیا۔ جسطرح وضو فرض ہے۔ امام بھی کرے اور مقتدی بھی کرے بس سب بھائیوں کو خلفِ امام فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔

لوگوں کو ٹھنڈے دل سے اس کوتاہی پر غور کرنا چاہیئے ؎

زمصحفِ رُخِ دلدار آیتے برخواں!
نہ ایں مقام مقالاتِ کشفؔ و کشاف است

تشہد میں انگلی اٹھانا

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو تشہد کے اندر: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت انگلی اٹھاتے تھے تاکہ زبان کی قولی شہادتِ وحدانیت کے ساتھ فعلی شہادت بھی ہو جائے۔ حضورؐ کی اس سُنّتِ مؤکدہ پر سوا لاکھ صحابہ رض عمل کرتے رہے اور تمام محدثین رح اور فقہاؒ کا بھی اس پر عمل رہا۔ لیکن بہت سے مولوی صاحبان لوگوں کو اس سنت سے روکتے ہیں اور اس حد تک مسلمانوں کو اس سنتِ پاک کے خلاف اکسا رکھا ہے کہ انگلی اٹھانے والوں کے ساتھ کئی لڑائیاں اور جھگڑے ہو چکے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے سامنے حضرتِ انورؐ کی سنتِ رفع سبابہ پیش کرتے ہیں:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِهٖ اِذَا دَعَا ۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے اپنی انگلی کے ساتھ جس وقت (تشہد میں) دعا مانگتے تھے۔"

حضور کا فعل —— سُنّتِ پاک آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حضور نے انگلی مبارک اٹھائی، سُنّت ثابت ہو گئی۔ حضورؐ نے اپنی اس سنت سے آپ کو حکم دیا کہ انگلی اُٹھاؤ۔ بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں: نہ اٹھاؤ! آپ کو کس

کی بات ماننی چاہیئے؟ جن کی رسالت کا آپ نے کلمہ پڑھا ہے ان کا ہی حکم ماننا چاہیئے نا؟ پھر جو لوگ حضور کا حکم ترک کر کے اماموں کا حکم مان لیتے ہیں سنت کو ان کے کہنے پر ترک کر دیتے ہیں - ایسے تابع اور متبوع خدا کے نزدیک کتنے قصوروار ہیں ؟

قبروں پر چراغ جلانا

ایک اور حکم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سنیئے : حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ ط (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں[1] پر لعنت فرمائی اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی "

غور کیا آپ نے ! حضورؐ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے - لیکن ایک مذہبی طبقہ ۔ کئی علماء اور گدی نشین حضرات مسلمانوں کو کہہ

---

[1] قبروں کی زیارت کی ممانعت عورتوں کو ہے ، مردوں کو نہیں - حضور فرماتے ہیں فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ - پس (اے مردو !) تم زیارت کرو قبروں کی ، کیونکہ زیارت کرنی قبروں کی موت کو یاد دلاتی ہے " (صحیح مسلم) یہ جو قبروں کی زیارت کی اجازت دی گئی ہے یہ بھی موت کو یاد کرنے کے لئے کہ قبروں کو دیکھ کر اپنی قبر کا تصور کر کے بدیوں سے بچو اور نیکیاں کر لو ۔ نہ کہ اہل قبور سے حاجتیں مانگنے اور مرادیں چاہنے کے لئے !

کہ قبروں پر چراغ جلوا رہے ہیں - اس کام کو ثواب کا کام بتا رہے ہیں - اللہ اکبر! حضورؐ جس کام پر لعنت بھیجیں، علماء و مشائخ اسے کارِ ثواب بتائیں، سوچ لیں : کیا حشر ہوگا ایسے مسلمانوں کا! مسلمان بھائیو! خدارا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کرو، آپ کی پکار کو سنو اور قبول کرو!

عورتوں کا قبروں پر جانا

حدیث مذکور میں حضورؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے - پھر قبروں کے عرسوں پر جو عورتوں کے جھمگھٹے ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں؟ کیا یہ حضورؐ کی صریح نافرمانی نہیں ہے؟ آپؐ کی آواز اور پکار کو نہ سننا نہیں ہے؟ جو علماء اور مشائخ عورتوں کو قبروں کے عرسوں پر بلاتے ہیں اور جو عورتیں وہاں جاتی ہیں، یہ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے وقت کیوں کانپ نہیں جاتیں؟ مسلمان بھائیو! رسولِ خدا کی پکار سنو اور مانو - آپ کی پکار کے خلاف کسی کی آواز پر کان نہ دھرو - سرورِ دنیا و دیں بزمِ امکاں کے امیر، ہادیٔ بحر و بر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کرو کہ یہی مسلمانی ہے۔

قبروں پر مسجدیں بنانا

حدیث بالا میں قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر بھی حضورؐ نے لعنت کی ہے - قبر پر مسجد بنانے کا ایک مطلب تو واضح ہے کہ قبر کے پاس مسجد کی تعمیر کی جائے - حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اتخاذ

مساجد کا یہ مفہوم بھی ہے کہ جو کام مسجد میں اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں وہ کام قبروں پر کئے جائیں۔ مثلاً قیام، اعتکاف، رکوع، سجدہ، دعا، نذر، نیاز وغیرہ۔ یہ سب کام عبادت کے ہیں۔ ان کو قبروں پر بجا لانا حرام ہے بقول خاصۂ خاصانِ رُسل لعنتی کا کام ہے۔ پھر جو حاجات اللہ ہی پوری کر سکتا ہے، جو مشکلات خدا ہی حل کر سکتا ہے ان کے لئے اہل قبر سے التجا کرنی، قبر کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ آجکل ہزاروں لوگ یہ کام قبروں پر کر رہے ہیں، حالانکہ رسُولِ پاک قبروں پر ان کاموں کو کرنے سے روک رہے ہیں۔ افسوس! ان لوگوں کو علماء و مشائخ کی شہ ہے۔ یہ "بزرگ" انہیں ان کاموں کی رغبت دلاتے ہیں۔ "استمداد از اہلِ قبور" کا موضوع مقرر کر کے عوام کو وعظ سناتے ہیں۔ پھر عوام ان حضرات کے کہنے پر لگ جاتے ہیں اور رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کان نہیں دھرتے ان لوگوں کو حشر کے دن پتہ چلے گا کہ حضرات انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا کیا حشر ہوا ہے!

علماء و مشائخ کے کہنے پر حدیثوں کو چھوڑ دینے کی ہم نے صرف یہ چند مثالیں پیش کی ہیں کہ سادہ دلوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کر رہے ہیں ان سے کیا کرایا جا رہا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا طریقہ

اُوپر آپ حدیث میں حضورؐ کے یہ الفاظ پڑھ آئے ہیں: وَلَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا وَّ اَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي ــــ اور اگر حضرت موسےٰ زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو پیروی کرتے میری۔"

اِس سے ثابت ہوا کہ خدا کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ اگر حضرتِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پاتے تو وہ ضرور ضرور حضورؐ کے طریقے پر چلتے، سنت اور حدیث پر ہی عمل کرتے، وہ خود کو کسی اُمتی کی طرف منسوب نہ کرتے — کسی فرقے میں شامل نہ ہوتے ۔ تقلید جامد نہ کرتے بلکہ براہِ راست صحابہؓ کی طرح سرورِ رسُولاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر چلتے ۔ سبیل الرسولؐ پکڑتے ۔

مسلمان بھائیو! سوچو کہ جب حضرت موسیٰؑ کو سوائے اتباعِ رسولؐ کے کسی امتی کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہ ہوتا جو حکم حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دیتے صرف اُسی کو پکڑتے — پھر اگر آپ حدیث اور سُنّتِ رسولؐ کو ترک کر کے مولویوں، پیروں، بزرگوں کی بے سند باتوں کو دین مانیں گے — ان پر عمل کریں گے تو آپ کا کیا انجام ہوگا؟ سوچ سمجھ لیں! آپ حضرت موسیٰؑ سے تو بڑے نہیں ہیں ۔ حدیث اور سُنت کے کے سامنے کسی پیغمبر کی سنت نہیں چل سکتی تو کیا اقوال رجال کام آسکتے ہیں؟ حدیثِ خیرالوریٰؐ کے سامنے نبوت انبیاء کا سکوت تو آپ مانیں، لیکن علماء و مشائخ کے اقوال کے سامنے حدیث کا خون روا رکھیں ۔

بہوش باش کہ ہنگامِ بادِ استغناء
ہزار خرمن طاعت بہ نیم جو بدہند

صحابہ کو رُلا دینے والا ارشاد!

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ ابْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا فَقَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور موثر نصیحت فرمائی۔ (یہ) نصیحت سنکر ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرز گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: "اے خدا کے رسولؐ! یہ نصیحت تو ایسی (معلوم ہوتی) ہے: جیسے کسی رخصت کرنے والے کی ہوتی ہے۔ (حضورؐ!) ہم کو (مزید خاص) نصیحت فرمایئے (جو زندگی بھر کام آئے) حضورؐ نے فرمایا: (سنو!) میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور (اپنے سردار کی بات سننا اور ماننا۔ اگرچہ (سنانے والا) غلام حبشی ہو (ہاں ہاں یاد رکھنا) میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ (مذہب میں) بہت اختلاف

دیکھے گا کہ بندگانِ حرص و آز علماء سوء فرقے بندی پیدا کریں گے، اور اپنے اپنے اقوال و آراء پر عوام کو چلائیں گے۔ خبردار! تم اسوقت میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، مضبوط پکڑنا۔ اور دانتوں سے پکڑے رکھنا۔ (صرف حدیث، سُنّت اور تعامل صحابہؓ پر جم جانا) اور (دین کے اندر) نئے نئے کاموں (بدعتوں کے جاری کرنے سے بچتے رہنا۔ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

معیارِ حق

سرورِ رسولاں ختم نبیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں صحابہؓ کو رُلا دینے والا، اُمت کو لرزا دینے والا خطبہ، قیامت تک روشن رہنے والی شمع کے اُجالے میں صداقت کی وہ راہ دکھائی ہے۔ طالبِ حق کو سیدھا راستہ بتایا ہے کہ جسکا راہی کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا، کبھی راہ نہیں بھول سکتا۔

حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رخصتانہ وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ مذہب میں اختلاف کثیر ہوگا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ مذہب میں فرقے بندیاں اور گروہ سازیاں ہوں گی۔ دین میں نئے نئے طریقے جاری ہوں گے۔ کئی مذہب نکل آئیں گے، فتنے جاگیں گے، فساد سر اٹھائیں گے، اُمّت ٹولے ٹولے ہو جائے گی۔ ہاں تو ایسے نازک وقت میں اپنے ایمان کو بچانے کے لئے صرف سنتِ مصطفےٰؐ ہی کام آئے گی۔ تمام جھگڑوں، فتنوں، فسادوں، اختلافوں میں سچائی کی کسوٹی اور حق کا معیار صرف حضور خواجۂ دوسرا حضرت محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی ہوگی اور اگر حدیث وسنت کی عملی صورت دیکھنی ہو تو صحابہؓ کا طریقہ معلوم کرنا چاہیئے پس مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ ہی سلامتی کا راستہ ہوا۔ یہی راہ ـــــ راہِ نجات ٹھہری، اور مسلمان وہ قرار پایا جو سنت اور اس پر عمل صحابہؓ کو نگاہ رکھے، اسی کو دین جانے، معیارِ حق قرار دے اور جھگڑوں میں منصف مانے۔

بدعات سے بچنے کی وصیّت

ایمان کے جواہر اور ہیروں کے ساتھ تولنے والی مذکورہ حدیث پاک میں حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وَ اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ: اور بچو تم نئے نئے کاموں سے" یعنی دین مکمل ہو چکا ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو میں نے تمہیں بتا نہیں دیا۔ یاد رکھو! میں نے تمہیں دین کی روشنی میں چھوڑا ہے جہاں کوئی تاریکی نہیں ہے۔ اس لئے خبردار! تم خود دین میں مسئلے گھڑنے شروع نہ کر دینا۔ نفس کی ٹکسال سے نئے نئے سکے ڈھالنے نہ لگ جانا۔ خبردار خبردار! ایسا ہرگز نہ کرنا ـــ کوئی نیا کام، نیا طریقہ، نیا مسئلہ، نئی بات بدعت میری مکمل شریعت میں جاری نہ کرنا۔ سنو! سنو!! فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ: بیشک بیشک ہر نئی بات جو دین میں نکالی جائے، کار ثواب بتائی جاتی ہے ـــ مسئلہ کہہ کر سنائی جائے وہ بدعت ہوگی؛ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ: اور ہر بدعت گمراہی ہے یعنی بدعت پر عمل کرنے والا راہ گم کر لے گا ـــــــ راہ راست

سے ہٹ جائے گا۔ اس سے صراطِ مستقیم چھوٹ جائیگی۔ وہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی کی شاہراہ سے بھٹک کر شیطان کی پگڈنڈی پر چلنے لگے گا۔ بدعت کے عامل کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوگی۔

شیطان کی پیشوائی

اس فرمان ہدیٰ سے ثابت ہوا کہ سنت اور حدیث پر چلنے والے کے پیشوا اور ہادی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور بدعت پر چلنے والے کا پیشوا اور ہادی شیطان لعین ہے، اب آپ کا فرض ہے کہ سنت اور بدعت میں تمیز کریں، دونوں کو پہچانیں۔ اس طرح کہ جو کام حضور سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یا کرنے کو کہا ہے وہ سنت اور حدیث ہے اور جو کام مہبطِ وحی و الہام صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہے، نہ کرنے کو کہا ہے — بلکہ امت کے لوگوں نے اسے دین کے نام سے ایجاد کیا ہے وہ بدعت اور گمراہی ہے۔ شیطان کی پیشوائی ہے۔ آگ کا انگارا ہے دوزخ کا شعلہ ہے۔ اس سے بچو، پھر بچو، کنارا کرو، الگ رہو!

حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا وزن

بساطِ کہکشاں پر ہے کمندِ ارتقاء تیری!
تری راہِ معین سے نہ آگے بڑھ سکے رہرو (شمس)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّکَ نَبِیٌّ حَتّٰی اسْتَیْقَنْتَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِیْ

مَلَکَانِ وَاَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَکَّةَ فَوَقَعَ اَحَدُھُمَا اِلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِهٖ اَھُوَ ھُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِهٖ فَوُزِنْتُ بِهٖ فَوَزَنْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِاَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ فَرَجَحْتُهُمْ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَنْتَثِرُوْنَ عَلَیَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِیْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِهٖ لَوْ وَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے کس طرح جان لیا کہ آپؐ نبی ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا (سنو!) میں بطحاء مکہ کی ایک جانب تھا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان دونوں فرشتوں میں سے ایک تو زمین کی طرف اُتر آیا اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان (ٹھہرا) پھر دونوں میں سے ایک نے اپنے دوست کو کہا، کیا وہ یہی ہے؟ کہا: ہاں وہی ہے۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا: تول اس کو (تاکہ لوگ اسکی قدر جانیں اور اس کے قول و فعل کے مقابل دنیا ومافیہا کو ہیچ سمجھیں) اس کی اُمت کے ایک مرد کے ساتھ (ترازو لگ جاتی ہے ایک پلڑے میں حضور کو بٹھا دیا جاتا ہے اور دوسرے پلڑے میں ایک مرد رکھ دیا جاتا ہے) پھر میں تولا گیا اس مرد کے ساتھ اور میں غالب آیا اس پر۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا: تول اس کو دس مردوں کے ساتھ۔ پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ اور غالب آیا

اس پر۔ پھر اس نے اپنے دوست کو کہا، تول اس کو سو مردوں کے ساتھ۔ پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ اور غالب آیا ان پر، پھر اس نے کہا تول اس کو ہزار مردوں کے ساتھ، پھر میں تولا گیا ان کے ساتھ۔ اور غالب آیا ان پر، اور (اس دفعہ) کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ہزار مرد اپنا پلڑا ہلکا ہونے کے سبب مجھ پر گرے ہیں (یعنی ان کا پلڑا باوجود اتنے بوجھ کے اونچا ہوگیا) پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر تو اس (حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ساری اُمت کے ساتھ تولے تو یقیناً یہ اپنی ساری اُمت پر غالب آئے گا!

حضرت انورؐ کے وزن کا غلبہ

حدیثِ بالا میں جو حضرت انورؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کے حکم سے فرشتوں نے تولا تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ کا مرتبہ اور درجہ اُمت کو بتایا گیا ہے کہ نہ صرف فرداً فرداً ہی کوئی ان کے مقابلہ کا ہے بلکہ ساری امت آپؐ کے مقابلہ میں جسمانی اور روحانی طور پر بے وزن ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضورؐ کے قول و فعل کے مقابل آپؐ کی سنت اور حدیث کے سامنے تمام اُمت میں سے کسی کا قول و فعل کچھ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ پائے استحقار سے ٹھکرا دینے کے لائق ہے۔ اگر حضورؐ کے وزن کے مقابل ساری اُمت بے وزن ہے تو حضورؐ کے قول و فعل کے مقابل بھی ساری اُمت کا قول و فعل بے وزن ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہے

کہ حضورؐ کے مرتبہ کا کوئی انسان کوئی رسول نہیں ہے۔ آپؐ کے وزن کی کوئی ہستی نہیں ہے لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مقابلہ میں اُمتی کا قول لے لیتا ہے اور حدیث چھوڑ دیتا ہے تو اس نے اُمتی کا مرتبہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ سے معاذ اللہ بڑا مانا۔ حضورؐ سے امتی کو وزنی سمجھا اور اس کے عمل نے اسکے زبانی دعوٰی پر پانی پھیر دیا۔ یاد رکھیں کہ جو شخص سرورِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، سنت اور حدیث کے مقابلہ یا تبادلہ میں کسی امتی کے قول و فعل یا رائے قیاس کو دین میں دانستہ عمل میں لاتا ہے تو وہ نہ صرف حضورؐ کا نافرمان اور بے ادب ہے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متوازی ایک رسالت کھڑی کرتا ہے رسالت کھڑی کرنے کا قائل نہ سہی فاعل ضرور ہے۔ بھائیو! حضورؐ کے مرتبے کو پہچانو اور اسکی قدر کرو۔ اس طرح کہ ارشادِ سید الکونینؐ کے سامنے ہر چیز آپ کو گرد راہ دکھائی دے۔

ساری اُمت پر غالب

حدیث مذکور پر ایک بار پھر غور کریں کہ جب فرشتوں نے ایک پلڑے میں سرورِ کائنات کو بٹھا کر دوسرے پلڑے میں امت کا ایک آدمی رکھا تو حضورؐ غالب آئے۔ پھر دس آدمیوں پر بھی غالب، پھر ہزار پر بھی غالب ہوئے۔ اب فرشتہ کہتا ہے: لَوْ وَزَنْتَهٗ بِاُمَّتِهٖ لَرَجَحَهَا: اگر تو حضورؐ کو ان کی ساری اُمت کے ساتھ تولے گا تو پھر بھی آپ غالب آئیں گے، سب پر وزنی ہوں گے۔ ان کی ساری

اُمت مجموعی طور پر آپ کے وزن کو ہلا نہ سکے گی، یعنی آپ کی حدیث کے مقابلہ میں ساری امت کے اقوال بے وزن اور لاشئے ہیں۔

جب رحمتِ عالم، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مقابل رسالت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو صاحب مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی احادیث کے مقابل اور معارض اقوالِ رجال کیوں ہوں؟ پھر جو لوگ ایسے ہیں جنھوں نے ترازو کے ایک پلڑے میں حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا کر دوسرے پلڑے میں ائمہ و مشائخ کو بٹھا رکھا ہے اور ان کے پلڑے کو معاذ اللہ وزنی بنا رکھا ہے، اندھا دھند احادیث کے خلاف باتیں مانتے ہیں۔ یہ لوگ کیسے مسلمان ہیں اور کس منہ سے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھتے ہیں؟

رسالت کا کام اُمتیوں سے لینا

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے تُلنے کا حال بیان فرمایا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ آپ کے تولنے کے لئے کوئی باٹ نہیں ہے۔ یعنی اُمت کے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ حضور کو ہرگز نہ تولنا۔ آپ کے مقابل نُکے پلڑے میں خبردار! کوئی باٹ نہ رکھنا۔ حدیث اور سنت کا مقابلہ نہ کرنا۔ لیکن افسوس! بہت سے مسلمان رتیوں[۱]، ماشوں، تولوں، چھٹانکوں سے حضرت محمد رسول اللہ

---

[۱] حضور پُرنور تو نبوت کا ایک پہاڑ ہیں جس سے وحی الٰہی کے ہیرے، نیلم اور لعل نکلتے ہیں اور امت کے امام، مجتہد وغیرہ اس پہاڑ کے آگے رتیاں، ماشے اور تولے ہیں جو بالکل بے وزن ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو تول رہے ہیں اور پھر سپوتوں نے اپنے زعم میں ان "باٹوں" کے پلڑے کو بھاری کر رکھا ہے — حدیثوں کے مقابلہ میں اقوالِ رجال پر عمل کر رہے ہیں۔ پیر کی بات مان لیتے ہیں۔ اور سنت کا انکار کر دیتے ہیں تو کیا یہ لوگ حضورؐ کے مقابل کے پلڑے کو بھاری کرنے والے نہیں ہیں؟ قولاً حضورؐ کی رسالت کو مانتے ہیں لیکن عملاً رسالت کا کام اُمتیوں سے بھی لیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیم

حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی ارشاد فرماتے ہیں:

وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ إِمَامًا لَّكَ وَانْظُرْ فِيهِمَا بِتَأَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَالْقِيلِ وَالْهَوَسِ۔ (فتوح الغیب)

"اور کتاب اور سنت کو اپنا امام (پیشوا) بنا لے اور دونوں کو غور اور تدبر سے پڑھا کر، (خبردار) ان دونوں پر (ہی) عمل کرنا، کسی کے قول قیاس رائے پر نہ چلنا۔"

حضرت پیر جیلانیؒ کا ارشاد بھی آپ نے پڑھ لیا کہ سوائے قرآن و حدیث کے دین میں کسی کی رائے۔ قیاس اور قول و فعل پر مت

۱؎ حدیثوں کے مقابلہ میں اقوال رجال کو لینا، ان کی تبلیغ کرنا، نبوت کے پہاڑ کو رتیوں، ماشوں اور تولوں کے ساتھ تولنا ہے۔

۲؎ حدیث کو چھوڑ دینا اور اس کے خلاف امتی کے قول پر عمل کرنا — اُمتی کے پلڑے کو حضورؐ کے پلڑے کے مقابلہ میں بھاری کرنا ہے۔

چلو۔ آپ اور ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَنَا نَبِيٌّ غَيْرُهُ فَنَتَّبِعَهُ وَلَا كِتَابٌ غَيْرُ الْقُرْآنِ فَنَعْمَلَ بِهِ فَلَا تَخْرُجُ عَنْهُمَا فَتَهْلِكَ فَيُضِلَّكَ هَوَاكَ وَالشَّيْطَانُ۔ (فتوح الغیب)

"سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اتباع کریں۔ سوائے قرآن کے ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس پر ہم عمل کریں۔ خبردار! اگر تو نے قرآن اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کی طرف رُخ کیا تو برباد اور ہلاک ہو جائیگا، خواہش نفس اور شیطان تجھے گمراہ کر دیں گے۔"

اس ارشاد میں بھی حضرت پیر جیلانیؒ نے صرف قرآن و حدیث پر جم جانے کی تلقین کی ہے اور قرآن و حدیث سے اِدھر اُدھر ہونے کو گمراہی کہا ہے آپ مزید وضاحت فرماتے ہیں:

وَالسَّلَامَةُ مَعَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْهَلَاكُ مَعَ غَيْرِهِمَا بِهِمَا يَرْتَقِي الْعَبْدُ إِلَى حَالَةِ الْوِلَايَةِ وَالْبَدَلِيَّةِ۔ (فتوح الغیب)

"خبردار! سلامتی صرف کتاب و سنت (قرآن و حدیث) پر عمل کرنے میں ہے اور ان دونوں کے سوا کسی اور چیز پر عمل کرنے میں بربادی اور ہلاکت ہے (میرے مرید یاد رکھ!) اولیاء اللہ اور ابدال بننے کے مرتبے صرف قرآن و حدیث پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔"

حضورِ پُرنور کو مت تولو حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے ان ارشادات سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے سوا کسی چیز کی طرف رُخ نہ کریں — عمل کے لئے صرف کتاب و سنت کو کافی جانیں : یعنی کسی اُمتی کے قول کو حدیث کے مقابلہ میں قبول نہ کریں ۔ گویا آپ کی یہ تعلیم مذکورہ بالا حدیث کے مطابق ہی ہوئی کہ ترازو میں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو بیٹھنے دو ۔ مقابل کے پلڑے میں اُمتیوں کو بٹھا کر حضورِ پُرنور کو مت تولو ۔

حضرت پیران پیر کے ارشادات

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی حضورِ پرنورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض سنتوں کو (جو نماز جیسی عظیم الشان عبادت سے متعلق ہیں) بیان فرماتے ہیں تاکہ مسلمان اُن پر عمل پیرا ہو کر سنت کی معراج کو پائیں اور غلط فہمیوں اور تنازعوں سے بچیں !

جلسۂ استراحت جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالبِ حق ! نماز کی دوسری یا تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے) تھوڑی دیر بیٹھنا چاہیئے ۔"

رفع الیدین وَالرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالبِ حق !) رکوع میں آتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا چاہیئے ۔"

سینے پر ہاتھ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ فَوْقَ السُّرَّۃِ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالب حق) نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر (سینے پر) باندھنے چاہئیں"

آمین بالجہر وَالْجَھْرُ بِاٰمِیْنَ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالب حق!) اونچی قراءت والی نماز میں آمین اونچی آواز سے پکارنی چاہیئے"

تورک فی الصلوٰۃ وَالتَّوَرُّکُ فِی الثَّانِیْ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالب حق!) آخری قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھنا چاہیئے"

تشہد میں انگلی اٹھانا مُشِیْرًا بِالسَّبَّابَۃِ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالب حق) التحیات میں (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت، انگشتِ شہادت کھڑی کرنی چاہیئے۔"

ہر نماز میں سورۃ فاتحہ فرض ہے فَاِنَّ قِرَآءَتَھَا فَرِیْضَۃٌ وَّھِیَ رُکْنٌ تَبْطُلُ الصَّلٰوۃُ بِتَرْکِھَا (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالب حق!) ہر نماز میں (خواہ تو امام ہو، مقتدی ہو، مسبوق ہو، منفرد ہو) سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، اور یہ نماز کا رکن ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہوتی ہے (یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی)"

ملاحظہ: شیخ علیہ الرحمت نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض بتاتے

ہیں اور فرض ہر نمازی کے لئے ضروری ہے خواہ امام ہو یا مقتدی، جیسے وضو فرض ہے: امام بھی وضو کرے اور مقتدی بھی ضرور کرے مقتدی بے وضو نماز پڑھیگا تو نہیں ہوگی۔ ایسے ہی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوگی۔

شیخ جیلانی کا ارشاد، اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کی تشریح

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشاد مذکور کی جو تشریح ہم نے کی ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ امام بھی پڑھے اور مقتدی بھی پڑھے، کیونکہ اس کا پڑھنا فرض ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ نے بھی شیخ علیہ الرحمتہ کے ارشاد کی وہی تشریح کی ہے کہ مقتدی بھی خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

حضرات صوفیاء قائلین قرآت فاتحہ خلف الامام

اکثر صوفیاء کرام کا مذہب بھی قرآت خلف الامام کا تھا۔ چنانچہ ملا جیونؒ صاحب کی عبارت سے ابھی گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں ارکان الصلوٰۃ کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

وقرأتہ الفاتحۃ منہا "یعنی فاتحہ کا پڑھنا بھی ایک رکن ہے نماز کا۔"

اسی طرح آپ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فان قراٴتها فریضة وھی رکن تبطل الصلوٰۃ بترکها

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی ص۸۵۳)

"کیونکہ سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اور وہ ایک رکن ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔"

ملاحظہ جو تشریح فان قراءتها فریضة کی ہم نے کی ہے کہ مقتدی بھی خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹیؒ نے بھی فان قراءتها فریضة لکھ کر بعینہٖ وہی تشریح فرمائی ہے اور حضرت شیخ جیلانی کو قائل قرأت خلف الامام مانا ہے۔

عیدین میں بارہ تکبیریں

یُکَبِّرُ فِی الْاُوْلٰی سِتًّا سِوٰی تَکْبِیْرَۃِ الْاِحْرَامِ وَفِی الثَّانِیَۃِ خَمْسًا۔ (غنیۃ الطالبین)

(اے طالبِ حق) عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔"

جماعت میں اکہری اقامت اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (غنیۃ الطالبین)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یَقْرَاُ فِی الْاُوْلٰی الْفَاتِحَۃَ (غنیۃ الطالبین)

(اے طالبِ حق!) نماز جنازہ میں پہلی

تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔"

ہاتھ اُٹھا کر دعأ قنوت پڑھنا

ثُمَّ یُمِرُّ یَدَہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ (غنیۃ الطالبین)

"(اے طالب حق!) وتر کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھنی چاہیئے اور پھر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا چاہیئے"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مذکورہ سنتوں پر عمل کرنے کے لئے مسلمانوں کو تاکید کی ہے ۔ مریدوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نماز میں جلسۂ استراحت کریں، رکوع میں آتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت (تکبیر اُولیٰ کی مانند) رفع الیدین کریں ۔ نماز میں ناف سے اوپر (سینہ پر) ہاتھ باندھیں ۔ اونچی قرآت والی نماز میں اونچی آواز سے آمین کہیں ۔ نماز کے آخری قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھیں ۔ التحیات میں انگشت شہادت اٹھائیں ۔ ہر نماز میں (خواہ فرض ہو، سنت ہو، نفل ہو اور نمازی امام ہو، مقتدی ہو، منفرد ہو، مسبوق ہو) سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں کہ اس کا پڑھنا فرض ہے ۔ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں ۔ فرض نماز کی جماعت میں اقامت اکہری کہیں ۔ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھیں، پھر حضورؐ کی اِن سنتوں سے جو مولوی حضرات منع کرتے ہیں سوچیں کہ کیا وہ آپ کے خیرخواہ ہیں؟ ان کے دل میں حضرت

انورؐ کی کیا محبت اور عزت ہے اور حضرت پیر جیلانی کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے ؟ اگر وہ خود ان سنتوں پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو روکتے کیوں ہیں ؟ برادرانِ اسلام ! خدا را آنکھیں کھولو اور اتباعِ رسولؐ سے خدا کو راضی کر لو ۔ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہم پر فرض کی ہے ۔ پس حضورؐ کی اطاعت لازم جانو، تعصب چھوڑ دو ۔ کسی اُمتی کو حضور کے ساتھ نہ تولو اور حضورؐ کے ارشاد کے مقابلہ میں کسی غیر نبی کی بات مان کر اسے وزنی نہ بناؤ ۔

اور پھر حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی جیسے ولی اللہ کی زبان پر بھی آپ کو اعتبار نہیں جو حضور انورؐ کی سنتوں پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے ہیں اور اس تاکید سے فرقہ بندیوں اور لڑائیوں جھگڑوں کو مٹاتے ہیں ۔ کیونکہ جب تمام مسلمان ، کیا علماء اور کیا عوام حضور کی سنت پر عمل کر لیں تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا ۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے فرمان پر بھی اگر آپ نے عمل نہ کیا ، اور بعض علماء کی بے سند باتوں کو ہی مانا تو گویا یہ علماء حضرات ، حضرت شیخ جیلانی سے بڑے ہوئے ـــــ علم میں بھی بڑے ، عمل میں بھی بڑے مذہبی بصیرت میں بھی بڑے اور ولایت میں بھی بڑے ۔ فرمایئے آپ کو کس کی بات پر اعتبار کرنا چاہیئے ؟ حضرت پیر حقانی شیخ جیلانیؒ زیادہ معتبر ہیں یا یہ علماء حضرات ؟ اگر واقعی حضرت شیخ جیلانیؒ آپ کے نزدیک ہر لحاظ سے ان علماء حضرات سے بزرگ ، برتر ، افضل اور معتبر ہیں تو پھر آپ شیخ علیہ الرحمۃ کی زبان پر اعتبار کر کے مذکورہ سنتوں پر عمل کریں !

پھر تعجب آتا ہے ایسے لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے ولی اللہ تھے۔ قطب الاقطاب تھے۔ ابدالوں کے ابدال تھے۔ ان سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں ہوا۔ لیکن ان ولی اللہ کا کہنا نہیں مانتا، ان کی تعلیم پر کان نہیں دھرتا، ان کے ارشادات کو قطعاً نہیں سنتا، زبان سے ان کی تعریف میں آسمان اور زمین کے قلابے ملاتے ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم کے مطابق جو شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ سنتوں پر عمل کرے وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے۔ ایسا شخص مسجد میں شیخ جیلانیؒ کی تعلیم کے مطابق نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اگر پڑھے اور سنتیں بجا لائے تو وہ جگہ پلید ہو جاتی ہے۔ پانی سے اس جگہ کو دھلایا جاتا ہے۔ خوب مانا ان مولویوں نے شیخ جیلانیؒ کو اور خوب ہی مانا قطب الاقطاب کو

مسلمان بھائیو یاد رکھو! جو بات رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو جائے، اس کو سینے سے لگا لو۔ اس پر عمل شروع کر دو، یہ خیال مت کرو کہ اگر ان سنتوں پر عمل کرنے لگ گئے تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے ۔۔۔ برادری کیا نام رکھے گی۔ سنیئے! مسلمان وہ ہے جو اپنی خواہش، ارادے، آرزو اور خیال کو حضورؐ کے قول و فعل پر قربان کر دے۔ لوگوں کے طعنے الهنے کی پروا نہ کرتے ہوئے سننِ ھدیٰ کو اپنا لے۔ چنانچہ حضورؐ پُر نور ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

"تم میں کوئی (پورا) مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ ہو خواہش

اس کی تابع اس چیز کے کہ میں لایا ہوں اسکو (یعنی شریعت)"
مطلب یہ ہوا کہ جب تک خواہشات کو حضورؐ کی شریعت کے تابع نہ کیا جائے ہر مانع کو ٹھکرا کر آپ کی سنت پر عمل نہ کیا جائے۔ یاروں دوستوں، برادریوں کی عار کے "بت" کو توڑ کر حضور سید وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک کی شمع کو نہ جگایا جائے اس وقت تک مسلمان نہیں بنا جا سکتا۔

اِسلام کی حدبندی

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ ط (رواہ فی الموطا)

مالک بن انس رضؓ بطریقِ ارسال روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے، ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت"

اس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا: کہ اسلام محدود ہے قرآن اور حدیث میں، یعنی اسلام نام ہے قرآن اور حدیث کا — ان دونوں چیزوں کے سوا تیسری کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اسلام کہا جائے۔ پھر جو علماء قرآن اور حدیث کے سوا — بغیر سند اور دلیل کے آپ گھڑ کر مسئلے بناتے ہیں وہ ہرگز اسلام نہیں ہے

شریعت کی چیز نہیں ہے اور وعظ سننے والوں کو خوب ہوشیار رہ کر وعظ سننا چاہیئے۔ انہیں غور کرنا چاہیئے کہ واعظ اور خطیب جو کچھ سنا رہا ہے وہ قرآن اور حدیث پڑھ کر سنا رہا ہے یا اکاذیب واہانی بیان کر رہا ہے؟ اگر قرآن اور حدیث سے وعظ کر رہا ہے تو بڑے ادب سے ہمہ تن گوش ہو کر سنیں اور عمل کریں اور اگر خرافات سنا رہا ہے تو اس مسموم فضا سے اٹھ کر چلے جائیں:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ ع)

"پس مت بیٹھ پیچھے (حق) یاد آنے کے ظالم لوگوں کے پاس۔"

ایسا مولوی، واعظ، خطیب ظالم ہے جو قرآن اور حدیث سے باہر جاتا ہے، بے سند قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے حضور فرمائیں: عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشکوٰۃ)

"میری حدیثوں اور سنتوں کو مضبوط دانتوں کیساتھ پکڑے رکھو"

یعنی میری حدیثوں پر جم جاؤ۔ صرف ان ہی پر عمل کرو اور یہی لوگوں کو سناؤ لیکن بجائے دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑنے کے جو عالم واعظ اپنے بیان میں حدیثوں اور سنتوں کو ترک کر کے ادھر ادھر کی کہانیاں سنائے، کتاب و سنت کے خلاف قصے بیان کر کے لوگوں کو — مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ کی شاہراہ سے ہٹائے، اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟

اسلام میں فرقہ بندی

شاہراہِ بہشت کی نشاندہی کے تحت آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ حضورؐ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے داہنے اور بائیں کئی ترچھی لکیریں کھینچیں۔ پھر درمیانی لکیر پر دستِ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ راہ اللہ کی ہے اور ترچھی راہوں کو شیطانوں کی راہیں فرما کر یہ آیت پڑھی:

وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۚ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (پ۸ ع ۶)

اور (خدا نے فرمایا) کہ یہی (پیغمبر کی تابعداری) ہے، راہ سیدھی میری، پس چلو اسی پر، اور مت چلو اور راہوں پر، کہ (یہ راہیں) تم کو خدا کی راہ سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دینگی یہ بات (نصیحت) کی ہے کہ حکم دیتا ہے خدا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم (جہنم سے) بچ جاؤ۔"

سیدھی راہ کا مطلب

اس آیت میں خدا نے فرمایا: ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا: "یہ ہے راہ میری سیدھی"۔ یعنی میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میری سیدھی راہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ راہ عمل سے بنتی ہے

خدا تعالےٰ نے دنیا میں آکر کوئی عمل کرکے نہیں دکھایا ــــــــــ نہ

نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ حج کیا، نہ زکوٰۃ دی۔ تمدنی، معیشی، معاشرتی زندگی نہیں گزاری کہ اس کی عمل سے راہ بنتی اور اس راہ پر ہم چلتے ۔۔۔ یاد رکھیں کہ اللہ واحد القہار، ہمارا حقیقی مالک اور احکم الحاکمین ہے۔ وہ صرف حکم دینے والا ہے، اور بندوں ۔۔۔ اس کے عاجز غلاموں پر اس حکم کا بجا لانا فرض ہے۔ اس نے اپنے احکام کی بجا آوری کے طریقے بتانے کے لئے اپنے بندوں بشروں میں سے ہی رسول منتخب کئے۔ ان رسولوں پر بذریعہ وحی اپنے احکام نازل فرمائے اور رسولوں ہی کو اپنے حکموں پر چلنے کا طریقہ بتایا پھر امتوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے حکموں کی تعمیل رسولوں کے طریقے پر کریں۔ پس وہ رسولوں کا طریقہ ہی خدا کی سیدھی راہ ہوئی۔

تو مطلب یہ ہوا کہ آیۂ مذکور میں خدا کی سیدھی راہ سے مراد ۔۔۔ حضرت **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری، حضور کا عمل، حدیث اور سنت ہوئی۔ خوب سمجھ لیں!

فَاتَّبِعُوْهُ ۔۔۔ پس چلو اسی میری سیدھی راہ پر"۔ یعنی میرے پیغمبر کی تابعداری کرو، اس کی راہ عمل پکڑو ۔۔۔ اس کے قدم پر قدم رکھو، ہوبہو اس کے طریقے کے مطابق میرے حکموں کو بجا لاؤ ۔۔۔ میرے رسولؐ کے **قول اور فعل کو میری سیدھی سڑک** **بہشت** میں پہنچانے والی راہ جانو!

لہ معاذ اللہ خدا تعالےٰ ان باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ یہ غلاموں کے فرائض ہیں جو ان کے مالک حقیقی نے ان پر عاید کر رکھے ہیں۔ (محمد صادق)

اگر ہم ایمانداری سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ صراطِ مستقیم ایک ہی راہ ہے اور وہ حضورؐ کی سنت اور حدیث ہے۔ جس راہ پر آپ چل گئے ہیں وہی بہشت کی راہ ہے اور سوائے اس راہ کے کوئی راہ نجات نہیں ہے۔ کسی اُمتی کا ذاتی قول و فعل خدا کی راہ نہیں ہو سکتی، دین میں حجت نہیں!

ترچھی راہیں

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ـــ "اور مت چلو ٹیڑھی راہوں پر" یعنے راہ رسول کے سوا اور راہوں پر نہ چلو۔ یہ ارشادِ خداوندی ہے: کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کے سِوا کسی اور کے قول و فعل پر عمل نہ کرو ـــ سبیلِ رسولؐ کے سِوا جتنی اور راہیں ہیں یہ سیدھی راہیں نہیں ہیں۔ خدا کے پاس پہنچانے والی نہیں ہیں۔

مسلمانوں کو آنکھیں کھول کر دین کی بات پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ بات فرمودۂ رسولؐ ہے ـــ فعلِ رسالت مآبؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہ صراطِ مستقیم ہے، سیدھی راہ ہے۔ اور اگر کسی امام یا پیر وغیرہ کی گھڑنت ہے، ایجاد بندہ ہے تو وہ ٹیڑھی راہ ہے ـــ اِس سے بچنا چاہیئے ـــ جب خدا نے حکم دے دیا کہ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ (خبردار! سبیلِ رسولؐ کے سوا) اور سبیلوں، راہوں پر نہ چلنا تو مسلمان وہ ہے جو خدا کا حکم مان کر دین میں صرف حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر ہی چلتا ہے اور بڑی چھان بین سے ہر امر میں طریقۂ رسولؐ ہی اختیار کرتا ہے۔ جب حضور کے طریقے کے سوا اور طریقوں پر

چلنے میں برائی اور قباحت تھی تو اسی لئے خدا نے دوسرے تمام طریقوں اور راستوں سے روک دیا۔ پھر آگے دوسرے طریقوں اور راہوں پر چلنے کے بُرے انجام سے آگاہ فرمایا :

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ـــ یہ (دوسری راہیں) تم کو خدا کی راہ (یعنی پیغمبرؐ کے طریقے) سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دینگی"۔ یعنے طریقۂ رسولؐ کے سوا اور طریقے تم کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیں گے۔ سیدھی راہ سے جُدا کر دیں گے۔ دوسری راہیں فرقے بندیاں پیدا کر دیں گی، تمہیں گروہ گروہ بنا دیں گی۔ تم پر افتراق و انشقاق کی بربادیاں لائیں گی۔ ان راہوں پر چل کر تم تتر بتر، منتشر اور پراگندہ ہو جاؤ گے۔ خبردار! خبردار!! ـــ اور راہوں، راستوں، طریقوں اور سبیلوں سے بچو، چنانچہ خدا نے فرمایا :

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

"یہ بات (کہ اور راہوں سے بچو، طریقۂ رسولؐ کے سوا تمام طریقوں سے کنارہ کش رہو) نصیحت کی ہے۔ خدا تم کو اس (نصیحت) کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ (**اس پر عمل** کرکے جہنم کی آگ سے) بچ جاؤ"۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ طریقۂ رسولؐ کے سوا دین میں دوسروں کے مغائرِ حدیث طریقوں پر عمل کرنا گمراہ ہونا ہے۔ حدیث اور سنت کے مقابلہ میں دانستہ انہیوں کی ماننا انجام کار عاقبت برباد کرنا ہے!

اب اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ کون خدا کی راہ ـــ خدا کے پاس پہنچانے والی راہ ـــ یعنی راہِ رسولؐ پر ہے اور کون دوسری ممنوعہ

راہوں پر ہے ؛ تو اس کی پہچان یہ ہے کہ جو شخص حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت پر عمل کرتا ہے ۔ آپ کے طریقے پر چلتا ہے ؛ وہ راہِ رسول پر گامزن ہے اور جو دینیات اور مسائل میں حدیث اور سنت کو ترک کر کے امتیوں کے بنائے ہوئے طریقوں پر چلتا ہے وہ یقیناً دوسری راہوں پر چلنے والا ہے ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ ط (ترمذی)

"جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا (قولی یا فعلی) حکم نہ ہو تو وہ (عمل خدا کے نزدیک) مردود ہے ۔"

حضورؐ کے اس ارشاد سے معلوم ہو گیا کہ اگر ہم اپنے عملوں کو خدا کے ہاں مقبول بنانا چاہتے ہیں اور ان کے ذریعہ نجات کے خواہاں ہیں ، تو ہمیں صرف وہی عمل کرنے چاہئیں جو حضورؐ نے کئے ہوں یا کرنے کا ارشاد فرمایا ہو اور اگر ہم نے ایسے عمل کئے جو نہ حضورؐ نے کئے ، اور نہ کرنے کا حکم دیا تو یہ عمل مردود ہوں گے ۔ حشر میں ان کی کوئی قیمت نہ ہو گی ۔

پس جو شخص صحیح سند کے ساتھ حضورؐ کے طریقے پر عمل پیرا ہے وہ خدا کی راہ پر ہے اور جو حضور کے طریقوں کے خلاف اور طریقوں کو اپنائے ہوتے ہے وہ سیدھی راہ سے بھٹک کر فرقہ بندی کی راہ پر چلتا ہے ۔ خوب یاد رکھیں کہ سنت اور حدیث کے مقابلہ میں تمام طریقے ، راستے اور مسلک اسلام کے اندر فرقے بندیاں ہیں ، گروہ سازیاں ہیں ؂

ہو بہو طریقہ رسولؐ پر چلنے کا حکم!

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَ لَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَ كَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقٰكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ وَ اُصَلِّيْ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (بخاری ۔ مسلم)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کی خدمت میں (حضورؐ کی عبادت کا حال پوچھنے کے لئے) حاضر ہوئے۔ جب انھیں عبادت کی خبر دی گئی، گویا کم جانا اس کو، پھر (صحابہؓ) آپس میں کہنے لگے کہاں ہیں ہم بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے! بے شک خدا نے حضورؐ کے پہلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے۔ (یعنی کہاں ہم گنہگار اور کہاں حضورؐ مغفور و معصوم! پھر آپؐ بہت زیادہ عبادت کریں اور ہم بہت کم) پس ان میں سے ایک نے کہا

ہیں تو تمام رات نماز ہی پڑھا کروں گا ہمیشہ ۔ دوسرا بولا میں تو دن کو روزہ ہی رکھا کروں گا ہمیشہ اور افطار نہ کروں گا ۔ تیسرے نے کہا : میں الگ رہوں گا عورتوں سے اور نکاح نہ کروں گا ہرگز ۔ حضورؐ (کو جب خبر ہوئی تو) ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا : ایسا اور ایسا تم نے کہا تھا ؟ خبردار ! قسم ہے خدا کی میں البتہ بہت ڈرتا ہوں خدا سے بہ نسبت تمہارے اور بہت تقویٰ کرتا ہوں واسطے اللہ کے بہ نسبت تمہارے ۔ لیکن (باوجود اتنے ڈرنے اور اتنے تقویٰ کے) میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں ۔ نماز بھی پڑھتا ہوں رات کو اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں عورتوں سے ۔ (خبردار) جس نے اعراض کیا میرے طریقے سے ، پس نہیں ہے وہ مجھ سے "۔

سُنّت پر زیادتی !

غور فرمایا آپ نے کہ تین شخص ، حضرت علی رضؓ ، عثمان بن مظعونؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ حضرت انور کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضورؐ کی عبادت کا حال دریافت فرماتے ہیں ۔ امہات المومنین رضؓ ان کو جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ، اذکار اور یاد الٰہی کی کیفیت بتاتی ہیں ۔ یہ حضرات اپنی عبادات کے ساتھ حضور انورؐ کی عبادتِ شاقہ کا موازنہ کر کے ڈرتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں حضورؐ معصوم کی اتنی بڑی عبادت ــــ اور کہاں ہم گنہ گاروں کی اتنی کم! پھر باہم مشورہ کرتے ہوئے تمام رات ہمیشہ نماز پڑھتے رہنے، دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرنے، عورتوں سے الگ تھلگ رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم اطلاع پاکر موقع پر پہنچ جاتے ہیں اور از راہِ تنبیہہ فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا، اور تقویٰ کرنے والا، روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پھر تم کون ہو افطار، نیند اور نکاح سے باز رہنے والے میرے طریقے کے سوا انوکھے طریقے پر چلنے والے! سُنو! اچھی طرح سُنو! یاد رکھو! بھولنا نہیں کہ جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا، قدم اِدھر اُدھر رکھا تو وہ مجھ سے نہیں یعنی میری جماعت سے نہیں مَا اَنَا عَلَیْہِ کی شاہراہ پر نہیں۔ میرا طریقہ الگ، اس کا طریقہ الگ۔ الگ طریقے والا میرے طریقے سے بھٹکا ہوا ہے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ صحابہؓ نے جن باتوں پر عمل کرنے کے لئے عہد کیا تھا: وہ باتیں بھی تو عبادت ہی سے تھیں لیکن سُنت پر زیادتی تھی۔ یہ زیادتی رسُول رب العالمین کو گوارا نہ ہوئی۔ حضورؐ سنت پر بیشی کی وجہ سے ناخوش ہوئے اور چاہا: کہ سولہ آنے پورے میرے طریقے پر چلیں۔ پھر غور کریں کہ جب سُنت سے بال برابر اِدھر اُدھر ہونے کی اجازت نہیں ہے تو سُنت اور حدیث کو بالائے طاق رکھ کر ــــ جو لوگ

غیر مسنون طریقوں پر عمل کر رہے ہیں یا بعض حدیث کو ترک کر کے اقوالِ رجال پر چل رہے ہیں۔ سوچئے کہ انکی عبادتیں اور عمل کس طرح قبول ہوں گے اور یہ لوگ قیامت کو کیونکر خدا کے سامنے پیش ہوں گے!

ہمیشہ کا روزہ، روزہ نہیں!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ہر روز روزہ رکھتے اور ہر شب قیام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَ اَفْطِرْ : ایسا نہ کرو: روزہ رکھو اور افطاری بھی کرو۔ قُمْ وَ نَمْ : قیام کرو اور سو بھی رہو یعنی روزمرہ۔ متواتر ہمیشہ نہ روزے رکھو، اور نہ تمام شب ہمیشہ قیام کرو!

فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا : کیونکہ تمہارے بدن کا تم پر حق ہے۔" یعنی بدن کو اتنی مشقت میں نہ ڈالو مبادا بیمار ہو جاؤ، ہلاک ہو جاؤ۔

وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا : اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے" یعنی سویا بھی کرو تاکہ آنکھوں کو راحت اور آرام پہنچے۔

وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا :" اور تمہاری بی بی کا تم پر حق ہے۔" یعنی اس کے ساتھ بیٹھو، باتیں کرو، اس کا دل بہلاؤ، جنسی تعلقات نبھاؤ۔

وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا: "اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے"۔ یعنی اس کی خاطر داری کرو، اس سے باتیں کرو اس کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ایسا نہیں چاہیئے کہ تمھارے گھر مہمان آیا ہو، اور تم سارا دن علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر وظیفہ پڑھتے رہو

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو بن عاص (سنو!)

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ: "نہ روزہ رکھا جس نے روزہ رکھا ہمیشہ"۔ (بخاری شریف)

یعنی متواتر ہر روز ہمیشہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کا کوئی روزہ نہیں! ایسے روزوں کا کوئی ثواب نہیں۔ خدا ان سے خوش نہیں، یہ محض فاقے ہیں،

اس سے ثابت ہوا کہ نیکی وہ ہے جو بالکل سنت کے مطابق ہو، حضورؐ کے طریقے پر ہو۔ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اپنی پہلی فرصت میں تمام دینی کاموں کا جائزہ لینا چاہیئے کہ سب کام سنت کے مطابق ہو رہے ہیں۔ اگر سنت کے مطابق، عین حدیث پاک کے برابر ہو رہے ہیں تو یقین کریں کہ خدا راضی ہے اور بہشت کا سامان ہو رہا ہے۔ اور اگر دینی امور بطریق مسنون انجام نہیں پا رہے: تو ان کا کوئی اجر نہیں، ثواب نہیں، محض تضیع اوقات ہے اور خدا کی گرفت اور پرسش اس پر سوا ہے!



کالی بھجنگ نماز

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ : نماز ٹھیک اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

اس فرمانِ پاک سے معلوم ہوا کہ نماز ہو بہو طریقۂ نبوی کے مطابق ہونی چاہیئے۔ حضورؐ کے قاعدے ، ضابطے اور شکل وصورت کے موافق ہونی چاہیئے پھر نماز قبول ہوگی اور فرضیت کا بوجھ سر سے اترے گا اور اگر بے قاعدہ نماز پڑھی جائے گی تو خدا قبول نہیں کریگا بلکہ وہ نماز نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق ہو جائے گی ۔ چنانچہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے قاعدہ نماز کی بابت ارشاد فرماتے ہیں :

مَنْ صَلَّاهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يُسْبِغْ وُضُوْءَهَا وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُهٗ ۔ (ترغیب ترہیب)

"جس شخص نے نماز کو اس کا اول وقت ٹال کر (عمدًا آخیر وقت) پڑھا ، اوراس کا وضو بھی سنوار کر نہ کیا اور دل کو بھی حاضر نہ رکھا اور رکوع اور سجدہ کو (مع قومہ جلسہ) خوب تسلی اور اطمینان سے پورا نہ کیا ، تو جب وہ نماز رخصت

ہوتی ہے تو کالی بھجنگ ہوتی ہے (یعنی نور اور برکت سے خالی ہوتی ہے) پھر وہ نماز اس نمازی کو کہتی ہے جسطرح تو نے مجھے برباد کیا ہے، خدا تعالےٰ اسی طرح تجھے برباد کرے، یہاں تک کہ جب تھوڑی سی اونچی ہوتی ہے: جس قدر کہ اللہ کو منظور ہو پھر (فرشتے) اس نماز کو چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مار دیتے ہیں۔"

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز بڑے آرام سے ادا فرماتے تھے۔ رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ بڑے اطمینان سے پورا کرتے تھے، دو سجدوں کے درمیان آرام سے بیٹھتے تھے۔ رکوع کے بعد کمر سیدھی کر کے کھڑے ہوتے تھے۔ تقریباً رکوع جتنی دیر قومہ میں لگاتے تھے۔

یاد رہے کہ جو شخص نماز اس طریقۂ رسول کے مطابق نہیں پڑھتا۔ جلدی جلدی کرتا، ٹھونگیں مارتا، قومے، جلسے، رکوع، سجدہ کو نہایت عجلت سے برباد کرتا ہے۔ ایسی نماز چیتھڑوں میں لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ وہ نکمی، ناقص اور ناتمام نماز اس نمازی کی بربادی کی دعا کرتی ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہی عبادت خدا قبول کرتا ہے۔ اسی نیکی کو مثمر فرماتا ہے جو طریقۂ رسول پر ہو۔

کلمہ سوچ کر پڑھیں!

آپ کلمہ پڑھتے ہیں ــــ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اس کلمہ کے دو حصے ہیں: پہلے حصہ میں توحید کا اقرار اور دوسرے

حصہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ماننا دل کی تصدیق کے ساتھ - ہمیں چاہیئے کہ کلمہ سوچ کر پڑھیں - اس کلمہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف اللہ پر ایمان لے آؤ کہ اس کی ہستی ہے اور بس - یعنی صرف ہستی کا اقرار مقصود ہے - یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرتِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تمام مشرک مانتے تھے - قرآن کہتا ہے :

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ (پ ۲۱ ع ۲)

"اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے، کون اتارتا ہے آسمان سے پانی، پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو پیچھے اس کی موت کے، البتہ کہیں گے اَللّٰہ"

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ (پ ۲۱ ع ۱۲)

"اور اگر پوچھے تو ان سے: کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو، البتہ کہیں گے (مشرک) اللہ نے "

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (پ ۲۵ ع ۷)

"اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے، کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو، تو البتہ کہیں گے پیدا کیا ہے ان کو عزت والے، علم والے (اللہ) نے"

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (پ۲۵ ع ۱۳)

"اور اگر پوچھے تو ان (مشرکوں) سے، کس نے پیدا کیا ہے ان کو۔ البتہ کہیں گے اللہ نے۔ پھر (غیر اللہ کو پکارتے ہوئے) کدھر بہکے جا رہے ہیں"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مکہ کے مشرک کافر سب اللہ کو مانتے تھے۔ اسی کی ہستی کا اقرار کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ان کی مخالفت اور معاندت کی کیا وجہ تھی؟ سنئیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا:

اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاتْرُکُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی

لوگو! اقرار کرو۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور چھوڑ دو لات اور عزّیٰ کو۔"

پہلے نفی پھر اثبات

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت رسول اللہ ان کو توحید کا پیغام دیا۔ یعنی فرمایا کہ جن جن کو تم نے رکوع، سجدے، قیام، طواف نذر، نیاز کے لائق سمجھ رکھا ہے جنھیں تم دور و نزدیک سے پکارتے ہو۔ حاجت روا، مشکل کشا، حاضر ناظر جانتے ہو، خدائی کاموں میں دخیل و شریک مانتے ہو، یہ سب چھوڑ دو! جب تم یہ مشرکانہ عقیدے چھوڑ کر اللہ کو مانو گے، تو پھر اللہ کا ماننا صحیح ہوگا۔ عقیدۂ توحید کے ساتھ ماننا ہوگا۔

غور کیا آپ نے ! کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان سے انکار کروانا چاہا۔ ہر غیر اللہ کی نفی چاہی۔ اس نفی کے بعد اثبات چاہا۔ گویا نفی پہلے ہے، اثبات پیچھے ہے۔ جب تک پہلے جمادات، نباتات اور حیوانات میں مانے ہوئے معبودوں کا سر لَا کی تلوار سے قلم نہ کیا جائے، اس وقت تک اَللہ کا اثبات و اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مشرکینِ مکہ پہلے نفی نہیں کرتے تھے۔ لَاإِلٰهَ نہیں کہتے تھے صرف اللہ اللہ پکارتے تھے اور اللہ کے ساتھ اس کی ذات اور صفات میں اوروں کو شریک کرتے تھے۔

وہ اپنی کھیتی باڑی میں اللہ کا حصہ نکالتے تھے۔ چارپایوں سے بھی خدا کے نام کی نذر نیاز دیتے تھے، لیکن ساتھ ہی غیر اللہ کے حصے سے نذر نیاز بھی نکالتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا ج (پ ۸ ع ۳)

اور ٹھہرایا انھوں (مشرکوں) نے واسطے اللہ کے اس چیز سے کہ پیدا کیا ہے کھیتوں سے اور جانوروں سے ایک حصہ، پھر کہا انھوں نے یہ واسطے اللہ کے ہے ساتھ گمان اپنے کے اور یہ واسطے ہمارے (مقرر کردہ) شریکوں کے ہے۔"

یعنی خدا کے پیدا کئے ہوئے اناج، پھل، سبزیوں سے اور اونٹ گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ سے ایک حصہ خدا کا بھی ٹھہراتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو خدا کا ہے۔ اور اتنا ہمارے ان مقربانِ بارگاہِ ایزدی کا ہے۔ جن کو ہم نے شریکِ خدائی

مان رکھا ہے ۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا :

"(کیا ہی) بُرا حکم (تقسیم کا) ہے جو (مشرک) لگاتے ہیں" (پ ع ۳)

مشرکین کا حج

وہ لوگ حج بھی کرتے تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرفات کے میدان میں بلند آواز سے یوں لبیک پکارتے تھے :

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ ۔

"حاضر ہیں ہم اے اللہ ہمارے ! ہم حاضر ہیں ، ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے ان شریکوں کے کہ جنکا در اصل تو ہی مالک ہے ۔ خود ان کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کا اختیار تو نے انہیں دے رکھا ہے" (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب مشرکین لَا شَرِيْكَ لَكَ تک پہنچتے ، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے : قَدْ ، قَدْ بس کرو ، بس کرو ۔ یہیں رک جاؤ ۔ یعنی لَا شَرِيْكَ لَكَ کہکر اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ نہ کہو ۔

سفارش کا عقیدہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیئس برس تک مشرکین مکہ کا جھگڑا ، تنازعہ اور لڑائی محض اس وجہ سے تھی کہ وہ نفی کے بغیر

اثبات کے قائل تھے، اور حضورؐ پہلے ان سے نفی کرا کر پھر اثبات چاہتے تھے۔ وہ غیر اللہ کے انکار کے بغیر اللہ کا اقرار کرتے تھے۔ لیکن حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے اقرار سے قبل غیر اللہ کے انکار کا مطالبہ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے غلط طریقے کو نہ چھوڑا۔ اللہ کو مانا، ضرور مانا — اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کی عبادت بھی کی۔ اسکے نام کے صدقات وخیرات بھی دیئے، اس رضا کے لئے قربانیاں بھی کیں، حج بھی کئے۔ اللہ کا نام لے لے جئے، پر لَآ اِلٰہَ نہ کہا۔ یعنی یہ اعتقاد نہ رکھا کہ اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ کسی کو اس کے اقتدار، اختیار اور تصرف میں دسترس حاصل نہیں بلکہ وہ مقربانِ بارگاہِ ایزدی کے متعلق یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا نے ان کو اختیار دے رکھے ہیں۔ وہ حاجت روا اور مشکلکشا ہیں۔ روٹھے خدا کو منا سکتے ہیں۔ اس کی نازل کردہ بلائیں ٹال سکتے ہیں، وہ خدا کے پاس ان کے سفارشی[1] ہیں اور خدا کے مقرب ہونے کی وجہ سے اپنے مریدوں، معتقدوں اور نازروں کو خدا کا مقرب[2] بنا دینے پر قادر ہیں۔ خدا کے درباری اپنے پجاریوں کو بھی اس کا درباری بنا سکتے ہیں اور کوئی بھی خدا کے پاس بغیر خدا کے پیاروں کی

---

[1] وَيَقُولُونَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ اور کہتے ہیں (مشرکین مکہ) یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (پ۱۱ ع ۷)

[2] مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ ہم تو ان (اللہ کے پیاروں) کی پوجا پاٹ (نذر نیاز وغیرہ) صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔ (پ۲۳ ع ۱۵)

سفارش، طفیل اور وسیلے کے نہیں پہنچ سکتا۔ وہ برملا کہتے تھے ؎

دیتے دلاتے سبھی کو یہی ہیں

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کیوں نفی کے بغیر اثبات کے قائل تھے۔ کیوں لَآ اِلٰہَ نہیں کہتے تھے، کیوں غیر اللہ کا انکار نہیں کرتے تھے اور صرف اللہ اللہ جپتے تھے ___ اس لئے کہ وہ خدا تعالے کے "گماشتوں" اور "ایجنٹوں" کے قائل تھے اور لَآ اِلٰہَ کے اقرار سے تمام قسم کے گماشتوں اور ایجنٹوں کا صفایا ہو جاتا تھا۔ وہ حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جسطرح حضورؐ انہیں کلمہ پڑھاتے تھے وہ کلمے کو اس طرح سوچ سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ سمجھ کر اس کلمہ کو پڑھتے اور اعتقاد رکھتے ہیں، جس طرح حضورؐ نے انہیں تعلیم دی ہے اور کلمے کا مفہوم بتایا ہے۔

بعض مسلمانوں کے مشرکانہ عقیدے

بیشک مسلمان زبان سے اقرار کرتے ہیں : لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ___ یعنی پہلے لَآ اِلٰہَ کہہ کر غیر اللہ کی زبانی نفی کرتے ہیں۔ پھر اللہ کو ثابت کرتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا وہ لَآ اِلٰہ کے اقرار کے ساتھ اعتقاداً اور عملاً بھی اس بات کا ثبوت دیتے ہیں :

کہ کوئی خدا کی ذات اور صفات میں شریک نہیں ہے ؟

کوئی خدا کا جزو اور حصہ نہیں ہے ؟

کوئی خدا کے خزانوں اور اسکے کاموں پر مختار نہیں ؟

کوئی حاجت روا، مشکلکشا اور اس کے پاس سفارشی نہیں ....

بلائیں ٹالنے، وبائیں ہٹانے، بگڑی بنانے، شفا بخشنے اور کوئی غم دور کرنے والا نہیں۔ اس کی قولی۔ بدنی۔ مالی عبادات میں کوئی ساجھا نہیں۔ کوئی حاضر ناظر۔ غیب جاننے والا نہیں؟

اگر ان سب باتوں کا جواب اعتقاداً اور عملاً نفی میں ہے تو لَآ اِلٰـہ کہنا درست ہے اور اس کے بعد اللہ کا اثبات مبارک ہے! ایسا معتقد **مسلمان موحّد** ہے اور اگر مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ کہتے ہیں ؎

پردۂ انساں میں آکر خود دکھانا تھا جمال
رکھ لیا نام محمّد تاکہ رسوائی نہ ہو

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شکل میں[1] خدا آیا — اسی مضمون میں یہ شعر بھی پڑھا جاتا ہے جو محافل اعراس کی زینت ہے

وہی جو مستوی عرش تھا خدا[2] ہو کر
اُتر پڑا مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

یعنی وہ خدا جس نے عرش پر قرار پکڑا، وہی مصطفےٰ بنکر مدینے میں آگیا۔ فرمائیے کیا ایسے لوگ توحید کے ماننے والے رہے؟ اُن کا

---

[1] عیسائیوں نے حضرت عیسےٰؑ کو خدا کہا۔ ہندوؤں نے اپنے بزرگ کرشن جی کو خدا کا اوتار کہا۔ یعنی خدا کرشن کی شکل میں آیا، اور مسلمانوں نے کہا: خدا خود رسولِ خدا بن کے آیا۔ کہیئے: تینوں کے کہنے اور عقیدے میں کیا فرق ہوا؟ افسوس مسلمانوں نے توحید کو برباد کر دیا۔

[2] جنگ اُحد میں خدا کا دانت شہید ہوا تھا یا حضور سید البشر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ بعد از خدا بزرگ ذات کا؟

لہٗ اللہ کہنا غلط نہ ہوا۔ پھر مسلمان ہی جھوم جھوم کر پڑھتے اور سنتے ہیں ؎

پیراں دیا پیرا کر دے دور مجبوریاں!
لایاں نوں بنّے جیہڑیاں رب نے روہڑیاں

"اے پیروں کے پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ! میری مجبوریوں کو دُور کر دے کہ تو نے انہیں بچا کر پار لگایا۔ جنہیں خدا نے ڈبو دیا تھا"

اب یہ اعتقاد بھی مسلمانوں ہی کا ہے کہ جن کو خدا ڈبونے کا ارادہ کر کے ڈبو دے۔ پیر جیلانی انہیں پار لگا دیتے ہیں، بچا لیتے ہیں: پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ لَا اِلٰہ: کوئی معبود نہیں۔ حالانکہ ان کے قول کے مطابق پیر جیلانیؒ خدا سے بھی بڑے معبود ہیں۔ خدا سے بڑھکر قدرت رکھتے ہیں کہ خدا ڈبوتا ہے اور یہ تِرا(بیڑا) تے ہیں۔ مکّے کے لوگ

لہٗ ایک بے سر و پا کہانی بھی حضرت پیر جیلانیؒ کے متعلق مشہور کر رکھی ہے کہ انہوں نے بارہ برس کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے نکالا تھا۔ کہانی یہ ہے کہ:۔ ایک عورت کا ایک بیٹا تھا اسکی شادی کی برات گئی۔ جب بارات دریا عبور کر رہی تھی تو طغیانی آگئی اور وہ بارات ڈوب گئی۔ ساتھ ہی دولہا بھی ڈوب گیا۔ وہ عورت بارہ برس تک روتی رہی۔ آخر حضرت پیر جیلانیؒ کے پاس گئی۔ انہوں نے اس بڑھیا کے حال پر ترس کھا کر کہا: مائی! نہ رو! جا کر ہماری گیارھویں پکا: تیرا بیٹا زندہ ہو جائے گا — اس عورت نے حضرت پیر کی گیارھویں پکائی تو بارہ برس کا ڈوبا ہوا بیڑا دریا سے نکل آیا۔

اب ملائیت کہتی ہے کہ جو لوگ اپنی جان، مال، اولاد کی خیریت چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو پیر صاحبؒ کی گیارھویں کی نیاز دیا کریں۔ (افسوس ع روٹی کی خاطر ایک جھوٹی کہانی گھڑی اور گیارھویں کو مسلمانوں میں رواج دے دیا ؎ حالانکہ خاص بغداد کے اندر کوئی گیارھویں کا نام تک نہیں جانتا اور نہ دنیا میں کہیں دی جاتی ہے۔

لَآ اِلٰہ نہیں کہتے تھے کیونکہ ان کے اعتقاد میں اَللّٰہ کے سوا اور معبود تھے۔ لیکن مسلمان اپنے اعتقاد اور عمل میں اللہ کے سوا اور معبود، رکھتے ہوئے لَآ اِلٰہ کہتے ہیں۔ یہ کلمے سے زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسا گندہ عقیدہ تو مکے کے مشرکوں کا بھی نہیں تھا کہ کوئی غیر اللہ اَللّٰہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے تھے:

"خداوندا! تیرے شریک (جو ہم نے بنا رکھے ہیں) وہی ہیں جن کا در اصل تو مالک ہے خود ان کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کا تو نے اختیار انہیں دے رکھا ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر)

یعنی مشرکین مکہ جن غیر اللہ سے عقیدت اور ارادت رکھتے تھے، انہیں بھی، اور ان چیزوں کو بھی جن پر ان کا اختیار جانتے تھے۔ خدا کی ملکیت جانتے تھے۔ لیکن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی عقیدت اور

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۴) ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ مسلمان ڈرتے گیارھویں کا ختم دلاتے ہیں کہ کہیں پیر صاحب ناراض نہ ہو جائیں اور پھر کوئی آفت نہ آجائے۔ واضح ہو کہ خدا کے نام پر دینا ایصال ثواب کی نیت سے درست ہے اس میں کسی کو کلام نہیں لیکن نذر لغیر اللہ کی صورت میں اس خیال سے دینا کہ اگر نہ دیا تو بزرگ ناراض ہو جائیگا اور کوئی تباہی آجائے گی اور نیاز دینے سے بزرگ کی خوشی رلیں پیلیں کر دے گی۔ سراسر ایمان برباد کرنا ہے۔ خدا کی قدرت اور اختیار غیر اللہ میں مان کر اسکے سوا معبود بنانا ہے۔ ہاں تو یہ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات، درست ہیں لیکن کسی بزرگ کے متعلق ایسا واقعہ خود گھڑنا، بتانا، سنانا جو وقوع میں ہی نہیں آیا کذب بیانی اور جھوٹ کہلاتا ہے اور اسلام اکاذیب کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا۔ منہ

ارادت رکھنے والے مسلمان کہتے ہیں۔ خدا جس کو ڈبوتا ہے، پیر صاحب اُسے ترانتے ہیں۔ گویا پیر صاحب کا معاذ اللہ خدا مالک نہ ہوا۔ مالک ہوتا تو اس کا ارادہ کامیاب ہو جاتا، کوئی اسکے ارادے کو نہ ٹالتا۔ اللہ ڈبوئے اور بندہ ترائے! یہ ہیں کلمہ پڑھنے والے مسلمان جو کلمہ کے مطلب کو نہیں جانتے۔ آہ! ع

نہ تخمِ لاالٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو یوں بھی پکارا جاتا ہے۔

امداد کن، امداد کن از بندِ غم آزاد کُن!

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

ہزاروں کوس سے حضرت شیخ جیلانی رح کو پکارنا اس اعتقاد سے کہ وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں، ایک خام خیال ہے، بے بنیاد بات ہے۔ اس پر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ (پ ۲۲ ع ۱۵)

"اور نہیں ہیں برابر زندے اور مُردے۔ تحقیق اللہ سُنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور (اے پیغمبر!) جو لوگ قبروں میں (مدفون) ہیں۔ تم ان کو (اپنی باتیں) نہیں سُنا سکتے۔"

---

[1] حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفع غم کے لئے اللہ سے التجا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّي الْھَمَّ وَالْحُزْنَ (حصن حصین) یا اللہ! تو دور کر مجھ سے فکر اور غم۔ مسلمان اہل سنت کا فرض ہے کہ حضورؐ کی سنت پر چل کر وہ بھی دفع غم کے لئے اللہ ہی سے دعا کرے۔ (محمد صادق)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت سرورِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ قبور کو نہیں سُنا سکتے۔ جب حضورؐ نہیں سُنا سکتے تو اور کون ہے جو سُنا سکتا ہے۔ پھر اہلِ قبور کو سنانے کے لیئے پکارنا سراسر بے کار اور بے سُود ہے، اور قرآنی آیت کے خلاف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝ (پ۲۰ ع۱)

"بھلا کون ہے جب کوئی شخص (بیقرار ہوکر) اس سے فریاد کرے۔ وہ اس بے قرار کی فریاد[1] کو پہنچے اور (اس کی) مصیبت کو ٹال دے۔[2] (اور کون ہے جو) زمین میں تم کو (اپنا) نائب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ نہیں مگر) تم لوگ غور (اور فکر) کو بہت کم کام میں لاتے ہو۔"

اس آیت میں خدا نے فرمایا: وہ کون ہے جو بے قرار کی فریاد کو پہنچتا ہے اور اس کی مصیبت کو ٹالتا ہے؟ پھر جو بے قرار ہوکر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے فریاد کرتے ہیں۔ وہ لوگ کتنے جاہل اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں اور قرآنی تعلیم سے کس قدر بے خبر ہیں، اور اس بے خبری میں خدا کی صریح نافرمانی کرتے ہیں۔ خدا فرماتے:

---

[1] اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی غوث یعنی فریاد رس نہیں۔ دستگیر نہیں! حاجت روا مشکلکشا نہیں۔ مافوق الاسباب طور پر۔

[2] اس آیت سے ثابت ہوا کہ کوئی سوائے اللہ کے بلائیں ٹالنے، وبائیں ہٹانے، بگڑی بنانے اور شفا بخشنے والا نہیں ہے!

وَيَكْشِفُ السُّوْءَ ۔ اور کون مصیبت کو ٹال سکتا ہے ؟ یعنی سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے جو مصیبت کو ٹال سکے ۔ لیکن نادان کہتے ہیں "اے شیخ جیلانیؒ ! از بندِ غم آزاد کُن ! قیدِ غم سے چھڑاؤ !" ۔ یعنی مصیبت ٹالو ، مسلمانو ! سوچو تو ! کہ قرآن سے کتنا دُور ہو گئے ہو اور کس قدر کے حکم کے صریح خلاف چلتے ہو اور جو لوگ آپ کو اہلِ قبور سے استمداد کی یہ تعلیم دیتے ہیں وہ قرآن سے کتنی مغائر اور مخالف تعلیم دیتے ہیں ، کیا آپ کو توحید پیاری نہیں ؟ ایمان کی سلامتی درکار نہیں ؟

اسی آیت میں ارشاد ہوتا ہے : ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللهِ : کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے ؟ یعنی کوئی اور ایسا معبود ۔ فریاد رس ہے جو بے قرار کی فریاد کو پہنچے اور مصیبت ٹالے ؟ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی کی فریاد کو پہنچے ۔ اور مصیبت کو ٹالے ، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کو بیقراری میں پکارنا ، اس سے فریاد چاہنی ، اس کو اللہ کے ساتھ معبود بنانا ہے ۔ تو پھر جو لوگ حضرت شیخ جیلانیؒ کو مصیبت میں پکارتے ہیں اور ان سے فریاد کرتے ہیں وہ انہیں اللہ کے ساتھ معبود[1] بنانے والے ہیں ۔ جب اللہ کے ساتھ معبود بنا لیا تو ان کا لَآ اِلٰهَ کہنا غلط ہوا ۔ یعنی عملاً معبود بنا لینا اور زبان سے کہنا کوئی معبود نہیں :

---

[1] اللہ کے ساتھ معبود بنانا شرک ہے اور اس کی بڑی سخت سزا ہے ۔ جس سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں : اِنَّ اللهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ ۔ خدا تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا" (پ ۵ ع ۱۵)

لَآاِلٰہَ ــ کیا مذاق ہے ! مکّے کے مشرکوں کی پوزیشن کم از کم معقول تو تھی کہ وہ اللہ کے سوا معبود رکھتے تھے اس لئے لَآاِلٰہ نہیں کہتے تھے اور یہاں معبود بھی رکھتے ہیں اور لَآاِلٰہ بھی کہتے ہیں. کتنی غیر معقول بات ہے ، افسوس ! نہایت درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان بھائیوں نے کلمہ پڑھنے میں بھی راہِ رسُول اختیار نہیں کی !

ایک اور گروہ کہتا ہے ؎

وہ نورٌ علےٰ نور، نورِ علی ہے ــــ جبینِ نبوّت سے جو منجلی ہے

قسیم جنان و جہنم ہے یعنی ــــ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ علی رضؓ ہے

صاف الفاظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہہ دیا ہے ۔ حالانکہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ صرف اللہ واحد القہّار کی صفت ہے ۔

حضرت علی رضؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے خدا کی ہستی کا ثبوت پوچھا ۔ اُنہوں نے کہا ؛ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ : میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا ۔ یعنی میں بارہا ارادہ کرتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا لیکن وہ ارادہ پورا نہیں ہوتا ۔ معلوم ہوُا کہ اس ارادے کو توڑنے والی ایک ذاتِ برتر ہے اور وہ اللہ واحد القہار ہے پھر کیا کلمہ پڑھا مسلمانوں نے ؟ زبان سے کہا : لَآاِلٰہ : کوئی معبُود نہیں اور اس کے ایک ایسے بندے کو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہہ کر معبود بنا ڈالا ـــ جسے ایک ظالم نے بے خبری میں پاکر خنجر گھونپ کر شہید کر ڈالا ۔ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

خُدا کا حِصّہ مُقرّر کرنا

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (پ۲۵ ع۷)

"اور مقرر کیا اُنھوں (مشرکوں) نے حق تعالیٰ کے لئے اُسکے بندوں سے ایک جزو (حصّہ)

کافر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اولاد چونکہ باپ کا جزو حصّہ ہوتی ہے اس لئے خدا ان کے کفر کو بیان کرتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو خدا کی اولاد قرار دے کر خدا کا جزو اور حصہ بنا دیا، اور یہ اس کی ذات میں شرک ہے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو، اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہکر خدا کا جزو بنایا۔ یہ بھی کفر ہے۔ ان کفریہ باتوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔ اور کفر و شرک کی باتیں خدا نے بیان بھی اسی لئے کی ہیں کہ اُمّتِ محمدیہ ان سے بچے۔ نصیحت حاصل کرے۔ لیکن اُمّت کے سپوتوں نے برملا کہا۔ وعظوں کی مجلسوں اور منبروں پر سنایا: خدا نے اپنے نور میں[1] سے نور جُدا کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ

---

[1] یہ صریح کفر ہے کہ اللہ نے اپنے نور، غیر مخلوق میں سے کچھ جُدا کرکے حضورؐ کو بنایا۔ خدا فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (پ۱۱ ع۵) البتہ آیا تمہارے پاس رسول تمہاری جنس سے۔" ثابت ہوا کہ حضور انسانی جنس سے ہیں۔ نسلِ آدم سے ہیں اور آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کہتا ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (پ۳ ع۱۴) پیدا کیا خدا نے آدم کو مٹی سے" پھر اولادِ آدم میں سے ایک بشر سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم کو کہنا کہ وہ خدا کے نور سے جدا شدہ ہیں۔ خدا کے نور کا حصہ ہیں۔ یقیناً الحاد و کفر ہے۔ حضور انور سید ولد آدم بشر رسول اور سارے جہان کیلئے ہدایت کے نور تھے۔

وسلم کو بنایا۔ نُورٌ مِنْ نُورِ اللہ ۔ حضورؐ (معاذاللہ) اللہ کے نُور میں سے (جدا شدہ) ہیں ۔ اس افترا کا مطلب یہ ہُوا کہ حضورؐ اللہ کا جزو ہیں، معاذاللہ حصہ ہیں ۔ جب جزو اور حصہ ہوئے تو خدا کے شریک ہوئے ۔ جب شریک ہوئے تو (نعوذ باللہ) اِلٰہ ہوتے ۔ بتائیے! ایسا عقیدہ رکھنے والا کس مُنہ سے کہہ سکتا ہے لَآ اِلٰہَ: کہ اللہ کے سِوا کوئی اِلٰہ نہیں؛

مسلمان بھائیو! ہوش کرو ۔ یہ تعلیم قرآن سے صریح بغاوت پر مبنی ہے ۔ خدا را قرآن پڑھو، قرآن کو سمجھو اور قرآن کے مطابق اپنے عقیدے اور عمل استوار کرو!

الحاصل! کلمہ سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہیئے، جس طرح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ۔ سکھایا اور سمجھایا ہے ۔ اللہ تعالٰے کو ثابت کرو، پہلے غیر اللہ کی نفی کر کے ' لَآ اِلٰہَ کہنے سے آپ کے قول ، فعل ـــ خیال ـــ تصوّر اور اعتقاد میں کوئی بھی خدا کی ذات او صفات میں شریک نہ رہنا چاہیئے ۔ پھر آپ کا اِلَّا اللہ کہنا درُست ہوسکتا ہے ۔ اور اگر آپ کے شرکیہ عقیدے ہوئے ۔ آپ نے اللہ کا حق عبادت چھین کر غیر اللہ کو دیا ۔ قولی، مالی عبادت اللہ کی بھی کی، اور غیر اللہ کی بھی کر لی تو اس صورت میں لا الٰہ پڑھنا یا تو طوطے کی طرح پڑھنا ہوگا یا رسمی ہوگا ۔ جھوٹ بولنا ہوگا ـــ یا خود فریبی ـــ خدا، رسُول اور قرآن کے ساتھ دیانت نہ ہوگی کہ سینکڑوں معبود بنا کر کہنا لَآ اِلٰہَ : کوئی معبود نہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر اِلَّا اللہ کہنا بے کار اور بے سود ہوگا ۔ اللہ پر صحیح ایمان

نہیں ہوگا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

ہرگز ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبیؐ را بہ درودے

یعنی تم ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہونا جو خدا تعالےٰ کو سجدہ سے اور رسولِ خدا کو درود سے فریب دیتے ہیں۔"

خدا اور رسول کو فریب دینا یہی ہے کہ توحید اور رسالت میں شرک کرنا۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی پڑھنا اور پھر خدا کی عبادت اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں دوسروں کو شامل بھی کرنا! ذرا ہوش سے اس آیت کو پڑھئے خدا فرماتا ہے

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (پ۱۳ ع ۶)

"اور نہیں ایمان لاتے اکثر ان کے ساتھ اللہ کے مگر اور وہ شرک کرنیوالے ہیں"۔

یعنی اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں — اور شرک بھی کرتے ہیں، گویا مشرک مومن ہیں۔ شرک آمیز ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارے بھائیو! یاد رکھو! خدا تعالےٰ نے موحد مومن بننے کا حکم دیا ہے۔ مکے کے لوگ مشرک مومن تھے، ان کے ایمان کو شرک سے پاک کرنے کے لئے خدا نے قرآن اتارا، اور اسکی تبلیغ پر اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا۔ مسلمان بھائیو! موحد مومن بنو تاکہ آپ کا کلمہ پڑھنا درست ہو۔ خدا مغفرت کرے — علامہ اقبال نے ان ہی معنوں میں فرمایا ہے ؎

مقامِ بندۂ مومن کا ہے ماورائے سپہر
زمیں سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

یعنی بندۂ مومن — موحد مومن کا مقام ماورائے سپہر ہے۔ چرخ نیلی فام سے پرے ربِّ عرشِ عظیم کی پڑوس ہے۔ مومن کیلئے نہ دنیا میں ٹھہراؤ ہے نہ بڑی سے بڑی بلندی آسمان اسکی منزل ہے۔ اسے کہیں آرام وچین نہیں۔ کیونکہ تمام دنیا دوئی کی آلائش سے پڑ ہے۔ سورج، چاند، ستارے اور آسمان بھی ایک طلسم ہے ثریٰ سے ثریا تک خدا کے مقابلہ میں سب کچھ لات و منات ہے موحد مومن تیغ لَا سے ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اتار کر اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے صرف اَللّٰہ کو ثابت اور باقی مان کر اسکی جوار میں آباد ہوتا ہے، اور یہی مومن کا مقام ہے۔ خود آگاہ فقیر کی منزل ہے!

عملوں کا ضائع ہونا

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ۔ (پ ۲۶ ع ۸)

"مسلمانو! (سنو!) اللہ کے حکم پر چلو، اور اس کے رسول کی تابعداری کرو، اور (رسول کے طریقے کے خلاف چلکر) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو"

اس آیت میں خدا نے اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ حقیقی مطاع صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حکم صرف اسی کا ہے نبیوں کے لئے بھی اور امتیوں کے لئے بھی — پھر اس کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے کوئی طریقہ بھی چاہیئے۔ اس طریقے کے متعلق بھی ارشاد فرمایا دیا :— اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کہ (خدا کے حکم پر عمل کرنے کے لئے صرف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو"۔ یعنی خدا کے احکام ۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، صدقات، خیرات سارے کے سارے قرآن پر عمل کرنے کے لئے طریقۂ رسولؐ اختیار کرو۔ حضورؐ کی راہ پر چلو۔ خدا کے ہر فرمان کی تعمیل سنت کے مطابق کرو۔ آگے ارشاد فرمایا: وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ، اور اپنے عملوں کو (غیر مسنون طریق پر بجا لاکر) ضائع اور برباد نہ کرو مطلب یہ کہ اگر تم نے خدا کے حکموں کو اپنی اپنی مرضی، رائے خواہش اپنے اپنے طریقوں، امتیوں کی ہدایتوں اور تجویزوں کے مطابق عملی جامہ پہنایا تو تمہارے ایسے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے، ان کا کچھ بھی اجر نہیں ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جو خدا کا حکم غیر مسنون طریق پر عمل میں لایا جائے۔ وہ عنداللہ مردود ہے!

فجر کی سنتیں ضائع

مثال کے طور پر صبح کی سنتوں کو لیجئے ۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ (صحیح مسلم)

"جب نماز (کی جماعت) کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز پاس نہیں ہوتی"

اب جو لوگ جماعت کے ہوتے ہوئے فجر کی سنتیں پاس پڑھتے ہیں۔ ان کی سنتیں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوتی ہی نہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا صَلٰوةَ

فرما کر ان سُنتوں کی نفی کر دی ہے کہ بالکل نہیں ہوتیں۔ دیکھا آپ نے یہ سُنتیں طریقۂ رسُول صلے اللہ علیہ وسلّم کے خلاف پڑھنے پر ضائع ہو گئیں۔

نماز ضائع

طریقۂ رسُول ـــ سنت سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف بجا لاتے ہوئے اعمال برباد ہونے کا اور ثبوت ملاحظہ ہو:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز پڑھی (رکوع، سجود، قومے، جلسے کو اطمینان سے ادا کئے بغیر بہت جلدی جلدی پڑھی) پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر سلام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"سلام ہو تجھ پر: اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: لوٹ جاؤ۔ پھر نماز پڑھو، یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی"

وہ شخص پھر گیا، اور مکرر نماز پڑھی (جسطرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی) پھر حاضر ہوا، اور سلام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"سلام ہو تجھ پر: اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو۔ یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی۔"

اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (اسی طرح بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد عرض کیا: عَلِّمْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اے اللہ کے رسول مجھے نماز سکھاؤ۔ حضورِ انورؐ نے فرمایا: جب تم نماز کے ارادے سے اُٹھو، تو

خوب سنوار کر وضو کرو!

پھر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر تکبیر کہو :

پھر قرآن سے جو تمہیں میسّر ہو پڑھو!

پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) رکوع کرو۔

پھر (رکوع سے) سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ (قومہ میں)

پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) سجدہ کرو!

پھر (سجدہ سے) سر اُٹھا کر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے) بیٹھو (جلسہ میں)

پھر اطمینان خاطر سے (بڑے آرام سے دوسرا) سجدہ کرو۔

پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھا کر اطمینانِ خاطر سے بیٹھو! (جلسہ استراحت میں، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ!)

یہ نمازی بڑی جلدی جلدی نماز پڑھتا — ٹھونگیں مارتا، رکوع، سجود، قومے، جلسے کو آرام سے پورا نہیں کرتا تھا۔ نہ رکوع میں کمر سیدھی کرتا نہ قومہ میں سیدھا کھڑا ہوتا۔ نہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتا؛ یعنی طریقۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم پر نماز نہیں پڑھتا تھا۔ حضورؐ نے اسے بار بار فرمایا: لوٹ جاؤ پھر نماز پڑھو، یقیناً تم نے نماز نہیں پڑھی، یعنی تمہاری نماز نہیں ہوئی۔

ثابت ہوا کہ غیر مسنون طریق پر پڑھی ہوئی نماز ضائع ہو جاتی ہے۔ ہوتی ہی نہیں۔ پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ ایسی نماز چیتھڑوں میں لپیٹ کر منہ پر ماری جاتی ہے۔ پھر وہ نماز اس نمازی کو

کہتی ہے : خدا تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے۔ وہی بات ہوئی نا — نیکی برباد گناہ لازم۔

اکیلی عورت کا حج

کئی عورتیں اکیلی حج کرنے چلی جاتی ہیں ۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

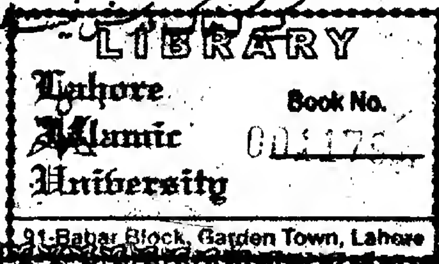
"وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا قَالَ انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ" (بخاری ومسلم)

"اور نہ کرے سفر کوئی عورت مگر ساتھ محرم کے (یہ سنکر) ایک شخص کھڑا ہوا ، اور کہنے لگا ۔ اے اللہ کے رسولؐ ! میری عورت تو حج کو نکلی ہے اور میں فلاں فلاں لڑائی میں لکھا گیا ہوں آپؐ نے فرمایا : جاؤ اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت ہوا کہ اکیلی عورت کو حج کرنے جانا منع ہے اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی منع ہے ۔ محرم کے ساتھ جا سکتی ہے اور محرم اس قرابت دار کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہو۔ قرابت کے سبب یا دودھ کے علاقہ سے ۔ افضل ہے کہ اپنے خاوند کے ساتھ جائے ۔ خاوند موجود نہیں یا خاوند نہیں جا سکتا تو پھر باپ ، چچا ، ماموں ، بھائی ، بھتیجے ، بھانجے وغیرہ کے ہمراہ جائے ۔ اگر اکیلی گئی یا غیر محرم کے ساتھ گئی تو

وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے سبب۔ گنہگار ہوگی۔ آپ اُوپر کی حدیث میں غور کریں کہ ایک شخص کا غزوہ میں نام لکھا جاتا ہے۔ وہ جہاد میں جانے کو تیار ہے۔ اس اثنا میں اس کی عورت حج کو نکلتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بجائے جہاد میں جانے کے اپنی عورت کے ساتھ حج کو جائے۔ غزوہ میں جانے والی فوج سے نکال کر اس کو بیوی کے ساتھ جانے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ اکیلی یا غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کرے۔ پھر جو عورتیں آجکل دیکھا دیکھی اکیلی یا غیر محرموں کے ساتھ حج کو جا رہی ہیں۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ مال کا ضیاع اور سفر کا ذہاب وایاب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معصیت میں داخل ہے۔ ہاں تو یاد رکھیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، سنت اور قول و فعل کے مطابق ہی عمل میں لایا ہوا ــــ خدا کا حکم بار آور ہو سکتا ہے۔ غیر مسنون طریق پر خدا کی حکم برداری بے برگ و بار رہتی ہے۔ خبردار! دانستہ سنت کا کبھی خلاف نہ کرنا۔ سنت اور حدیث کے مقابلہ میں کوئی چیز قبول نہ کرنا۔

محمدِ عربی کابروئے ہر دو سرا ست
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سرِ اوست



اُمّتِ محمّدیہ میں مذہبی اِنتشار

اللہ تعالےٰ کی وحدانیّت اوراس کے رسُول کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد مومن اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے صرف خدا کا حکم ماننا اور اس کے حکم پر عمل کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری لازمی ہے۔ خدا اور رسول کے سوا تیسرے کا مذہب کے اندر نہ شخصی حکم ہے، اور نہ ذاتی تابعداری — سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے چشمۂ شیریں سے پینے کا حکم ہے۔ اگر نیک نیتی اور خلوص سے تمام مسلمان صرف ایک ہی چشمۂ ھدیٰ سے ایمان کی پیاس بجھائیں تو مذہب کے اندر نہ کوئی اختلاف ہو سکتا ہے اور نہ جھگڑا — اوران کے گلزارِ حیات میں اتفاق و اتحاد، محبّت اور اخُوّت کی بادِ بہاری ہمیشہ چلتی رہے

صحابہؓ کا یہی حال تھا کہ وہ صرف کتاب وسنت کے آبِحیات سے ایمان میں جان ڈالتے تھے۔ اُنہوں نے کوئی "جوہڑ"۔ "تالاب"۔ "تال"۔ "ڈبرا"، اور "آب گیر" نہیں بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑے متحد۔ متفق اور محبت و اخوّت کے پیکر تھے۔ سب کے سب آپس میں یک جان و دو قالب تھے۔ مذہبی جھگڑوں، تنازعوں اور فرقہ بندیوں سے نا آشنا تھے۔ وہ قرآن پر مسنون طریق سے عمل کرنا جانتے تھے اور بس ؎

تاجدارِ عالم بطحا کا جو فرمان تھا!
کچھ نہ تھا اسکے سوا سنت تھی یا قرآن تھا

جب تلک یہ دین مسلمانوں کا ترجمان تھا
ان دنوں اقبال اُسکے در پہ اِک دربان تھا

تین بہتر زمانے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

"سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد والوں کا، پھر اس کے بعد والوں کا"

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین زمانوں کی خیریت اور بہتری کی خبر دی ہے۔ یعنی صحابہؓ کا زمانہ، تابعینؒ[1] کا زمانہ، تبع تابعینؒ[2] کا زمانہ ۔۔ ان تینوں زمانوں کے لوگ مذہب کے لحاظ سے بے شک صراط مستقیم پر تھے۔ ان کا مذہب صرف قرآن وحدیث تھا۔ اس کے سوا کوئی اور طریقہ مروج نہ تھا۔ نہ اُمتیوں کی بنی ہوئی ۔۔ قیاس و رائے سے بھری ہوئی کتابیں موجود تھیں اور نہ آنکھ بند کر کے کوئی کسی امام، بزرگ، عالم کے پیچھے لگتا تھا۔ ہر شخص علی وجہ البصیرت دلائل قرآن وحدیث دیکھ کر مذہب پر چلتا تھا۔ قال اللہ اور قال الرسولؐ پر جان دیتا تھا۔

صحابہؓ اہلسنت، اہلحدیث تھے!

ہم پیچھے حدیث شریف کے حوالے سے فرقہ بندی کی خرابیوں پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اسلام کی رُو سے سب مسلمان ایک عالمگیر

---

[1] صحابہ کو ملنے والے۔ [2] تابعین کو ملنے والے۔

جماعت ہے۔ جس میں فرقہ کی گنجائش نہیں۔ جس طرح جمع تفریق، دو ضدیں ہیں۔ اسی طرح جماعت اور فرقہ کا آپس میں تضاد ہے۔ ایک ہزار روپے میں سے دو سو، ڈیڑھ سو، نوّے، اسّی، ساٹھ، پچاس، تیس، دس، پانچ، چار، ایک جدا کریں تو باقی دو سو روپے رہ جاتے ہیں۔ تفریق سے نقصان ہوا نا! اور اگر ان تیرہ رقموں کو اکٹھا کریں تو آٹھ سو کی جماعت بن جاتی ہے ــ معلوم ہوا کہ تفریق، فرقہ بندی، جماعت کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ کمزور اور ناتواں بنا دیتی ہے اور پھر یہ کمزوری اور ناتوانی جماعت کو فنا کر دیتی ہے۔ جب جماعت فنا ہو گئی تو دین کہاں رہا؟ اس لئے خدا نے تفریق ــ فرقے بندی سے منع کیا ہے۔ اور جماعت بندی کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ج (پ ۴ ع ۲)

اور سب (اکھٹے ہو کر، مل کر) اللہ (کے دین) کی رسّی کو مضبوط پکڑو، اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا (فرقے فرقے نہ بننا)، اور یاد کرو اللہ کے احسان کو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی، اور تم اسکی نعمت (فضل) سے بھائی (بھائی) بن گئے۔

اللہ کی رسّی

خدا نے فرمایا: کہ اللہ کی رسّی یعنی دینِ اسلام کو مضبوطی سے

پکڑو! (جَمِیْعًا: مل کر، اکٹھے ہو کر، جمع ہو کر، جماعت بنکر! پس اس خدا کے حکم سے تمام مسلمانوں کو جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں — کتاب اور سُنّت پر جمع ہو جانا چاہیئے کہ اللہ کی رسّی یہی کتاب و سنت، قرآن وحدیث ہے۔ سب کا فرض ہے کہ قرآن اور حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اور ہر چیز کو ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ ایسے مسلمان بھائی اہلسنت والجماعت ہیں۔ حدیث اور سنت پر عمل کرنے سے اہلسنت ہوئے اور اکٹھے اور جمع ہونے کے باعث جماعت کہلائے۔

آگے ارشاد فرمایا: وَلَا تَفَرَّقُوْا: اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہونا فرقے فرقے نہ بن جانا۔ جماعت میں تفریق نہ ڈالنا۔ خدا کے دین کی رسّی (قرآن وحدیث) کو چھوڑ کر اور "رسّیوں" کو نہ پکڑنا۔ کیونکہ ان "رسّیوں" کو پکڑنے سے فرقہ بندی پیدا ہوگی!

جماعت پر اللہ کا ہاتھ

حدیث شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ (مشکوٰۃ)

"جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے"

صحابہؓ جماعت تھے، ان پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ وہ آپس میں شیر وشکر تھے۔ ایک دوسرے کے پسینہ پر خون گراتے تھے۔ باہم بڑے خیر خواہ تھے۔ وہ مل کر کتاب وسُنت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے۔ یہی اُن کا جماعتی نشان تھا۔ جب جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوا، تو جماعت کی ضدوں، فرقوں پر اللہ کا ہاتھ نہ ہوا نہ وہ خدا کی حمایت، تائید، توفیق، حول اور

پناہ سے محروم ہوتے۔ پھر جو خدا کی توفیق و تائید سے محروم رہا، جسے خدا پناہ نہ دے اس پر شیطان کا ہاتھ پھیرا۔ یہ شیطان کے ہاتھ ہی کی شیطنت ہے کہ فرقے آپس میں لڑتے ہیں۔ ان میں فساد اور جھگڑا پڑا رہتا ہے۔ اختلافات، پھوٹ، تکفیر اور تفسیق کا بازار گرم رہتا ہے۔ اس فرقے بندی سے دین اور دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے خدا نے فرمایا: وَلَا تَفَرَّقُوْا: (خبردار!) فرقے فرقے نہ بنو!

پھر ارشاد ہوا کہ یاد کرو اللہ کے احسان کو جب تک تم (ایکدوسرے) کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی ہے یعنی قبل اسلام تم فرقوں، گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ فرقہ فرقہ تھے اور آپس میں تمہاری خانہ جنگی رہتی تھی۔ خدا نے اپنے فضل اور احسان سے تمہیں اسلام کی دولت بخشی۔ تم مسلمان ہو گئے اور بحیثیت مسلمان تم نے بے شمار "رسیوں" کو چھوڑ کر صرف اللہ کی رسی قرآن و حدیث کو مضبوط تھام لیا، اور جماعت بن گئے۔

اور دلوں میں اُلفت ڈالنے کے معنی ہیں: دلوں کا جمع ہونا — اکٹھا ہونا — مل جانا، بخلاف کافروں کے دلوں کے — وَقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (پ ۲۸، ع ۵) "اور دل ان کے متفرق اور پراگندہ ہیں"۔

قرآن میں اسی مضمون کو دہرایا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ (پ ۱۰ ع ۲)

"اور حکم مانو اللہ کا اور فرماں برداری کرو اس کے رسول کی، اور مت جھگڑو آپس میں پس سست ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی ہوا تمہاری

ہوا کا اکھڑ جانا

اس آیت میں بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے — وہی قرآن و حدیث — اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کا حکم ہوا - پھر فرمایا : وَلَا تَنَازَعُوْا — اور تنازعہ، جھگڑا، اختلاف نہ کرو، پھوٹ نہ ڈالو، وہی پہلا مضمون، جو اوپر گزرا - یعنی وَلَا تَفَرَّقُوْا اور متفرق نہ ہو جاؤ -

یہ بات ظاہر ہے کہ جب تنازعہ، جھگڑا اور اختلاف آجائے - تو تفریق اور جدائی پیدا ہوتی ہے اور تنازعہ اور جھگڑا اس وقت پڑتا ہے جب اللہ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے - آگے اختلاف — جھگڑے اور فرقہ فرقہ ہونے کا نتیجہ بتلایا : فَتَفْشَلُوْا : پس سست ہو جاؤ گے "۔ جب جماعت بندی گئی اور فرقہ بندی آگئی تو کمزوری لازم ہوئی - جھاڑو کے تنکے جب اکٹھے ہوتے ہیں، جماعت میں ہوتے ہیں تو مضبوط ہوتے ہیں - جب ان کی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے سب تنکے متفرق ہو جاتے ہیں کہ معمولی اشارہ سے ٹوٹ جاتے ہیں - اسی طرح خدا نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ کی رسی کو نہ چھوڑنا - قرآن و حدیث کو سب مل کر چنگل مارو - اگر چنگل چھوٹ گیا : تم اکٹھے نہ رہے - علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو سست اور کمزور ہو جاؤ گے - فَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ - پھر تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی - تمہارا کوئی سایہ، دبدبہ، اثر اور رعب نہ رہے گا - بے وقعت ہو جاؤ گے - تمہاری کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی -

الحاصل — فرقے بندی تمہاری تباہی کا موجب ہے اور کتاب و

سُنت پر تمہاری شیرازہ بندی زندگی کا باعث ہے!

اہلسنت اور اہلحدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے کو اہلِ سُنّت اور حدیثِ پاک پر عمل کرنے والے کو اہلِ حدیث کہتے ہیں۔ اہلِ سُنّت اور اہلحدیث کا ایک ہی مطلب ہے۔ جب صحابہؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ حضورؐ کی سُنّت اور حدیث پر عمل کرتے تھے تو وہ اہل سُنّت اور اہلِ حدیث ہوئے۔ یاد رکھیں کہ اہل سنت اور اہل حدیث کسی فرقہ محدثہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک معزز لقب ہے جو عمل بالحدیث کے سبب صحابہ و خیار تابعین میں پہلی صدی میں رائج ہوگیا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

عن ابن سيرين قال لم يكونوا يسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر الى اهل السنة فيوخذ حديثهم وينظر الى اهل البدع فلا يوخذ حديثهم ۔ (دیباچہ صحیح مسلم)

امام محمدؒ[1] بن سیرین فرماتے ہیں کہ (شروع شروع میں) اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب (سنت کے مقابلہ میں بدعت کا) فتنہ ظاہر ہوا۔ تو سوال اٹھا کہ ہمارے سامنے اپنے راویوں کی شخصیت بیان کرو تاکہ اہل سنت کو دیکھا جائے اور اُن کی

---

[1] امام محمد بن سیرینؒ بڑے مرتبہ کے تابعی ہیں۔ اُنھوں نے حضرت ابوہریرہ رضؓ، حضرت انس بن مالک رضؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ، حضرت حسن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ (۔۔۔ پر دیکھئے)

روایت کی ہوئی حدیث کو لے لیا جاتے اور اہل بدعت کو بھی دیکھا جاتے کہ ان کی روایت کی ہوئی حدیث کو نہ لیا جاتے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی میں ہی اہلسنت کا نام اہلِ بدعت کے مقابلہ میں رواج پا گیا تھا۔ سنت اور بدعت میں تمیز کی جانے لگی تھی۔ چونکہ سنت بدعت کی ضد ہے اس لئے خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی بھی بدعت پر عمل کرنے والا اہلسنت نہیں کہلا سکتا۔ اگر کوئی عامل بدعت خود کو اہلِ سنت کہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے سیاہ کو سفید یا رات کو دن کہا جاتے۔ خانہ ساز مسئلوں پر چلنے والوں کا اپنے آپ کو اہل سنت کہنا "برعکس نہند نام زنگی کافور" کا مصداق ہے۔

ایک سنگین غلط فہمی

امام ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی روایت سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ سنت نبویہؐ پر عمل کرنے والے پہلی صدی میں اہلسنت کہلاتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۵) کی زیارت کا شرف پایا، اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ آفتاب حدیث ۳۳ھ کو حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں طلوع ہوا، اور ستتر برس تک ضو فشاں رہ کر ۱۱۰ھ کو بصرہ میں غروب ہو گیا، ساری زندگی سنت اور حدیث کی اشاعت میں گزاری، اللہ آپ کو کروٹ کروٹ جنت دے۔ محمد صادق

[1] امام ابن سیرین نے یہ بھی فرمایا: ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم (دیباچہ صحیح مسلم) تحقیق یہ (حدیث کا) علم دین ہے پھر (اچھی طرح) دیکھو کہ تم اپنا دین کس شخص سے لے رہے ہو"۔ یعنی دین حاصل کرتے وقت اچھی طرح دھیان رکھو کہ کوئی بدعتی، مشرک اور حدیث کے خلاف کوئی چیز نہ تمہیں دے دے۔ محمد صادق

پھر یہ جو مشہور ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہی اہلسنت ہیں، جو ان چاروں اماموں کی تقلید نہ کرے وہ اہل سُنت نہیں ــ کس طرح درست ہوا - جبکہ ائمہ اربعہ رح کی تقلید کرنے والوں حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کا پہلی صدی میں نام و نشان نہ تھا اور نام و نشان ہو بھی کسطرح سکتا تھا کہ یہ چاروں امام (خدا کی ان پر رحمت ہو) بعد میں پیدا ہوئے ہیں اور اہل سنت کا لقب ان کی پیدائش سے پہلے شہرت پذیر ہو چکا تھا۔

غور کریں کہ :

امام ابوحنیفہ رح[1] ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وفات پا گئے۔

امام مالک رح[2] ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پا گئے۔

امام شافعی رح[3] ۱۵۰ھ " " " ۲۰۴ھ " " "

امام احمد رح[4] ۱۶۴ھ " " " ۲۴۱ھ " " "

چار مذہب

چاروں اماموں کے مقلدوں نے چار مذہب مشہور کر رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار نہیں کرتا ــ کسی ایک امام کا مقلد نہیں ہوتا وہ اہلسنت والجماعت

---

[1] کوفہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں قید خانہ میں وفات پائی۔

[2] مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

[3] آپ مقام غزہ میں پیدا ہوئے اور مصر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

[4] آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی فوت ہوئے

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

نہیں ہے ۔ اُوپر ہم نے ائمہ اربعہؒ کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں تحریر کی ہیں ۔ ان سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ صحابہؓ ، تابعین اور تبع تابعینؒ کے نیک زمانوں میں ان چاروں مذہبوں کا کوئی نام تک نہ جانتا تھا ۔ ان کا قطعاً وجود نہیں تھا تو تقلید شخصی کا وجود کس طرح ہو سکتا ہے ؟ اگر تقلید نہ کرنے والے اہل سنت نہیں ہیں تو صحابہؓ ، تابعینؒ ، اور تبع تابعین بوجہ تقلید نہ کرنے کے معاذ اللہ اہلسنت نہ ہوتے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرون ثلاثہ کے نیک لوگ ہرگز مقلد نہ تھے ۔ وہ ضرور غیر مقلد تھے ۔ اچھا بتائیے کہ خلفائے راشدین کس کی تقلید شخصی کرتے تھے ؟ سوا لاکھ صحابہؓ کس کے مقلد تھے ؟ لاکھوں تابعینؒ ، اور تبع تابعینؒ نے کس امام کی تقلید شخصی کا پٹا گلے میں ڈالا ہوا تھا ؟ ایمان داری کا جواب یہی ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے ۔ جب ان نیک زمانوں کے لوگوں نے ــــ قرون مشہود لہا بالخیر کے پاک بازوں نے کسی کی تقلید نہیں کر رکھی تھی ــــ اور پھر اہلِ سُنت کہلاتے تھے : جیسا کہ اُوپر گذرا ــــ تو پھر آج ائمہ اربعہؒ کی تقلید نہ کرنے والوں کو کیوں خارج از اہلسنت والجماعت سمجھا جاتا ہے ؟



قرونِ ثلاثہ کا تعیّن

اہلِ سنّت کی پہچان

کتب طبقات العلماء شروح حدیث اور تاریخ کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنہ ۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سنہ ۱۱ھ تک ہے۔ پھر حضور کے صحابہؓ میں سے آخری صحابی حضرت ابو طفیل رضؓ سنہ ۱۱۰ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے تو صحابہ رضؓ کا زمانہ سنہ ۱۱۰ھ تک ہوا، اور فتح الباری وغیرہ سے تابعینؒ کا زمانہ سنہ ۱۸۰ھ تک اور تبع تابعینؒ کا دور سنہ ۲۲۰ھ تک ثابت ہوتا ہے تو قرونِ ثلاثہ (جنکی خیریت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے) کی زیادہ سے زیادہ مدت سنہ ۲۲۰ھ تک ہوئی اور آپ یہ کہیں لکھا ہوا نہ پائیں گے۔ کسی کتاب میں اس کا ثبوت نہ مل سکے گا کہ اس مدت تک کوئی شخص تقلید کو جانتا تھا خوب یاد رکھیں کہ تیسری صدی ہجری تک تقلید کی کسی شخص کو ہوا تک نہ لگی تھی۔ جب تقلید کالعدم تھی تو پھر اس مفروضہ میں کیا صداقت ہے کہ تقلید نہ کرنے والے اہلسنت نہیں ہیں! تین صدیوں تک کے لوگ جو بہترین اُمت تھے۔ غیر مقلد ہونے کے سبب اہلسنت والجماعت سے خارج تھے؟ ہرگز خارج نہیں تھے بلکہ وہ پکّے اہلسنت تھے! یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اہل سنت حضور انورؐ کی سنت پر عمل کرنے والوں کو

کہتے ہیں۔ سُنّتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وجودِ پاک سے چلی۔ صحابہؓ نے اس سنت پر عمل کیا تو صحابہؓ اہل سُنت ہوئے۔ پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بھی سنت پر عامل ہونے کی وجہ سے اہلسنت ہوتے۔ یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سے سُنت چلی اسی وقت سے اہل سُنت چلے۔ پھر یہ کہنا کہ جو ائمہ اربعہؒ میں سے کسی ایک کو تقلید کرے وہ اہلسنت ہے، لوگوں کو بے وقوف بنانا اور مغالطہ دینا ہے۔ یاد رہے کہ اہل سنت والجماعت، وہ ہے جو براہِ راست حضورِ انور سید المرسلین، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت پر عمل کرتا ہے۔ صحابی ہو، تابعی ہو، مجتہد ہو، محدّث ہو فقیہہ ہو، امام ہو، مقتدی ہو، شاہ ہو، گدا ہو۔ کسی زمانے کا ہو کوئی ہو عامل سنت ہو۔ وہی اہل سنت والجماعت ہے!

اہلِ سُنّت کو شناخت کرلو!

قِیْلَ وَمَنْ اَھْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَنَا عَلَیْہِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ۔

(ملل ونحل مصری)

صحابہؓ نے پوچھا: حضورؐ! اہل سُنّت والجماعت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ہیں جو اس چیز پر (عمل کرنے والے ہوں)، جس پر آج میں اور میرے صحابہؓ (عامل) ہیں۔"

ظاہر ہے کہ حضورؐ اور صحابہؓ صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرتے تھے تو اہل سنت قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے ہوتے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سوال ہُوا : اہلِ سُنت کون ہیں ؟
آپ نے فرمایا :

اَلْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا سَنَّہُ اللّٰہُ لَھُمْ وَ رَسُوْلُہٗ وَاِنْ قَلُّوْا (کنزالعمال برحاشیہ مسنداحمد)

اہلسنت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسُول ؐ کی سنت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں اور اگرچہ وہ تھوڑے ہوں "

مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے عامل اہلِ سُنت ہیں :

اِنَّ النَّاسَ کَانُوْا فِیْ حَیَاۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَھْلَ السُّنَّۃِ (کنزالعمال برحاشیہ مسنداحمد)

" بیشک لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اہلسنت تھے "

فرمائیے ! — جو لوگ کہتے ہیں کہ مقلّد حنفی ہی اہلسنّت ہیں ، ان کے کہنے پر کیا صداقت باقی رہ گئی ہے ۔ حالانکہ حضورؐ کی حیاتِ پاک میں ، جب کہ تقلید اور حنفیت کا نام و نشان تک نہ تھا سب لوگ اہلِ سُنّت تھے !

امام شعبیؒ فرماتے ہیں :

اِنَّمَا ھَلَکْتُمْ حِیْنَ تَرَکْتُمُ الْاٰثَارَ وَ اَخَذْتُمْ بِالْمَقَایِیْسِ (کتاب الاعتصام جلد اوّل)

" بیشک تم ہلاک ہو جاؤ گے جب سنت کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرنے لگو گے "

حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ فرماتے ہیں :

" وصیّت اوّل ایں فقیر چنگ زدن است بہ کتاب و سنت ،" (وصیّت نامہ)

"میری پہلی وصیت یہ ہے کہ کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے رکھنا"

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الْاٰخِذُوْنَ فِي الْعَقِيْدَةِ وَالْعَمَلِ جَمِيْعًا بِمَا ظَهَرَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجَرٰى عَلَيْهِ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ (حجۃ اللہ البالغہ)

"نجات پانے والی جماعت وہ ہے جو عقیدے اور عمل میں کتاب اور سنّت پر عمل کرے۔ جس پر جمہور صحابہؓ اور تابعین تھے"

اِن تصریحات سے آپ پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اہل سنت والجماعت وہ ہو سکتے ہیں جو بالراست کتاب و سنت کے پابند اور عامل ہوں، اور یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مقلد حنفی ہی اہلسنت والجماعت ہیں حالانکہ تقلید اور حنفیت دور صحابہؓ میں ناپید تھی۔

ملاحظہ: جو لوگ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے امام کے مسلک پر چلتے ہیں اور شرطی تقلید کرتے ہیں کہ اگر قول حدیث کے خلاف ثابت ہوگیا تو وہ اس قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرینگے۔ یہ لوگ اہل سنت ہیں اور ایسی مطلق تقلید باعث نزاع نہیں ہے'

تقلید کا ایجادی دور

اس بات پر تو آپ کو یقین آ گیا ہوگا کہ خیر القرون کے صالحین اہلسنت تھے اور وہ کسی کی تقلید شخصی کے نہ قائل تھے نہ عامل۔ جیسا کہ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اب ہم آپ کو دیانتداری سے یہ بتاتے ہیں کہ ایجاد ہوئی۔ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد

فرماتے ہیں :

فَإِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَدِ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ أَوِ الْأَرْبَعَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ مَذَاهِبَ (تفسیر مظہری)

"اہل سنت والجماعت چوتھی یا پانچویں صدی میں چار مذہبوں پر متفرق ہوئے۔"

قاضی ثناء اللہ صاحب کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان کی تحقیق کہتی ہے کہ چوتھی[1] یا پانچویں صدی میں مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا۔ اور اہلسنت چار مذہبوں میں بٹ گئے۔ گویا چوتھی یا پانچویں صدی میں تقلید ایجاد ہوئی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ تقلیدی مذاہب کے اختراع سے قبل کوئی تقلید شخصی نہ کرتا تھا — کوئی مقلد نہ تھا۔ جب کوئی مقلد نہ تھا تو پھر وہ لوگ کیا تھے؟ کہیئے — اہل سنت تھے۔ پس اہلسنت کو تقلید مستلزم نہ ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مذاہب اربعہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تو سب کے بزرگ ہیں، ان کے

---

[1] حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری تحریر فرماتے ہیں۔ آؤ ہم مسئلہ تقلید شخصی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کو منصف مان لیں اور انھوں نے زمانہ سلف کے مسلمانوں کے بارے میں جو تحقیق فرمائی ہے اسی کو کافی سمجھیں۔ شاہ صاحب موصوف "حجۃ اللہ" میں فرماتے ہیں۔ تعین مذہبی (تقلید شخصی) پہلی تین صدیوں میں نہ تھی بلکہ چوتھی صدی (ہجری) میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ باب حکایت حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ۔ (مسئلہ تقلید شخصی صفحہ ۲۵)

علم و فضل کا ہر کوئی قائل ہے اور ان کی تحقیق سر آنکھوں پر رکھی جاتی ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں :

اِنَّ اَھْلَ الْمِأَۃِ الرَّابِعَۃِ لَمْ یَکُوْنُوْا مُجْتَمِعِیْنَ عَلٰی التَّقْلِیْدِ الْخَالِصِ عَلٰی مَذْھَبٍ وَّاحِدٍ (حجۃ اللہ البالغہ)

"چوتھی صدی کے لوگ (بھی) کسی خاص شخصی تقلید پر جمع نہیں تھے۔"

شاہ صاحب کی بصیرت افروز تحقیق نے یہ بھی بتایا کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی میں بھی نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ تقلید پانچویں صدی کی ایجاد ہے

ملاحظہ : تقلید کرنے والے بھائی خدا را ناراض نہ ہوں، بلکہ از راہِ انصاف اور دیانت غور کریں کہ چار سو سال تک شروع اسلام میں تقلید کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے مصداق مکمل دین کے اندر کوئی اسے جانتا تک نہ تھا۔ پھر چوتھی صدی کے بعد اسے ایجاد کیا گیا۔ اس کو مسئلہ بنا کر اُمت کے آگے رکھا گیا، اسے فرض واجب وغیرہ کا درجہ دیا گیا تو کیا خود ایجاد کی ہوئی چیز دین کے اندر مسئلہ ہو سکتی ہے؟ قابلِ قبول ہے؟ دیکھئے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (بخاری مع شرح)

"جس شخص نے ہمارے (مکمل) دین میں ایسی بات (مسئلہ وغیرہ کی صورت میں) نکالی جو دین میں نہیں ہے پس اسکی بات مردود ہے۔"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو دین میں نیا طریقہ، نیا مسئلہ نکالنے سے منع فرمائیں اور یہاں تقلید کو ایجاد کر کے اسے مسلمانوں کیلئے واجب کہا جاتا ہے بلکہ اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے تقلید کی شرط عائد کی جاتی ہے۔ پھر کتنی کمزور اور بعید از عقل بات ہے یہ کہ ائمہ اربعہؒ کے مقلّد ہی اہلسنّت والجماعت ہیں - سیدھے حدیث اور سنت پر عمل کرنیوالے اہلسنت نہیں ؎

مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ امام عزالدین بن عبدالسّلام کا قول تحریر فرما کر تقلید جامد کی تردید کرتے ہیں:

اَلنَّاسُ لَمْ یَزَالُوْا عَلٰی ذَالِكَ یَسْئَلُوْنَ مَنِ اتَّفَقَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ غَیْرِ تَقْلِیْدٍ بِمَذْهَبٍ وَلَا اِنْكَارِ اَحَدٍ مِنَ السَّائِلِیْنَ اِلٰی اَنْ ظَهَرَتْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبُ وَمُتَعَصِّبُوْهَا مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ فَاِنَّ اَحَدَهُمْ یَتَّبِعُ اِمَامَهٗ مَعَ بُعْدِ مَذْهَبِهٖ عَنِ الْاَدِلَّةِ مُقَلِّدًا لَّهٗ فِیْمَا قَالَ فَكَاَنَّهٗ نَبِیٌّ اُرْسِلَ اِلَیْهِ وَهٰذَا نَاْئٍ عَنِ الْحَقِّ وَبُعْدٌ عَنِ الصَّوَابِ لَا یَرْضٰی بِهٖ اَحَدٌ مِنْ اُولِی الْاَلْبَابِ (عقد الجید)

"ان مذہبوں اور متعصّب مقلدوں کے ظہور سے قبل سارے جہان کے مسلمانوں کا یہی دستور تھا کہ جس عالم سے اتفاق ہوا دین کا مسئلہ پوچھ لیا اور اس کے قرآن وحدیث کے ساتھ

بتلائے ہوئے مسئلہ پر عمل کر لیا۔ وہ لوگ کسی خاص مذہب یا کسی عالم کے مقید نہ تھے۔ پر افسوس اس زمانے کے متعصب مقلدوں نے اپنے اماموں کو ایسا مانا ہے کہ گویا وہ نبی ہیں[1] جو ان کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اگر ان اماموں کا قول قرآن و حدیث سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو لیکن ان کی گردن سے تقلید (جامد) کا پٹا نہیں اترتا۔ پر نہیں اترتا۔ یہ تقلید (جامد، حدیث کے مقابلہ کی) گمراہی اور حق سے دوری ہے جسے کوئی عقلمند پسند نہیں کرتا۔"

یعنی سلف صالحین کا دستور یہ تھا کہ جو عالم مل گیا اس سے مسئلہ پوچھ لیا۔ کسی خاص مذہب کی قید نہ تھی لیکن بعد کے لوگوں نے سلف کے طریق کے برعکس مذہب معین اختیار کر لئے اور تقلید پر جم گئے۔ یہ جماد یعنی بلا دلیل اقوال کو دین ماننا صواب سے دوری ہے۔ یہ متعصب مقلدوں کی جامد تقلید کا ذکر ہے کہ ان کو سو بار حدیث مصطفیٰ سناؤ، وہ حدیث کی

---

[1] نبی کا قول و فعل بذاتہ دلیل ہوتا ہے جسے بلا چون وچرا مان ہی لینے کا حکم ہے۔ نبی کے سوا ہر شخص کے قول کو ماننے کے لئے دلیل (قرآن و حدیث) کی ضرورت ہے۔ مقلد اپنے امام کے قول کو بلا دلیل مانتا ہے۔ جب اس کے قول کو حدیث کے خلاف دانستہ مانا تو اس کو نبی کی حیثیت دے دی۔ اصول فقہ کی کتابوں میں تقلید کی تعریف یوں لکھی ہے: اَخْذُ قَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ (جمع الجوامع) غیر نبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل مان لینا" پھر نبی اور غیر نبی میں کیا فرق رہا؟ یہ اس متعصب اور ضدی مقلد کا ذکر ہے جو حدیث کے مقابلہ میں جان بوجھ کر تقلید کرتا ہے۔ حدیث چھوڑ کر قول لیتا ہے۔ ہاں جو بے علم تقلید مطلق شرطی کرتا ہے کہ اگر قول حدیث کے خلاف ثابت ہوا تو قول چھوڑ کر حدیث سر آنکھوں پر رکھ لے گا یہ تقلید باعث نزاع نہیں

طرف دھیان نہیں کریں گے۔ اس قول پر اڑے رہیں گے۔ یہ ہے نَائٌ عَنِ الْحَقِّ اور بُعْدٌ عَنِ الصَّوَابِ ۔

تقلید کی تعریف

تقلید کا لفظ آپ نے کئی بار اوپر پڑھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ : سرراہے تقلید کی تعریف، مطلب اور مفہوم بھی ناظرین کو بتا دیں تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ تقلید کیا ہے۔ اس کی تعریف ہم کتب فقہ سے بیان کرتے ہیں، ذرا توجہ سے سنیں :

اَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُہٗ قَوْلُ مُجْتَھِدِہٖ لَا ظَنُّہٗ وَلَا ظَنَّہٗ۔ (مسلم الثبوت مجتبائی)

مقلد کی دلیل اس کے مجتہد (امام) کا قول ہے۔ نہ وہ خود تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر غور کر سکتا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ مقلد جس امام کی تقلید شخصی کر رہا ہے وہ صرف اس امام کے قول پر ہی چلے۔ اُسے یہ حق نہیں کہ امام کے قول کی تحقیق کرے۔ دلیل چاہے۔ تحقیق کرنا یا دلیل چاہنا تقلید کو توڑ دیتا ہے غیر مقلد بنا دیتا ہے۔ آنکھیں بند کر کے صُمٌّ بُکْمٌ ہو کر امام کے قولوں پر ایمان لائے اور عمل کرتا جائے۔

اَخْذُ قَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ مَعْرِفَۃِ دَلِیْلِہٖ (جمع الجوامع جلد ۲)

تقلید کہتے ہیں غیر نبی (امام، مجتہد) کے قول کو بغیر اس کی دلیل جانے مان لینا۔"

یَحِلُّ الْاِفْتَاءُ بِقَوْلِ الْاِمَامِ بَلْ یَجِبُ وَاِنْ لَّمْ یَعْلَمْ

مِنْ اَیْنَ قَالَ ۔ (شامی جلد اوّل)

حلال ہے بلکہ واجب ہے فتوٰے دینا امام کے قول پر اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا ہے "

یعنی مفتی امام کے قول سے فتوٰے دینا واجب ہے اس بات کی ضرورت نہیں کہ معلوم کریں کہ امام اپنے قول پر کیا دلیل رکھتا ہے۔ مقلّد کو دلیل تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔ صرف امام کا قول ہی اس کے لئے کافی ہے۔

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ
عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ (شامی)

اس شخص پر ہمارے رب کی لعنتیں ریت کے ذرّوں جتنی اتریں جو امام ابوحنیفہؒ کا قول رد کر دیتا ہے یا نہیں مانتا۔"

سمجھ آئی آپ کو تقلید کی ــــ آنکھیں بند کر کے بغیر تحقیق کے جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی بات نہ مانے اُس پر ریت کے ذرّوں برابر خدا کی لعنتیں اتریں! اور اگر کوئی کہے کہ امام صاحب کا فلاں قول حدیث کے خلاف ہے کیا کروں ؟ تو تقلید کا تقاضا یہ ہے کہ امام کے قول کی تحقیق ہی نہیں کرنی چاہیئے ــــ خاموش ہو کر مان لو۔ اگر نہ مانا تو لعنتوں کی بارش ہوگی یہ ہے تقلید!

حضرت ملّا علی قاری حنفیؒ ارشاد فرماتے ہیں :

وَالتَّقْلِیْدُ قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَیْرِ بِلَا دَلِیْلٍ (شرح قصیدۃ امالی)

"غیر نبی (امام) کے قول کو بغیر دلیل ماننا تقلید ہے"

فَاَمَّا الْمُقَلِّدُ فَالدَّلِیْلُ عِنْدَهٗ قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ فَالْمُقَلِّدُ

يَقُوْلُ هٰذَا الْحُكْمُ وَاقِعٌ عِنْدِيْ لِاَنَّهٗ اَدّٰى اِلَيْهِ رَأْيُ
اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَكُلُّ مَا اَدّٰى اِلَيْهِ رَأْيُهٗ فَهُوَ
وَاقِعٌ عِنْدِيْ (توضیح تلویح)

مقلد کی دلیل صرف اسکے امام کا قول ہی ہے۔ مقلد صرف یہی کہے کہ مسئلہ کا حکم یہی ہے کیوں کہ میرے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہی ہے اور جو رائے میرے امام کی ہو، میرے نزدیک صحیح ہے۔

یہ ہے تقلید کہ جس امام کی تقلید کر رکھی ہے مقلد ساری زندگی صرف اس کی رائے پر چلے اور اس کی رائے کو ہی مسئلہ جانے۔ دین کا حکم سمجھ کر عمل کرے اور یہ خیال نہ آئے کہ اس کی رائے کا مرجع، ماخذ یا سند ثبوت کیا ہے۔ یہ خیال تقلید توڑ دے گا۔ افسوس! یہ جامد تقلید ہی کا اثر ہے کہ حنفی بھائیوں کو حدیث سناؤ تو ادھر توجہ نہیں کرتے، اقوال پر اڑے رہتے ہیں۔ خداوندا! انھیں سمجھ دے کہ وہ اقوال کے مقابلہ میں احادیث سیدالکونین پر جان چھڑکیں۔ حدیث کے موافق فقہ کو مانیں اور خلاف حدیث اقوال کو چھوڑدیں ؎

نمی دانم حدیث نامہ چوں است
ہمی بینم کہ عنوانش بخوں است

قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِيْلٌ لَّهٗ (توضیح)

امام کا قول مقلد کی دلیل ہے۔

یعنی جو امام نے کہہ دیا۔ مقلد کے لئے وہ کہنا ہی بذاتہٖ دلیل ہے۔ نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی، حالانکہ دلیل شرعی قرآن و حدیث ہے

لیکن غیر مقلد کو امام کا قول مل گیا اس کے لئے وہی دلیل ہے ۔ یہ ہے تقلید ۔

کہا یوں سوچو! دلیل تو صرف خدا اور رسول کا قول ہی ہو سکتا ہے کسی اُمتی کا ذاتی قول — دین میں دلیل اور حجت نہیں بن سکتا اور اگر کوئی کہے کہ مجتہد کا اجتہاد بھی ماننے کے لائق ہے تو جواب یہ ہے کہ اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں آیت یا حدیث سے مسئلہ نہ ملے اور آیت حدیث کی موجودگی میں اجتہاد کی ضرورت ہی نہیں ہے!

اَلتَّقْلِیْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّۃٍ (مسلم)

امام کے قول پر بلا دلیل عمل کرنے کا نام تقلید ہے "

فَعِلْمُ الْمُقَلِّدِ لَمْ یَحْصُلْ مِنَ النَّظْرِ فِی الدَّلِیْلِ (تلویح)

علم مقلد کا کسی دلیل سے حاصل نہیں ہوتا "

یعنی اسکے امام کا قول ہی اس کے لئے دلیل ہے، جب دلیل مل گئی تو مقلد قرآن اور حدیث سے بے نیاز ہو گیا۔

لَا یُفْتٰی وَ لَا یُعْمَلُ اِلَّا بِقَوْلِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ (درمختار جلد اول)

" نہ کوئی فتویٰ دیا جائے اور نہ ہی (دین پر) عمل کیا جائے ۔ مگر فقط امام اعظم کے قول پر "

کیونکہ مقلد پر لازم ہے کہ وہ بحیثیت مقلد ہونے کے صرف امام کی رائے پر عمل کرے اور علماء[1] مقلدین بھی صرف امام اعظم کے قول پر فتویٰ دیں۔

---

[1] عالم اور پھر مقلد ہو، یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟ کیونکہ تقلید کی ماہیت میں عدم علم داخل ہے علم اور تقلید دو ضدین ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے۔

کیونکہ ان مقلدین کے نزدیک امام کا قول ہی دلیل ہے - قرآن اور حدیث سے چھپٹی ہوئی -

یہ ہے تقلید کی شب یلدا جسمیں قرآن، حدیث عقل فکر کی روشنی کی شعاع تک نظر نہیں آتی - اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید عبارت ہے غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل شرعی (قرآن و حدیث) شرعی حیثیت سے مان لینے کا - اسکی محض بات کو حجت شرعی تسلیم کر لینے کا -

ایک آنہ کے آلو یا دو پیسے کے پیاز لیتے وقت آپ اتنی چھان بین کرتے ہیں کہ سبزی فروش کا ٹوکرا الٹ پلٹ کر دیتے ہیں - کپڑا خریدتے وقت اچھی طرح دیکھتے ہیں کہ کپڑا خراب نہ ہو، گرم کپڑا خریدنا ہو تو خوب غور کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تار سوت کا نہ ہو - دودھ، دہی گھی وغیرہ کی خوب پڑتال کرتے ہیں کہ خالص ملیں لیکن یہ کتنا اندھیر ہے کہ دین حاصل کرنے کے لئے ساری عمر ایک ہی امام کی تقلید جامد : (BLIND FAITH) کر کے، آنکھیں بند کر کے دلیل سے بے نیاز ہو کر اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں، اور اس کے قول کو دین مان کر عمل کرتے رہتے ہیں - کیا دین کے مسائل اور مذہب کی ضروریات میں چھان بین کی ضرورت نہیں ہے - جن امور پر نجات آخرت کا دارومدار ہے، ان میں جانچ پڑتال کی حاجت نہیں ؟ دنیا کے مال کی ریزگاری کو خوب پرکھنا کہ کہیں اس میں کھوٹا سکہ نہ ہو، اور دین کی ریزگاری کو آنکھیں بند کر کے جیب میں ڈال لینا کون سی عقلمندی ہے ؟

اور پھر اس اندھا دھند تقلید، آنکھیں بند کر کے اقوال پر چلنے

کا نام اہلسنّت والجماعت رکھا ہوا ہے! کتاب و سنت کے دلائل و براہین کے نور سے بے اعتنائی برتو تو اہل سنت اور ذرا آنکھ جھپکی تو اہل سنت سے خارج ؎

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اہلسنت کے معنی تو واضح ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والا ہو لیکن تقلید کی تعریف جو کتب فقہ کے حوالوں سے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں — ان معنوں میں تقلید جامد کرنے والے کو اہلسنت کہنا کس طرح روا ہو سکتا ہے جبکہ وہ حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کرتا ہے۔ خلاف حدیث قول پر عمل کرے اور سنّت پر چلنے کا دعوٰے کرے، کتنی غلط بات ہے یہ — آہ! امام کی رائے کے مقابلہ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے اور امام کی رائے پر عمل کرے، اور کہے خود کو اہلسنت ؎

بنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

تقلید کے متعلق
علمائے ربانی اور بزرگوں کے ارشادات

ذیل میں ہم علمائے ربانی اور بزرگانِ دین کے ارشادات تقلیدِ جامد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ انھیں غور سے پڑھیں اور تقلیدِ جامد سے بچیں، اور تقلیدِ جامد کہتے ہیں آیت اور حدیث کے مقابلہ میں تعصّب سے اقوالِ رجال کو ماننا۔

ایک طرف فرمانِ رسولؐ ہو اور دوسری طرف اس کے خلاف قولِ اُمتی ہو۔ کیا آپ فرمانِ رسولؐ چھوڑ کر مقابلہ میں قولِ اُمتی لیں گے؟ ہرگز نہیں اور جو ایسا کرے کیا آپ اُسے اہلسنت سمجھیں گے؟ نہیں۔ بس یہ تقلید جامد مذموم ہے، اس کے متعلق ارشادات ملاحظہ فرمائیں، اور ان ارشادات کو پڑھ کر ہم پر ناراض نہ ہوں، بلکہ خوش ہوں کہ ہم آپ کی خیرخواہی کے لئے آپ کو کورانہ تقلید کی ظلمت سے نکال کر علم و دانش کے نور میں لانا چاہتے ہیں۔ حضور سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ انفاس کے جوار میں آباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں صرف تقلید جامد کا ہی ردّ ہے نہ کہ تقلیدِ مطلق شرطی کا!

حضرت شیخ سعدیؒ کا ارشاد

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عبادت بہ تقلید گمراہی است
خنک رہ روے را کہ آگاہی است

"تقلید (جامد) کے ساتھ عبادت کرنا گمراہی ہے۔ اس راہی کو مبارک ہو جو اپنے مقصود سے آگاہ ہو۔"

یعنی راہ رو کو اپنے راستہ سے آگاہی ہونی چاہیئے۔ جان بوجھ کر، سوچ سمجھ کر عقل کی روشنی میں اسے چلنا چاہیئے۔ ایسے ہی عبادت کرنا بھی آخرت کی راہ چلنا ہے۔ آخرت کے راہی کو بھی عقل، شعور اور علم سے راستہ طے کرنا ضروری ہے: یعنی آخرت کا راستہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نور میں عبور کرنا چاہیئے۔ دین کا ہر کام سُنّت اور حدیث کی دلیل سے کرنا چاہیئے، اگر اندھا دھند دین کی راہ پکڑی تو گمراہ ہو جانے کا خوف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (پ ۶ ع ۱۱)

"اور جو قرآن (اور حدیث کی دلیل) سے فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے"

یعنے قرآن اور حدیث کی دلیل کے ساتھ دین بیان کرو، اور سننے والے بھی دین اور مسائل دلائل سے سنیں، نہ علماء اپنی راؤں کے "سکوں" کو دین میں جاری کریں اور نہ عوام بن دیکھے پرکھے جامد مقلد (BLIND FOLLOWER) بنکر انھیں اپنی جیبِ ایمان میں ڈال لیں۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (پ ۱ ع ۱۴)

"علم (وحیِ الٰہی) آ چکنے کے بعد اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو خدا (کی گرفت) سے بچانے والا نہ تیرا کوئی دوست ہوگا، نہ مددگار"

اس آیت میں بھی خدا نے واضح کر دیا ہے کہ علم (قرآن وحدیث) آچکنے کے بعد یعنی قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی کی رائے پر مت چلو۔ مسئلہ مسائل دلیل سے مانو۔ لیکن تقلید کی تعریف میں ہے کہ: اپنے امام کی رائے کو بلا دلیل مانو، چنانچہ توضیح میں ہے:

فَالْاَدِلَّةُ الْاَرْبَعَةُ اِنَّمَا يَتَوَصَّلُ بِهَا الْمُجْتَهِدُ لَا الْمُقَلِّدُ.

(توضیح جلد اول)

ادلّہ اربعہ (قرآن وحدیث، اجماع قیاس) سے کام لینا مجتہد کا کام ہے۔ مقلّد کو دلائل سے کوئی سروکار نہیں۔"

یعنی مقلّد کے لیے دلیل — قرآن وحدیث سے کچھ کام نہیں۔ اس کا تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں۔ آنکھیں بند کرکے مجتہد کی رائے کو دین اور شریعت مان کر عمل کرے۔

حضرت مولانا روم ؒ کا ارشاد

مولانا روم ؒ فرماتے ہیں ؎

گرچہ عقلت سوئے بالا می پرد
مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد (مثنوی دفتر دوم)

"اگرچہ تیری عقل بلند پروازی کرنا چاہتی ہے لیکن تیری (جامد) تقلید نے تجھ کو پست ہمّت کر رکھا ہے۔"

اسکا مطلب یہ ہے کہ عقل سے انسان تحقیق کرتا ہے اور تحقیق علم کے دروازے کھولتی ہے اور علم دین و دنیا کی ترقی کا موجب ہے۔ اس کے برعکس تقلید جامد بے علمی ہے اور بے علمی تنزّل اور پستی کا باعث ہے! دنیا میں بھی اور دین میں بھی ؎

منکر آں باشد کہ تقلیدے بود

دینِ احمدؐ راز تحقیقے بود (مثنوی)

تحقیق کو بالائے طاق رکھ کر (حدیث کے مقابلہ میں) تقلید (جامد) کرنے والا (ایک طرح) شرع کا انکار کرنے والا ہے۔

حضرت مولانا رومؒ جامد تقلید کرنے والے کو منکر شرع اسلئے فرماتے ہیں کہ وہ بغیر دلیل کے حدیث کے مقابلہ میں شخصی رائے مانتا چلا جاتا ہے۔ جب حدیث (جو شرع ہے) چھوڑ دی اور مقابلہ میں رائے کو مان لیا تو شرع کا انکار ہو گیا۔ تقلید کرنے والے بھائیوں کو اچھی طرح غور کرنا چاہیئے کہ ان سے کوئی حدیث قول کی نذر تو نہیں ہو رہی ہے۔ حدیث ترک کر کے قول پر تو نہیں چل رہے ہیں۔

پھر افسوس کا مقام ہے کہ تقلید جامد کرنے والا بھی خود کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے۔ یہ عقل سے کتنی بعید بات ہے! ہاں تو جان بُوجھ کر حدیث چھوڑ کر اس کے خلاف قولِ اُمتی پر چلنا تقلید جامد ہے ؎

آنکہ اُو از پردۂ تقلید جست

او بنور حق بہ بیند ہر کہ ہست

پردۂ تقلید سے باہر نکل آنے والا ہر چیز کو خدا کے نُور (ہدایت) سے دیکھتا ہے۔"

تقلید کے معنی میں عدم علم بالدلیل داخل ہے تو دلیل روشنی ہے اور عدم دلیل ظلمت، پھر جو شخص تقلید کے پردہ سے نکل گیا، وہ ظلمت سے باہر آ گیا یعنی روشنی میں آ گیا اور روشنی قرآن و حدیث کی دلیل ہے۔ مولانا رومؒ نے یہی بات بتائی ہے کہ مقلّد بوجہ بے علمی کے

اندھیرے میں ہوتا ہے۔ ہاں تقلید ترک کرنے سے دلائل کی دنیا میں آجاتا ہے۔ کتاب و سنت سے روشنی پاتا ہے۔ اس کو خدا کی طرف سے ہدایت کا نور حاصل ہوتا ہے۔ پس بے علم اندھیرے میں ہوا، اور تقلید نا آشنا۔ علم والا روشنی میں!

از مقلد تا محقق فرقہاست!
کیں چو داؤد ست واں دیگر صداست (مثنوی دفتر دوم)

مقلد اور محقق میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ محقق کی بات داؤد علیہ السلام کی آواز کی طرح دل پسند ہے اور مقلد کی آواز معمولی ہے ؎

منبع گفتار ایں سوزے بود!
واں مقلد کہنہ آوازے بود (مثنوی دفتر دوم)

"محقق کی گفتار کا منبع ایمان (قرآن وحدیث) ہے اور مقلد دقیانوسی (بے سند ثبوت) باتیں سیکھے ہوتے ہے"

زانکہ تقلید آفت ہر نیکویست
کہ بود تقلید اگر کوہ قویست (مثنوی دفتر دوم)

"کیونکہ تقلید ہر نیک کام کے لئے آفت ہے درحقیقت تقلید گھاس پھونس ہے۔ اگرچہ دیکھنے میں پہاڑ معلوم ہوتی ہے"

گر تو بے تقلید ازو واقف شوی
بے نشاں بے جائے چوں ہاتف شوی (مثنوی دفتر دوم)

"اگر تو بے تقلید (غیر مقلد) ہو کر اس سے واقف ہو جائے، تو تو فرشتہ صفت ہو جائے"

کیونکہ تقلید بے علمی[1] ہوتی ہے اور اس کے برعکس تحقیق علم ہوتا ہے
تو تقلید چھوڑ کر جب قرآن وحدیث کا علم پڑھا جائے گا تو یہ نور اسکو
فرشتہ خصلت بنا دیگا۔ حضرت سلطان باہوؒ نے کیا سچ فرمایا ہے ع

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

یعنی جو کوئی بغیر علم کے فقیری کرتا ہے خدا کو ملنے کے لئے راہ سلوک میں
قدم رکھتا ہے۔ وہ کافر ہو کر مرتا ہے اور حضرت شیخ سعدیؒ کا یہ مصرعہ
تو زبان زد عوام ہے کہ ع

بے علم نتواں خدا را شناخت!

بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ ٹھیک ہے کہ بے علم نے دین ہی نہیں
سیکھا تو خدا کی شناخت کیا کر سکے گا، اس کی ذات اور صفات کے
مسائل، اس کے احکام، قرآن کے مطالب و مقاصد کیا جانے گا، کچھ
بھی نہیں بس یہی آفت تقلید میں ہے کہ اسکی ماہیت میں عدم علم بالدلیل
داخل ہے۔ پھر کوشش کرنی چاہیئے کہ تمام مردوں اور عورتوں کو علم
پڑھایا جائے تا کہ لوگ "تقلید" (بے علمی) کی ظلمت سے نکل کر روشنی
میں آجائیں علیٰ وجہ البصیرت دین پر عمل کریں

پھر تعجب آتا ہے ان علماء پر جو لوگوں کو تقلید کرنے پر زور دیتے
ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ عوام کو بے علم اور جاہل رہنے کی تلقین
کرتے ہیں۔ دیکھئے علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ النَّاسِ اَنَّ التَّقْلِيْدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ وَ
اَنَّ الْمُقَلِّدَ لَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَالِمِ (اعلام الموقعین)

---

[1] اِنَّ التَّقْلِيْدَ لَيْسَ بِعِلْمٍ : تقلید علم نہیں ہے (اعلام الموقعین)

"اور اس میں کوئی خلاف نہیں کہ تقلید علم نہیں ہے، اور مقلد پر عالم کا نام اطلاق نہیں پاتا۔"

ثابت ہوا کہ عوام کو تقلید کی طرف بلانا انھیں بے علم اور جاہل رکھنے کے مترادف ہے ؎

علمِ تقلیدی وبالِ جانِ ما است
عاریہ است و ما نشستہ کانِ ما است (مثنوی دفتر دوم)

"تقلیدی علم ہماری جان کا وبال ہے۔ حالانکہ بطور ادھار کے ہے اور ہم (سمجھے) بیٹھے ہیں کہ وہ ہمارا مال ہے۔"

مشتریِ علمِ تحقیقی حق است
دائما بازار او با رونق است! (مثنوی دفتر دوم)

"جو علم تحقیق سے حاصل ہو۔ اسکا خریدار حق تعالےٰ ہے، اس لئے اس بازار میں ہمیشہ رونق رہتی ہے۔"

اے مقلد تو مجو بیشی بر آں
کہ بود منبع ز نور آسمان (مثنوی دفتر سوم)

"اے مقلد تو محقق پر بزرگی نہ چاہ، کیونکہ وہ آسمان کے نور کا سرچشمہ ہے۔"

پس مقلد نیز مانند کر است
اندراں شادی کہ او را رہبر است (مثنوی دفتر چہارم)

"مقلد اپنے رہبر کی خوشی میں بہرے کی مانند ہے جو اشاروں پر چلتا ہے۔"

بس خطر باشد مقلد را عظیم
از رہ و رہزن ز شیطان رجیم (مثنوی دفتر چہارم)

"مقلد کو تقلید کے خطرناک راستے میں شیطان مردود، ڈاکو سے بڑا بھاری اندیشہ ہے۔"

برادرانِ اسلام! قرآن اور حدیث کی روشنی ہے، نورِ ہدایت ہے۔ جس کے پاس یہ نور اور روشنی ہو، اس کو راستے کا کوئی خطرہ ہی نہیں۔ وہ روشنی میں راہ طے کرے گا اور جس کے پاس آیت اور حدیث کی شمع نہیں ہے۔ اس کا راستہ سراسر تاریک ہے اور تاریک راستے میں شیطان کے حملے کا اندیشہ ہے یہ بات حضرت مولانا روم سمجھا رہے ہیں کہ محقق بنو تحقیق سے کام لو، مقلد نہ بنو، بے علمی سے قدم نہ اٹھاؤ!

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں
بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں (دفتر چہارم)

وہ مقلد اگرچہ سو دلیلیں اور تقریریں بیان کرے۔ مگر کسی میں جان نہیں۔"

جان اس لئے نہیں کہ بے دلیل اور بے ثبوت ہیں اور جو بات آیت اور حدیث کی دلیل سے بیان کرے گا۔ اس میں جان ہوگی۔ جان کیا ہوگی۔ وہ علم و ایمان کا ایک سر بفلک پہاڑ ہوگا جس کو کوئی عبور نہیں کر سکے گا جو کبھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا۔

خدا رحمت کرے۔ حضرت مولانا روم رحؒ نے مسلمانوں کو کیسا اچھا سبق دیا ہے کہ وہ بے علم اور جاہل بنکر اندھا دھند آخرت کی راہ پر نہ چلیں بلکہ ہر کام تحقیق، علم یعنی قرآن اور حدیث کے ساتھ کریں۔ تقلید جامد کا خوب ردّ کیا ہے۔ اندھی تقلید کا خاتمہ کر دیا ہے!

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری کا ارشاد!

ہم اہلحدیث اس (تقلید) کو جان سکتے ہیں تو لغوی معنیٰ سے جان سکتے ہیں کہ "تقلید قلادہ در گردن انداختن" اس کے سوا علماء اصول کے اصطلاحی معنی جو ہیں وہ یہ ہیں:

التقلید اخذ قول الغیر من غیر حجۃ (مسلم الثبوت ص۲۸۹)

کسی غیر نبی کی بات کو بغیر دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے'

یعنی تقلید کی تعریف میں داخل ہے کہ مقلد کو دلیل معلوم نہ ہو۔ یہ تو ہے عام تقلید ۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک معین امام کی بات بے دلیل ماننے اور ہمیشہ مانتا رہے نتیجہ صاف ہے کہ:

تقلید کے معنی میں بے علمی داخل ہے۔ یعنی مقلد پر تقلید چونکہ فرض واجب ہے لہذا وہ دلیل کا علم کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی حاصل نہ کرے ورنہ اس تقلید سے نکل جائے گا جو اس کے ذمہ فرض واجب ہے اور فرض کی ضد حرام ہے۔

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کا لازمی اثر یہ ہے کہ مقلد بے علم رہے جس کا عکس القضیۃ یہ ہے کہ وجوب تقلید کی صورت میں علوم عقلیہ بالخصوص شرعیہ کا پڑھنا حرام ہے۔ کیونکہ تقلید میں تعلیم مخل انداز ہے اور تقلید واجب ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ جو چیز وجوب میں مخل انداز ہو وہ حرام ہے۔ (رسالہ تنقید تقلید صفحہ ۷-۸)

ناظرین کرام! حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو تقلید کا مطلب سمجھایا

ہے کہ تقلید ہے بے علم رہنا اور بغیر دلیل کے دین پر چلنا۔ فرمائیے دین کے راستے پر آپ کیسے چلنا چاہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی دلائل سے یا بغیر سند اور ثبوت کے؟ اگر دلائل سے دین پر چلیں گے تو آپ غیر مقلّد ہیں اور اگر بے دلیل باتوں کو دین مانیں گے تو آپ مقلّد ہیں۔ اگر آپ علم پڑھیں گے تو غیر مقلد ہو جائیں گے اور اگر بے علم رہینگے تو مقلّد ہوں گے۔ اب آپ خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید کیا ہے اور آپ کو مقلّد بننا چاہیئے یا غیر مقلّد! ناظرین کرام! یہ تقلید ہی کا "کرشمہ" ہے کہ مسلمان دین سے بہت دور ہیں، ان کی اکثریت دین سے ناواقف ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی یہی رونا رویا ہے ؎

مُسلم از سرِّ نبی بیگانہ شُد
باز ایں بیت الحرم بیگانہ شُد

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابنِ ماجہ)

"ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر علم کا طلب کرنا فرض ہے"

حضورِ اکرمؐ تو مسلمانوں پر علم کا طلب کرنا (ضروری) فرمائیں، تاکہ سب علم، تحقیق اور دلیل سے دین پر چلیں لیکن ایک طبقہ علماء کا اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے تقلید فرض واجب ہے۔ یعنی ان کا بے علم اور جاہل رہنا ضروری ہے۔ ان کے لئے بغیر دلیل، علم اور سند کے دین پر چلنا لازمی ہے۔ پیارے بھائیو! اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ کر لو کہ علم اچھی چیز ہے یا بے علمی؟ روشنی اچھی ہے یا ظلمت؟ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

اگر ایمان تقلید ہی کا نام ہے (یا فرض واجب ہے)، تو امام رازیؒ اور دیگر علماء کرام کیوں لکھتے :

ان التقلید غیر کاف فی الدین (تفسیر کبیر مصری جلد ۵ صفحہ ۱۱۳)

یعنی تقلید دین میں کافی نہیں؛

ہاں! شیخ سعدی مرحوم بھی ایسی جلی کٹی کیوں کہتے ؎

عبادت بتقلید گمراہی است

خنک رہروے را کہ آگاہی است

خواجہ حافظ شیرازیؒ تو تقلید اور مقلدوں سے بہت خفا ہیں جو کہتے ہیں ؎ بادہ خور غم مخور و پند مقلد مشنو!

اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن

حضرت مولانا فرماتے ہیں :

ہم ایک معتبر گواہ کا بیان پیش کرتے ہیں جس سے مقلد کی حیثیت واضح ہوگی۔ گواہ سے مراد ہماری مشہور اہل دل، صوفی صافی مولانا روم مرحومؒ ہیں جو تقلید اور مقلدین کے حق میں ایسی سخت رائے لکھتے ہیں کہ ہم اس ساری کو نقل نہیں کر سکتے، اِلّا ایک دو شعر جو سب سے نرم تر ہیں، مقلد کے حق میں نقل کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم فرماتے ہیں ؎

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث جز طمع نبود مراد آں خبیث

آں مقلد ہست چوں طفل علیل گرچہ دارد بحث باریک و دلیل

ہاں ایک اور شعر بھی سن لیجئے :

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں بر زباں آرد ندارد ہیچ جاں

(رسالہ تنقید تقلید ص ۳۶-۳۸)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا ارشاد

سو معلوم ہوا کہ اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے مقابلہ میں کوئی دیگر شخص واجب الاطاعت اور لازم المطابعت نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ سراجاً منیرا ہیں اور آفتاب کی موجودگی میں کسی دیگر چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح آپ کے بعد بھی قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی دیگر کا قیاس و اجتہاد اور اس کی عقل و رائے کی کوئی حقیقت نہیں - مولانا رومؒ مثنوی شریف میں اسکے حسب حال ایک خاص عنوان ان الفاظ میں باندھتے ہیں :

در بیان آنکہ اوّل کسے کہ در مقابلِ نص صریح قیاس آورد
ابلیس علیہ اللعنۃ بود (دفتر اوّل ص۵۸)

اس کے ذیل میں نص اور قیاس کا مقابلہ ایک شرعی مسئلہ کی مثال سے کیا خوب سمجھاتے ہیں :

ایں قیاسات و تحرّی روز ابر یا بشب مر قبلہ را کرداست جبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش رو ایں قیاس و ایں تحرّی را مجو

مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جب سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو اور اوپر سے ابر ہو یا اندھیری رات ہو تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ نشانات و علامات دیکھ کر غلبۂ ظن سے جس طرف تمہارا دل گواہی دے اس طرف منہ کرکے نماز ادا کر لو، نماز ہو جائے گی - لیکن جب سورج سامنے ہو، اور سمت معلوم ہو سکتی ہو یا مکّہ شریف میں ہوتے ہوئے کعبہ شریف

نظر کے سامنے ہو تو تحری اور قیاس جائز نہیں۔

اس طرح بیشک شریعت نے اجتہاد کی اجازت دی ہے اور اس پر عمل کرنا جائز رکھا ہے ۔ لیکن یہ حکم صرف اسی وقت کے لئے ہے ۔ جب نص معلوم نہ ہو (جیسا کہ حضرت معاذ رضؓ نے آنحضرتؐ کے سامنے عرض کیا تھا) لیکن جب شمس رسالت کی نص موجود ہے تو قیاس کرنا اور قیاسی مسئلہ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (قول سدید)

پھر مولانا نے صحابہ رضؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے نیک زمانوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ لوگ نصوص کی موجودگی میں قیاس کی پیروی نہیں کرتے تھے پھر آپ لکھتے ہیں۔

"تذکرۃ الحفاظ میں اس طبقہ میں تیسری صدی تک کے علمائے حدیث کا ذکر ہے ۔ بس اسی صدی میں تقلید کی تخم ریزی ہوئی، اور ہوتے ہوتے چوتھی صدی میں جدا جدا مستقل مذاہب کی حدیں کھینچ گئیں اور لوگوں کا ایک معین مذہب پر جم جانا اور اسکی پابندی و پیروی کرنا آئین زمانہ یا فیشن قرار پایا۔ اسی لئے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: "جان تو کہ امت محمدیہ کے لوگ چوتھی صدی سے پیشتر بعینہٖ کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمے نہیں تھے" (قول سدید)

غرض مولانا نے یہ ثابت کیا ہے کہ آیت یا حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کے اجتہاد، قیاس رائے اور قول کی ضرورت نہیں ہے اور تقلید کی تخم ریزی تیسری صدی میں ہوئی اور چوتھی صدی میں جدا جدا تقلیدی مذاہب پیدا ہوئے ۔ پس جب تقلید تیسری صدی میں نکلی اور چوتھی

صدی میں تقلیدی مذاہب کی حدیں کھچیں تو یہ امر واضح ہو گیا کہ تیسری صدی سے پہلے کے پاکباز لوگ نہ تقلید کو جانتے تھے اور نہ تقلیدی مذاہب رکھتے تھے۔ بلکہ وہ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے تھے۔

علامہ ابن حزم کا ارشاد

وَاهْرُبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ
إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

"تقلید (جامد) سے بھاگ کہ وہ گمراہی ہے۔ بے شک مقلّد ہلاکت کی راہ پر ہے۔"

جو شخص حدیث کے مقابلہ میں امام کے بلا دلیل قول کو شرعی حیثیت سے لے لیتا ہے اور حدیث کو چھوڑ دیتا ہے وہ ضرور ہلاکت کی راہ پر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک

تقلید کی دو قسمیں

ضروری مشروط اور حرام

حضرت شاہ ولی اللہ رح نے تقلید کو ضروری بھی کہا ہے اور حرام بھی۔ ضروری، عامی یعنی بے علم کے لئے اور حرام سنت اور حدیث کے مقابلہ میں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اعلم ان التقليد على وجهين واجب وحرام فاحدهما ان يكون من اتباع الرواية دلالة تفصيلة ان الجاهل بالكتاب والسنة لا يستطيع بنفسه التتبع ولا الاستنباط فكان وظيفته ان يسئل فقيها ما حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسئلة كذا فاذا اخبر سواء كان ماخوذا من صريح نص او مستنبطا منه او مقيسا على المنصوص فكل ذالك راجع الى الرواية عنه صلى الله عليه وآله وسلم ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة على صحته قرنا بعد قرن بل الامم كلها اتفقت على مثله في شرايعهم وامارة هذا التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط بكونه موافقا للسنة فلا يزال متفحصا

عن السنۃ بقدر الامکان فمتی ظہر حدیث یخالف قولہ ھذا اخذ بالحدیث والیہ اشار الائمۃ قال الشافعی اذا صح الحدیث فھو مذھبی واذا رأیتم کلامی یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط و قال مالکؒ ما من احد الا وماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابوحنیفۃ لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وقال احمدؒ لا تقلدنی ولا تقلدن مالکاً ولا غیرہ وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ الوجہ الثانی ان نظن بفقیہ انہ بلغ الغایۃ القصوی فلا یمکن ان یخطی فمہما بلغہ حدیث صحیح صریح یخالف مقالتہ لم یترکہ او ظن انہ لما قلدہ کلفہ اللہ بمقالتہ وکان کالسفیہ المحجور علیہ فان بلغہ حدیث واستیقن بصحتہ لم یقبلہ لکون ذمتہ مشغولۃ بالتقلید فھذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس لہ شاھد من العقل والنقل وما کان احدٌ من القرون السابقۃ یفعل ذالک ۔ (عقد الجید صہ ۸۳ مطبع فاروقی دہلی)

خوب سمجھ لو کہ مجتہد کی تقلید کی دو قسمیں ہیں ۔ ضروری (مشروط) اور حرام ۔ پس ایک (ضروری مشروط) تو یہ ہے کہ روایت کا اتباع باعتبار دلالت کے ہو، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب و سنت سے جاہل ہو تو وہ بذات خود تتبع اور استنباط کی استطاعت

نہیں رکھتا۔ پس اس (جاہل) کا وظیفہ یہ ہے کہ فقیہہ (عالم) سے پوچھ لے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے جب (فقیہہ) عالم بتائے تو اس کا اتباع کرے۔ برابر ہے کہ صحیح نص سے لیا ہو یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اگرچہ دلالۃً ہو۔ اس امر کی صحت پر اُمت کا ہر طبقہ متفق ہے، بلکہ تمام اُمتیں اپنی اپنی شریعت میں اس صورت پر متفق ہیں اور اس (ضروری شرطی) تقلید کا نشان یہ ہے کہ اس (بے علم، جاہل) کا عمل مجتہد کے قول پر اس شرط سے ہو کہ وہ قول سُنت کے موافق ہو پس ہمیشہ جہاں تک ہو سکے وہ (بے علم جاہل) سنت کی تلاش میں رہے پھر جب اس کو قول کے خلاف حدیث مل جائے تو حدیث پر عمل کرے۔ (اور قول چھوڑ دے) اور ائمہ نے یہی اشارہ کیا ہے (چنانچہ) امام شافعیؒ فرماتے ہیں: جب صحیح حدیث (ثابت) ہو جائے تو میرا مذہب وہی ہے اور جب تم میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے خلاف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا کلام دیوار پر پھینک دو۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں: ہر شخص کا کلام لے بھی سکتے ہیں اور اس پر ردّ بھی کر سکتے ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: کہ جس شخص کو میرے کلام کی دلیل معلوم نہ ہو اس کو میرے کلام کے ساتھ فتویٰ دینا حرام ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ:

میری تقلید نہ کرنا، اور نہ مالک کی تقلید کرنا اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور (دین کے) احکام وہاں سے لینا جہاں سے

انہوں نے لئے ہیں یعنی کتاب و سنت سے اور دوسری تقلید حرام یہ ہے کہ کسی فقیہہ کے متعلق یہ گمان کرلے کہ یہ غایت درجے کو پہنچ گیا ہے اس سے خطا ممکن نہیں۔ پھر جب اس (متعصب) مقلّد کو قولِ مجتہد کے خلاف صحیح صریح حدیث مل جائے تو (پھر بھی) قول کو نہ چھوڑے، یا خیال کرے کہ جب میں اس کا مقلّد ہو گیا ہوں تو میرے حق میں اس کا قول اللہ کا حکم ہے۔ یہ مقلد ایسا ہے جیسے بے وقوف ممنوع التصرف پھر اگر اس کو حدیث مل جائے اور صحت کا یقین بھی کر لے۔ پھر بھی نہ مانے (اور قول پر ہی عمل کرے) کیونکہ اس کا ذمہ تقلید میں لگا ہوا ہے۔ پس یہ اعتقاد فاسد اور کھوٹی بات ہے اسکا کوئی شاہد نہیں، نہ عقل سے نہ نقل سے اور قرون سابقہ میں سے بھی کوئی نہ تھا جو ایسا کرتا ہو" (عقد الجید ص۴۳ مطبع فاروقی دہلی)

قارئینِ کرام! دیکھا آپ نے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تقلید جاہل اور بے علم شخص کے لئے ضروری قرار دی ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ جس امامؒ کے قول پر وہ عامل ہے اگر وہ قول حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دے گا اور حدیث پر عمل کریگا اور اگر کوئی مقلد ایسا متعصب ہے کہ صحیح صریح حدیث کے ہوتے ہوئے بھی اس کے خلاف قول کو نہیں چھوڑتا تو ایسی جامد تقلید کو شاہ صاحب نے حرام فرمایا ہے، یہ اعتقاد فاسد اور قول کاسد ہے!

حدیث کے مقابلہ میں قول چھوڑ دو!

پھر شاہ ولی اللہ رحمہ صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب حدیث مل جائے تو امام کے قول کو جو ظن اور تخمین ہے، چھوڑ دینا چاہیئے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العلمين۔

(عقد الجید ص۷۹ مطبع فاروقی دہلی)

یعنی اگر ہم کو رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح سند سے پہنچ جائے جن کی تابعداری خدا نے ہم پر فرض کی ہے۔ اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو تو اس وقت اگر ہم اس حدیث کو چھوڑ کر اس تخمینے (قول) پر جم رہیں گے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوگا اور حشر کے دن جب سب لوگ رب العٰلمین کے حضور پیش ہوں گے ہمارا کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔

شاہ صاحبؒ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حدیث کی موجودگی میں جو شخص امتی کے قول کو نہیں چھوڑتا، وہ بڑا ظالم ہے اور قیامت کے روز خدا کے سامنے اس کا کوئی عذر کارگر نہیں ہو سکے گا۔ پس یاد رکھیں کہ شاہ صاحبؒ نے جو تقلید کے حق میں لکھا ہے وہ عامی یعنی بے علم اور جاہل کے لئے لکھا ہے کہ وہ لاعلمی کی حالت میں امام سے مسئلہ پوچھ کر اس شرط پر

عمل کرے کہ اگر وہ حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو فوراً اس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے گا۔ یہ شرطی اور مطلق تقلید ہے جو محلِ نزاع نہیں

حدیث کے خلاف قیاس پر نہ چلو!

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح حدیث سے مسئلہ واضح ہو جائے تو پھر بھی جو شخص اس حدیث کے خلاف کسی قیاس، استنباط، رائے اور قول پر جم رہے، ایسے شخص کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

فحینئذ لا سبب لمخالفۃ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الانفاق خفی او حمق جلی (عقد الجید ص۳۳)

"پس اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں، سوائے پوشیدہ نفاق اور ظاہر حماقت کے"

اقوال کو احادیث پر پیش کرو

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اقوال و آراء کو احادیث پر پیش کرو، مطابق ہوں تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

دائماً تفریعات فقیہہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد درحیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن۔ اُمت را بہیچ وجہ از عرض مجتہدات برکتاب

وسنت استغنا حاصل نیست ۔ (وصیت نامہ)

ہمیشہ فقہ کی جزئیات کو قرآن وحدیث پر پیش کرو ۔ فقہ کا جو مسئلہ قرآن اور حدیث کے مطابق ہو، اُسے مان لو اور جو ان کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دو ۔ اُمت میں سے کسی کو بھی اس بات سے بے نیازی ہو نہیں سکتی کہ وہ اماموں کے اجتہادات کو کتاب وسنت سے نہ ملائے ۔

صحابہؓ کا طرزِ عمل

حضرت شاہ صاحبؒ صحابہؓ کا طرزِ عمل بیان فرماتے ہیں :

وقد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطاً ۔ (انصاف)

یہ بات تواتر سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کو جب کوئی حدیث پہنچتی تو وہ فی الفور اس پر عمل شروع کر دیتے ۔ کسی اور شرط کی طرف نگاہ بھی نہ ڈالتے ۔

جب صحابہؓ اور تابعینؒ حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہ شرط نہیں لگاتے تھے کہ اس حدیث کو فلاں لے گا تو ہم لیں گے تو آج یہ شرط کیوں لگائی جاتی ہے کہ یہ حدیث اگر ہمارے امام نے لی ہے تو ہم لیں گے !

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہرگز تقلید جامد کے قائل نہیں تھے کہ پڑھے لکھے لوگ اندھا دھند بلا دلیل اقوال کو دین سمجھ کر مان لیں ۔ آپ ایسی کورانہ تقلید کی تردید کرتے ہیں، فرماتے ہیں :

انھم اطمأنوا بالتقلید ودب التقلید فی صدورھم دب النمل وھم لایشعرون ۔ (الانصاف)

"مقلدین تقلید پر جم گئے اور تقلید ان کے دلوں میں چیونٹی کی چال کی طرح بے خبری میں رچ گئی"

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اقوال رجال پر اندھا دھند جم نہیں جانا چاہیئے بلکہ تحقیق سے کام لے کر جو اقوال کتاب و سنت کے مطابق ہوں، مان لینے چاہئیں اور جو ٹکرائیں ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

تقلید جامد کا رد

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ تقلید جامد کے رد میں لکھتے ہیں :

" پس اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں سوائے پوشیدہ نفاق کے یا ظاہر حماقت کے۔" (عقد الجید)

اس سے آگے آپ فرماتے ہیں :

وھذا ھوالذی اشار الیہ الشیخ عز الدین بن عبد السلام حیث قال ومن عجب العجائب ان الفقہاء المقلدین یقف احدھم علی ضعف ماخذ امامہ بحیث لایجد لضعفہ مدفعا وھو مع ذلک یقلدہ فیہ و یترک من شھد الکتاب والسنۃ والاقیسۃ الصحیحۃ لمذھبھم جمودا علی تقلید امامہ بل یتحیل لدفع ظاہر الکتاب والسنۃ و یتأولھما بالتاویلات البعیدۃ الباطلۃ

اور یہ (حدیث کے خلاف قول لینے کا)، وہی مضمون ہے کہ شیخ عزالدین ابن عبدالسلام نے جدھر اشارہ کیا ہے کیونکہ کہا ہے کہ بڑا ہی تعجب ہے کہ بعض مقلد فقہا اپنے امام کی ایسی ضعیف بات پر واقف ہوتے ہیں کہ اس کے ضعف کے دفع کی کوئی صورت نہیں ملتی اور وہ پھر بھی اس میں اس کی تقلید کئے جاتے ہیں اور جن کے مذہب کی کتاب اور سنت اور صحیح قیاس شہادت دیتے ہیں، اس کو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چھوڑ دیتے ہیں بلکہ ظاہر کتاب اور سنت کے رفع کرنے کے لئے حیلہ سوچتے ہیں اور ان کی دور از کار جھوٹی تاویلیں گھڑتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ایسے متعصب اور جامد مقلد بھی ہیں جو احادیث سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اماموں کے قولوں کو لیتے ہیں، تقلید پر جم کر حدیثیں چھوڑ دیتے ہیں۔ پس ایسی تقلید حرام ہے۔ خدا اس سے مسلمانوں کو بچائیے۔

پڑھے لکھے مسلمان بھائیو! یاد رکھو، دین کا ہر مسئلہ قرآن اور حدیث کی دلیل سے مانو اور پھر عمل کرو!

عامی کی غیر مشروط تقلید بھی حرام ہے!

حضرت شاہ ولی اللہؒ ارشاد فرماتے ہیں:

اور جو شخص عامی، بے علم ہو اور فقہا میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔ یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا مشکل ہے اور جو کہتا ہے، ٹھیک ہے اور دل میں یہ بات ٹھیرا رکھے کہ اسکی تقلید نہ چھوڑوں گا

اگرچہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہو، (ایسا مقلد) مصداق اس کا وہ حدیث ہے جو ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ عدی بن حاتم نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ یہ آیت پڑھتے تھے :

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ٹھہرایا یہود ونصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار اللہ کو چھوڑ کر۔"

فرمایا (حضورؐ نے) وہ لوگ ان کی بندگی نہیں کرتے تھے۔ پر ان کا یہ حال تھا: جس چیز کو وہ انہیں حلال بتاتے، اس کو حلال جانتے اور جب ان کو کوئی چیز حرام بتاتے تو اس کو حرام جانتے۔" (عقد الجید)

معلوم ہوا کہ عامی آدمی بھی کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس شرط پر عمل کرے کہ اگر حدیث کے خلاف ہوا تو چھوڑ دے گا اور حدیث پر عمل کرے گا اور اگر وہ امام کے قول پر ایسا جم جائے کہ اس کے قول کے خلاف حدیث بتائی جائے تو حدیث کی طرف کوئی دھیان نہ کرے بلکہ اس قول پر جم رہے تو وہ اس عالم یا امام کو جس کے قول پر جم گیا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر رب بنانے والا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحبؒ تحت آیت فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ فرماتے ہیں:

[1] پس مت ٹھہراؤ ساتھ اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو۔ (۱ / ۲)

دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر است۔ اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ او را مبلّغ احکام ندانستہ ربقۂ تقلید او در گردن اندازد و تقلید او را لازم شمارد و باوجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او برندارد و ایں ہم نوعیست از اتخاذ انداد کہ در آیہ کریمہ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ نکوہش آں فرمودہ اند۔"

(تفسیر عزیزی)

مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لیوے اور خدا کا حکم اس (تقلیدی حکم) کے مخالف معلوم ہونے کے باوجود پھر بھی اس کا اتباع نہ چھوڑے تو اس نے بحکم آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ کے (اس امام کو) خدا کا شریک ٹھیرا لیا۔

ثابت ہوا کہ حدیث کے مقابلہ میں تقلیدی اعمال شرک ہیں! پس ہر بھائی کو خوب چھان بین کرنی چاہیئے کہ وہ کہیں ایسی تقلید تو نہیں کر رہا ہے کہ باوجود علم ہو جانے کے حدیث کے خلاف قول پر جما ہوا ہو۔ حضرت مولانا اسمٰعیل کا ارشاد۔

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن

النبي صلى الله عليه وسلم الصريحة الدالة على خلاف قول الامام المقلد فان لم يترك قول امام ففيه شائبة من الشرك كما يدل عليه حديث الترمذی عن عدی بن حاتم انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قوله "اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ"۔ فقال انكم احللتم ما احلوا وحرمتم ما حرموا (تنویر العینین)

مجھے نہیں معلوم کہ کیونکر روا ہو گیا۔ التزام ایک معین[1] شخص کی تقلید کا، باوجود قدرت رجوع کے ان روایات کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور صریح دلالت کرتی ہیں۔ قولِ امام کے خلاف پر، پھر اگر مقلد امام کے قول کو نہیں چھوڑتا تو اس میں آمیزش شرک کی ہے چنانچہ دلالت کرتی ہے اس پر وہ حدیث جس کو ترمذی نے عدیؓ بن حاتم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت اتخذوا[2] احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کے معنی میں پوچھا تو فرمایا (حضور نے) کہ حلال ٹھیرایا تم نے ان کے حلال ٹھیرائے ہوئے کو، اور حرام ٹھرایا تم نے ان کے حرام ٹھیرائے ہوئے کو۔

---

[1] اس سے تقلید شخصی کی تردید ہوتی ہے۔

[2] یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کا ارشاد

فَطَائِفَةٌ قَدْ تَعَصَّبُوْا فِي الْحَنَفِيَّةِ تَعَصُّبًا شَدِيْدًا وَالْتَزَمُوْا بِمَا فِي الْفَتَاوٰى اِلْتِزَامًا شَدِيْدًا وَاِنْ وَّجَدُوْا حَدِيْثًا صَحِيْحًا وَّ اَثَرًا صَرِيْحًا عَلٰى خِلَافِهٖ زَعَمُوْا اَنَّهٗ لَوْ كَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحًا لَاَخَذَ بِهٖ صَاحِبُ الْمَذْهَبِ وَلَمْ يَحْكُمْ بِخِلَافِهٖ وَ بِهٰذَا جَهْلٌ مِّنْهُمْ۔ (طریق محمدی)

"بعض متعصب حنفی تقلید امام اور کتب فقہ کے فتووں کے پیچھے ایسی بری طرح چمٹے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے خلاف صحیح حدیث بھی مل جائے پھر بھی فقہ کے فتاویٰ کو نہیں چھوڑتے (حدیث چھوڑ دیتے ہیں) یہ لوگ جاہل ہیں۔"

قارئین کرام! یہ جامد تقلید حرام ہے کہ ایک طرف حدیث رسولؐ ہو اور اس کے خلاف قولِ اُمتی ہو تو حدیث چھوڑ کر قول لے لینا، کتنی بڑی جسارت اور جہالت ہے۔ بس ایسی تقلید سے حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ منع کر رہے ہیں۔

حنفی، شافعی وغیرہ بننے کا خدا نے حکم نہیں دیا

شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنی مایۂ ناز کتاب "معیار الحق" میں لکھتے ہیں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّهُ لَمْ يُكَلِّفِ اللّٰهُ تَعَالٰى اَحَدًا مِّنْ عِبَادِهٖ
بِاَنْ يَكُوْنَ حَنَفِيًّا اَوْ مَالِكِيًّا اَوْ شَافِعِيًّا اَوْ حَنْبَلِيًّا
بَلْ اَوْجَبَ عَلَيْهِمُ الْاِيْمَانَ بِمَا بُعِثَ بِهٖ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (معیار الحق بحوالہ قول سدید)

جان لے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو حنفی مالکی یا شافعی یا حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا، بلکہ سب بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ سیّدنا حضرت مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں اور جو کچھ حضور سیّد العرب والعجم لائے ہیں (یعنی کتاب وسنت) اس پر ایمان لائیں۔

خدا شاہ صاحب کو نیک جزا دے، انھوں نے کتنی سچی بات کی ہے کہ خدا نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لانے اور آپ کی تابعداری کا حکم دیا ہے۔ حنفی مالکی، شافعی، حنبلی بننے کا مکلف نہیں کیا۔ پھر علماء کیوں زور دیتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کر کے ضرور حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنو۔ علماء کو تو صرف کتاب وسنت کے اتباع پر زور دینا چاہیئے کہ سب اہل سُنت بنو۔ اہل حدیث ہو کر خدا رسول کے فرامین پر عمل کرو۔ اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو بھی نہیں چاہیئے کہ وہ بجائے عمل بالحدیث کے اُمتیوں کے اقوال کو اندھا دھند مانتے جائیں۔

حضرت مُلّا علی قاری کا ارشاد

ومن المعلوم ان اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ما کلف احد

ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفھم ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او یقلدوا علماء ان کانوا جہلاء (معیار الحق شرح عین العلم)

" یہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ یہ تکلیف دی ہے کہ حدیث پر عمل کریں۔ اگر عالم ہیں اور اگر جاہل ہیں تو علماء کی پیروی کریں۔[1]

مولانا عبدالحی لکھنوی کا فتوےٰ

سرتاج علماء احناف حضرت مولانا عبدالحی حنفی ارشاد فرماتے ہیں:

" مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔"

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی رح جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

ثابت ہوا ان فتاویٰ سے کہ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا اور حضورؐ انور اور صحابہؓ کے وقتوں میں حنفی، شافعی وغیرہ ناموں سے مسلمان موسوم نہ تھے تو پھر آج ان ناموں سے موسوم ہونا کیونکر ضروری ہو گیا۔

محمدی کیوں نہیں کہلواتے

اگر آپ نے اپنے آپ کو ضرور ہی کسی انسان کے نام کے ساتھ

---

[1] یعنی جاہل اور بے علم لوگ علماء سے مسائل پوچھ کر عمل کریں اور پوچھیں اس طرح: حضرت مولانا! اس مسئلہ میں کیا حکم ہے خدا کا یا اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ از راہِ کرم آیت یا حدیث سے جواب مرحمت فرمائیں اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل کرے۔ پھر جو جواب عالم دے وہ بے علم اس پر عمل کرے (منہ)

منسوب کرتا ہے تو پھر خدا کے سچے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ منسوب کرکے محمدی کیوں نہیں کہلواتے؟ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی نسبتوں کے بجائے محمدی نسبت تو بڑی پیاری نسبت ہے۔ پھر اس پیاری اور محبوب ترین نسبت کو تمام جہان کی نسبتوں پر ترجیح دینی چاہیئے۔

مسلمان بھائیو! آپ کے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم ہیں جن کی تابعداری آپ پر خدا نے قرآن میں فرض کی ہے، جنکی سنت اور حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور جنہوں نے خدا کے اذن کے بعد قیامت کو آپ کی شفاعت کرنی ہے۔ پھر اُمتیوں کی تقلیدی نسبتوں کو چھوڑ کر حضورؐ کے طریقے پر چلو۔ سیدھے اہل سنت، اور اہل حدیث بنو۔ بھائیو! سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے نام کی طرف نسبت کرکے محمدی کہلاتے ہوئے تو آپ کو شرم اور عار آئے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نام کی طرف خود کو منسوب کرکے حنفی کہلا کر آپ فخر کریں۔ آخر کیوں؟ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ نے ہرگز نہیں کہا تھا کہ میرے مقلد بنکر حنفی کہلانا، ان کا مذہب حدیث تھا۔ پھر آپ بھی براہِ راست حدیث پر چلیں۔

تقلید یہود کا نمونہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تقلید یہود کا حال بیان کرتے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرمائیں اور ایسی جامد تقلید سے بچیں:

فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَرٰی اُنْمُوْذَجَ الْیَهُوْدِ فَانْظُرْ اِلٰی عُلَمَاءِ

السُّوْءِ مِنَ الَّذِيْنَ يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوْا تَقْلِيْدَ السَّلَفِ، وَاَعْرَضُوْا عَنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَتَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدِهٖ وَاسْتِحْسَانِهٖ وَاَعْرَضُوْا عَنْ كَلَامِ الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ وَتَمَسَّكُوْا بِاَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ وَّتَاوِيْلَاتٍ فَاسِدَةٍ كَاَنَّهُمْ هُمْ (فوز الکبیر)

"اگر تم چاہتے ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو ان بڑے علماء کو دیکھو جو دنیا طلب کرنے میں مشغول ہیں۔ جن میں تقلید (جامد) گھر کر چکی ہے، جم گئی ہے جو کتاب و سُنت سے مُنہ موڑ کر ایک ہی امام کے نرم گرم کے پیچھے لگ گئے ہیں اور شارع معصوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام (حدیث) کو چھوڑ رکھا ہے، اور اپنے امام کے قول کو لغو تاویلوں اور جھوٹی حدیثوں سے مضبوط کر کے اسی پر تمسک کر بیٹھے ہیں گویا کہ یہودی ہی ہیں۔"

شاہ ولی اللہ کے ارشاد کا مطلب

حضرت شاہ صاحب نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ یہودیوں کا نمونہ دیکھو تو اُن بڑے علماء کو دیکھو لو جو دُنیا طلب کرنے میں مشغول ہیں" معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ اس اُمت کے بڑے علماء کا ذکر کر رہے ہیں۔ جن میں تقلید جامد گھر کر گئی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہود کے نمونے کی تقلید اس اُمت میں بھی موجود ہے۔ پھر شاہصاحب اس اُمت کے بڑے لوگوں

کی تقلید کی کیفیت بیان کر کے فرماتے ہیں کَاَنَّھُمْ ھُمْ گویا کہ یہ (جامد تقلید کے باعث) یہودی ہی ہیں"

یہود کی سی تقلید سے بچیں

حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد مذکور سے معلوم ہوا کہ جو علماء طلب دنیائے دوں کی خاطر حدیثِ رسولِ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اس کے خلاف دانستہ کسی کے قول کو پکڑ لیتے ہیں رسولِ معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر کے غیر معصوم اُمتی کی رائے پر عمل کرتے ہیں، گویا دنیا طلبی کی خاطر کتاب و سُنت کے مقابلہ میں تقلید کرتے ہیں۔ وہ یہودیوں کے نقشِ قدم پر ہیں اگر یہود کا نمونہ دیکھنا ہو تو نصوص کتاب وسُنت سے اعراض کرنے والوں مقلدوں کو دیکھ لو بیشک بقول شاہ ولی اللہ صاحبؒ یہ علماء سوء ہیں۔ دنیا مل جائے۔ دین جاتا ہے تو جائے۔ پھر ان کا یہ حال ہے کہ اسی تقلید کی آڑ میں عوام کالانعام کو اندھا دھند اپنے پیچھے لگاتے ہیں۔ بلا دلیل قصے کہانیاں[1] سنا سنا کر ان

---

[1] وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ○ (پ ۱ ع ۹) اور بعض ان (یہودیوں) میں سے اَن پڑھ ہیں نہیں جانتے کتاب (تورات) کو، مگر آرزوئیں اور نہیں وہ مگر گمان کرتے"! یعنی ان بے علم لوگوں نے اپنے علماو مشائخ کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں سن رکھی ہیں۔ وہ ان اکاذیب پر گمان رکھتے اور عمل کرتے ہیں کچھ دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

کے ایمان خراب کرتے ہیں جو ان کے منہ سے نکل گیا وہ عوام کے لئے مسند بن گیا۔ دنیا طلب کرنے والے پیر اور مولوی اپنے مریدوں اور معتقدوں کو اسی تقلید کی بدولت ہی "بے زبان" بنا کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بھیڑ بکری بنا کر ان کی "اُون" اتارتے ہیں۔ یہود کے علماء کا بھی یہی حال تھا کہ وہ بلا دلیل باتیں سُنا سُنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے:

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ ۱۰ ع ۱)

"پکڑا انہوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اپنے عالموں اور درویشوں کو ربّ اللہ کے سوا"

اس آیت کا مطلب حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں۔

اِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ. (ترمذی شریف)

وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن حلال جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل) حلال کہہ دیتے تھے۔ اور حرام جانتے تھے جو وہ (بلا دلیل) حرام کہہ دیتے تھے"

مذکورہ آیت میں خدا نے فرمایا کہ یہود و نصارٰے نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ۔ اس رب بنانے کا مطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ عوام اپنے علما و مشائخ کے بلا دلیل اقوال ۔ حرام حلال کو چپ کر کے مان لیتے تھے ۔ ان سے کوئی دلیل تورات انجیل سے نہ پوچھتے تھے گویا ان کے جامد مقلد

تھے۔ اندھے بنکر ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

مسلمان بھائیو! آیت مذکورہ اور اس کی تشریح رسول سے سبق حاصل کرو کہ جامد مقلد بنکر اپنے علماء مشائخ کے پیچھے نہ چلو، علماء کے بلا دلیل اقوال کو آنکھیں بند کر کے عمل میں نہ لاؤ۔ بلکہ اچھی طرح چھان بین کر لو، اگر وہ اقوال حدیث کے مطابق ہوں تو سر آنکھوں پر رکھو اور اگر خلاف ہوں تو چھوڑ دو۔ جو علماء آپ کو کورانہ تقلید کا اسیر بنا کر گھڑے ہوئے قصے کہانیاں سناتے اور اہل سنت نام رکھتے ہیں وہ آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ سنت دلیل ہے نور ہے اس پر عمل کرو، پھر آپ اہل سنت ہیں اور تقلید کے معنی ہی ہیں بے دلیل قول لینا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بے دلیل قول حدیث کے خلاف ہو اور آپ اس پر عمل کر کے غلطی کے مرتکب ہو جائیں۔ خدا نے جو علماء و مشائخ کی بے سند، محض زبانی باتوں، حرام حلال، جائز ناجائز کو مان لینا ان کو رب بنانا فرمایا ہے صرف اس لئے کہ عوام ہوشیار ہوں، دینی باتیں آنکھیں کھول کر مانیں۔

حنفی شافعی شاگردی نسبتیں ہیں:

یہ جو اسلاف میں بعض اماموں اور عالموں کو حنفی یا شافعی کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علم و فضل کے آفتاب یہ اصطلاح فقہی مقلد تھے۔ تقلید کی ماہیت میں تو عدم علم داخل ہے اور وہ قرآن اور حدیث کے بڑے عالم تھے پھر مقلد کس طرح ہوئے؟ ہاں یہ ان کی شاگردی نسبتیں تھیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے

درس کے تلامذہ حنفی کہلانے لگے اور امام شافعیؒ کے شاگرد شافعی مشہور ہو گئے جیسے علی گڑھ یونیورسٹی کے سند یافتہ "علیگ" کہلاتے ہیں۔ دیوبند کے دیوبندی، وغیرہ

تقلید کوئی دین کا مسئلہ تو ہے نہیں، قرآن و حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے نیک زمانوں میں اس نام سے کوئی واقف نہ تھا۔ یہ ایجاد فے الدین چوتھی صدی میں معرضِ وجود میں آئی جس نے لوگوں کو بے زبان بنا کر رکھ دیا، اپنے بڑوں کی بے دلیل باتوں کو دین مانتے جاؤ۔ علامہ اقبالؒ نے سچ فرمایا ؎

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی

رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

مقلّد فقہی تعریف کے لحاظ سے بے علم ہے اس لئے نہ اس کی ذاتی رائے ہے نہ خیال کی آزادی ہے نہ تحقیق کر سکتا ہے، نہ دلیل پوچھ سکتا ہے۔ ساری زندگی میں اس بے بسی کی حالت میں رہتا ہے لیکن چھٹکارا نہیں پاتا۔ دین میں جامد مقلّد کی اس بے بسی عاجزی اور مجبوری کے پیشِ نظر علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ اس تقلید سے جو دین میں سوچنے، سمجھنے، غور و فکر کرنے اور علم حاصل کرنے سے روکتی ہے اور انسان کو تا زیست جاہل بنکر رہنے کا سبق دیتی ہے خودکشی بہتر ہے۔ چونکہ خودکشی شریعت میں حرام ہے، منع ہے، لہٰذا تقلید مذکور اس سے بڑھ کر منع ہوئی۔

اس سے مسلمانوں کو یہ سبق دینا مقصود ہے کہ وہ بے علم اور

جاہل نہ رہیں۔ خوب علم پڑھیں، قرآن و حدیث سیکھیں اور علیٰ وجہ البصیرت عمل کریں۔ علماء سوء کی محض سینی سنائی باتوں کو پلے نہ باندھ لیں۔

رستہ بھی ڈھونڈھ : یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں راہ حق کی تلاش کر، کتاب و سنت کو اپنا امام بنا۔ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے۔ یعنی تقلید جامد نہ کر!

عقل دلیل چاہتی ہے!

چونکہ عقل دلیل چاہتی ہے اور تقلید بے دلیل منواتی ہے لہٰذا مقلد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عقل و فکر سے کام لے اور دلیل پوچھے۔ اسے لازم ہے کہ "نابینا" بنکر امام کے پیچھے چلے، تا زیست بے علم رہے

تقلید شرطی درست ہے!

عامی بے علم اور جاہل شخص کو کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو جب کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے گی تو لا محالہ اسے پوچھنا پڑے گا۔ پھر وہ کسی عالم ربانی سے پوچھ لے۔ چونکہ پوچھنے والا بے علم ہے دلیل نہیں جانتا اس لئے وہ عالم خدا سے ڈر کر خدا رسولؐ کا حکم بتائے۔ آیت حدیث سے مسئلہ سمجھائے پھر وہ بے علم اس پر عمل کرے اور اس شرط سے کرے کہ اگر یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو اسے چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے گا یہ ہے بوقت لا علمی تقلید شرطی عامی کی — جس سے کسی کو انکار نہیں خدا نے فرمایا ہے : فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تم بے علم ہو تو اہلِ علم سے پوچھ لو، پس تقلید کو بے علمی لازم ہوئی

تو بے علم مقلد ہو سکتا ہے، علم والا نہیں۔

تقلید شخصی!

امام الاحناف جناب شیخ ابن ہمامؒ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَا دَلِيْلَ عَلٰى وُجُوْبِ اِتِّبَاعِ الْمُجْتَهِدِ الْمُعَيَّنِ بِاِلْزَامِهِ نَفْسِهٖ ذٰلِكَ قَوْلًا اَوْ شَرْعًا۔ (فتح القدیر)

"تقلید شخصی کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں!"

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

مَنْ رَدَّ حَدِيْثًا قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا يَكْفُرُ

(حقیقت الفقہ بحوالہ منح الازہر)

"حدیث کو رد کرنے والا کافر ہے۔" یعنی حدیث کے خلاف قول پر عمل کرے اور حدیث کو از رہ تعصب چھوڑ دے۔"

حضرت امام ابو یوسفؒ سے سوال ہوا کہ آپ حضرت امام اعظمؒ کی کہاں تک دین میں مانتے ہیں، آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا كَانَ مُدَرِّسًا فَمَا كَانَ مِنْ قَوْلٍ حَسَنٍ قَبِلْنَاهُ وَ مَا كَانَ قَبِيْحًا تَرَكْنَاهُ عَلَيْهِ۔

(طریق محمدی بحوالہ جزء تاریخ بغداد للخطیب)

حضرت امام ابو حنیفہؒ (دین کے) ایک مدرس تھے جو ان کی اچھی باتیں ہوتیں ہم سے لیتے اور جو غیر اچھی ہوتیں چھوڑ دیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ ان کے مقلد نہ تھے۔ جب اچھی باتیں لیتے اور غیر اچھی چھوڑتے تھے تو ضرور تحقیق کرتے تھے اور جو تحقیق

کرے وہ محقق ہوتا ہے، مقلّد نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ سے تقلید کی ممانعت

تقلید کے بارے میں ائمہ اربعہ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ اُنکی تقلید کی جائے۔ اندھا دھند ـ بلا دلیل ان کے اقوال پر شرعی حیثیت سے عمل کیا جائے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ

"میرے قول پر فتوٰے دینا حرام ہے جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔" (میزانِ شعرانی)

معلوم ہوا کہ اگر امام کا قول مدلّل ہو یعنی قرآن اور حدیث کی سند کے ساتھ ہو تو وہ قول مسئلہ فتوٰے ہو سکتا ہے۔ قابلِ عمل ہے، اور اگر بے دلیل ہے تو قابلِ عمل نہیں۔ پھر جو علم والے بلا دلیل قولِ امام کو دین کی چیز سمجھ کر مانتے ہیں، وہ امام صاحب کے تابعدار نہیں، کیونکہ امام صاحبؒ نے قول بے دلیل پر فتوٰے دینا حرام فرمایا ہے۔ خدا رحمتیں نازل کرے امام صاحب پر کہ اُنھوں نے کتنی حق بات کہی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّکِتَابُ اللّٰہِ یُخَالِفُہٗ فَاتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَقِیْلَ اِذَا کَانَ خَبَرُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَالِفُہٗ قَالَ اتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ فَقِیْلَ اِذَا کَانَ قَوْلُ الصَّحَابَۃِ یُخَالِفُہٗ قَالَ اتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِقَوْلِ الصَّحَابَۃِ (روضۃ العلماء۔ عقد الجید)

"جب میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو، لوگوں نے پوچھا جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا: اس وقت بھی چھوڑ دو، پھر پوچھا: جب صحابہؓ کے فرمان کے خلاف ہو؟ کہا تب بھی چھوڑ دو۔"

اِذَا رَاَیْتُمْ کَلَامَنَا یُخَالِفُ ظَاهِرَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاعْمَلُوْا بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاضْرِبُوْا بِکَلَامِنَا الْحَائِطَ۔

(میزان شعرانی)

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں تو قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو دیوار پر دے مارو۔

حضرت امام صاحبؒ کا آب زر سے لکھنے کے لائق یہ فرمان یاد رکھنا چاہیئے۔ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ (عقد الجید) "صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔" معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث تھے کیونکہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام عالی مقام حدیث کو مذہب مانتے ہیں، پھر آج امام ابوحنیفہؒ کے مقلد کیوں بجائے مذہب حدیث رکھنے کے حنفی مذہب رکھتے ہیں۔

امام صاحب نہ اپنی تقلید کے لئے کہیں، نہ اپنے اقوال پر تمسک کرنے کو فرمائیں، نہ کوئی حنفی مذہب جاری کریں وہ بار بار کتاب و سنت، اور حدیث پر عمل کرنے کا ارشاد فرمائیں — اپنا مذہب حدیث بتائیں۔ لیکن حنفی ہیں کہ آپ کی ایک نہ سنیں — بھائیو! خدا کا حکم سنو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

بقیہ دیکھئے ۱۹۲ پر

پر عمل کرو اور امام ابو حنیفہ رح کے کہنے کا پاس کرو[1]

آپ کیوں تقلید شخصی کرتے ہیں۔ جس کا نہ خدا نے حکم دیا۔ نہ رسولِ خدا نے اور نہ امام ابو حنیفہؒ نے ؟ اور پھر آپ فخر سے کہتے ہیں، کہ ہم اہل سنت ہیں اور اہلِ سُنت ہونے کے دعویٰ کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ سنت کے مقابلہ میں قول پر عمل کرتے ہیں اور سُنت چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ متعصب اور ضدی مقلدوں کا حال ہے ہاں جو حدیث کے مقابلہ میں قول چھوڑ کر حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ اہلِ سنت والجماعت ہیں۔

مَا جَاءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِالرَّأْسِ وَالْعَيْنِ (ظفر الامانی)

حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں جو حدیث سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر ہے"

لہ حاشیہ ص۱۹۱) خدا فرماتا ہے: هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ۔ دلیل لاؤ" جب دلیل کا مطالبہ ہو تو تقلید کہاں رہی۔ کیونکہ تقلید بے دلیل قول کے ماننے کو کہتے ہیں۔

(۲ے حاشیہ ص۱۹۱) حضورؐ فرماتے ہیں میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک انہیں مضبوط تھامے رہو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اسکے رسولؐ کی سنت ہے (مشکوٰۃ) جب کتاب اور سنت کو مانا تو دلیل موجود ہو گئی۔ اب بھی تقلید نہ رہی تو مقلد نے امام کے بلا دلیل قول کو دین مان کر خدا اور اس کے رسولؐ کی کیا مانی ؟

[1] (صفحہ ہذا) امام صاحب فرماتے ہیں: اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ میرا مذہب صحیح حدیث ہے (عقد الجید) تو پھر حنفیوں کو بھی اپنا مذہب بفرمانِ امام صاحب حدیث ہی قرار دینا چاہیئے۔ جب مذہب حدیث رکھنے کی بجائے تقلیدی مذہب اختیار کیا تو امام صاحب کا ارشاد بھی نہ مانا۔ (محمد صادق)

حنفی بھائیو! امام صاحبؒ کے اس فرمان کے مطابق جو مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے اس کو سر آنکھوں پر رکھ لو، یہ نہ کہنا کہ حنفی مذہب کے خلاف ہے اس لئے ہم نہیں مانتے۔ حضرت امام صاحبؒ نے مذہب حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیا۔

میزان شعرانی میں ہے:

وَرَوَى الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ فِي الْفُتُوْحَاتِ الْمَكِّيَّةِ بِسَنَدِهٖ إِلَى الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ إِيَّاكُمْ وَالْقَوْلَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالرَّأْيِ وَعَلَيْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ (حقیقۃ الفقہ)

"روایت کیا ہے شیخ محی الدینؒ نے فتوحات مکیہ میں ساتھ اپنی سند کے جو امام ابوحنیفہؒ تک پہنچتی ہے کہ امام صاحب نے فرمایا — بچو لوگو اس بات سے کہ دین میں کوئی بات رائے سے کہو اور لازم پکڑو سنت کی پیروی کیونکہ جو کوئی سنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا"

غور کریں کہ حضرت امام صاحبؒ نے اتباع سنت پر زور دیا ہے یہی بات اہلحدیث کہتے ہیں کہ حدیث اور سنت پر عمل کرو۔ تو اہل حدیث نے حضرت امام صاحبؒ کی بات مان لی۔ حنفی بھائیو! آپ بھی مان لو اور سنت اور حدیث پر جان چھڑکو۔

میزان شعرانی میں ہے:

وَدَخَلَ شَخْصٌ مِنَ الْكُوْفَةِ بِكِتَابِ دَانِيَالَ فَكَادَ أَبُوْحَنِيْفَةَ أَنْ يَقْتُلَهٗ وَقَالُوْا لَهٗ كِتَابٌ سِوَى الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِيْثِ۔ (حقیقۃ الفقہ)

ایک شخص کوفہ میں دانیالؑ کی کتاب لے کر آیا تو امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے لوگ اس کے قتل کے درپے ہو گئے، اور کہنے لگے کیا قرآن اور حدیث کے سوا کوئی اور کتاب بھی (دین میں) ہے۔"

حنفی بھائیو! صرف قرآن اور حدیث کو ہی دین مانو اور اسی پر ہی عمل کرو، غور کرو کہ حضرت امام صاحب ایک شخص کے ہاتھ میں قرآن اور حدیث کے علاوہ اور کتاب برداشت نہ کر سکے۔

تحفۃ الاخیار فی بیان الابرار میں ہے:

وَقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِکًا وَلَا غَیْرَہٗ وَخُذِ الْاَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ کَذَا فِی الْمِیْزَانِ وَغَیْرِہٖ (حقیقت الفقہ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالکؒ کی، اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور احکام دین وہاں سے لینا، جہاں سے انہوں نے لئے ہیں کتاب و سنت سے"

یاد رکھیں، حضرت امام صاحبؒ نے صاف فرما دیا ہے کہ میری تقلید نہ کرنا یعنی بغیر دلیل کے اندھا دھند میری باتوں کو نہ ماننا اور کتاب و سنت پر عمل کرنا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید سے ممانعت

لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِکًا وَلَا الشَّافِعِیَّ وَلَا الْاَوْزَاعِیَّ وَلَا الثَّوْرِیَّ وَخُذْ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا (عقد الجید)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ہرگز نہ میری تقلید کرنا،

اور نہ امام مالکؒ کی اور نہ امام شافعیؒ کی اور نہ امام اوزاعیؒ کی ، اور نہ امام ثوریؒ کی تقلید کرنا (سنو!) جہاں سے یہ تمام امام ؒ دین کے مسائل لیتے تھے - تم بھی وہیں (قرآن اور حدیث) سے ہی لینا "

جبکہ امام صاحبؒ نے صاف فرما دیا کہ ہرگز میری اور دوسرے ائمہ کی تقلید نہ کرنا ، تو پھر مقلد بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ تقلید جامد ترک کرکے براہِ راست کتاب وسنت پر عمل کریں ۔

وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَقُولُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللهِ وَرَسُولِهِ كَلَامٌ ۔ (عقد الجید)

حضرت امام احمد فرمایا کرتے کہ کسی کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں ہے ۔"

پھر جب حدیثِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی جائے تو کسی کا حق نہیں کہ وہ اس کے سامنے اپنے امام کا قول پیش کرے ایسا کرنے کے خیال سے اس کو لرز جانا چاہیئے ۔

قَالَ لَا تُقَلِّدَنَّ دِيْنَكَ أَحَدًا مِّنْ هٰؤُلَاءِ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ فَخُذْ بِهِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ بَعْدُ الرَّجُلُ فِيْهِ مُخْتَارٌ ۔ (اعلام الموقعین)

امام احمدؒ فرماتے ہیں ، اپنا دین ان میں سے کسی ایک کی تقلید (شخصی) کرکے مت سپرد کرو ۔ (سنو) جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ، سے اور آپ کے صحابہؓ سے پہنچے اس پر عمل کرو ۔ پھر تابعینؒ سے انسان مختار ہے ۔"

مطلب یہ کہ حضور کی حدیث کے مطابق مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ ۔

کا راستہ اختیار کرو اور کسی کی تقلید مت کرو۔ بھائیو! سن رہے ہے ائمہ کرام کے ارشادات!

امام شافعیؒ کی تقلید سے ممانعت

قَالَ الشَّافِعِيُّ إِذَا قُلْتُ قَوْلاً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِلَافَ قَوْلِي فَمَا يَصِحُّ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلٰى فَلَا تُقَلِّدُوْنِي (عقد الجید)

"امام شافعیؒ نے فرمایا: جب مَیں کوئی مسئلہ کہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف کہا ہو تو جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہو وہی اولیٰ ہے پس میری تقلید مت کرو۔"

إِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ إِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِي الْحَائِطَ۔ (عقد الجید)

حضرت امام شافعیؒ فرمایا کرتے۔ جب صحیح حدیث مل جائے پس (جان لو کہ) میرا مذہب وہی ہے (اور) جب میرے کلام کو حدیث کے مخالف دیکھو تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔

فَقَدْ صَحَّ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهٗ نَهٰى عَنْ تَقْلِيْدِهٖ وَ تَقْلِيْدِ غَيْرِهٖ۔ (عقد الجید)

بیشک حضرت امام شافعیؒ سے ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔"

فَقَالَ الشَّافِعِيُّ مَثَلُ الَّذِيْ يَطْلُبُ الْعِلْمَ بِلَا حُجَّةٍ

كَمَثَلِ حَاطِبِ لَيْلٍ يَحْمِلُ حُزْمَةَ حَطَبٍ وَّ فِيْهِ اَفْعٰى تَلْدَغُهٗ وَهُوَ لَا يَدْرِيْ ۔ (اعلام الموقعین)

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا : اس شخص کی مثال جو علم (دین کے مسائل و احکام) کو بلا دلیل طلب کرتا ہے ، رات کے لکڑہارے کی طرح ہے جو ایندھن کا بوجھ اٹھائے جاتا ہے جس میں سانپ ہے کہ ڈسے گا اسے اور وہ نہیں جانتا ۔"

پس حضرت امام شافعیؒ کے ارشادات سے بھی ثابت ہوا کہ براہِ راست قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور کسی کی تقلید شخصی نہ کرو ، بلا دلیل — اندھا دھند کسی کی نہ مانو !

امام مالکؒ کی تقلید سے ممانعت

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ مَاْخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ (عقد الجید)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں : جہاں میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی باتیں درست اور بعض غلط نہ ہوں ، پھر اس کی درست باتیں لے لی جاتی ہیں اور غلط رد کر دی جاتی ہیں ، سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضورؐ کی تمام باتیں صحیح ، سچی ، درست اور مان ہی لینے کے لائق ہیں ۔ ایک بات بھی ساری زندگی کی چھوڑنے کے قابل نہیں ۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر غیر نبی کی بات دین میں دلیل اور حجت کے

ساتھ ماننی چاہیئے کیونکہ سوائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے اس لئے حضور کے سوا ہر کسی کے قول کو کتاب اور سنت کی دلیل کے ساتھ مانو، اندھا دھند تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیُٔ وَاُصِیْبُ فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِ فَکُلُّ مَاوَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَخُذُوْہُ وَکُلُّ مَالَمْ یُوَافِقْ فَاتْرُکُوْہُ۔

(حقیقت الفقہ بحوالہ جلب المنفعت)

امام مالکؒ فرماتے ہیں: سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک انسان ہوں، کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے اور کبھی غلط، تو تم میری اس بات کو جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو، چھوڑ دیا کرو۔"

یعنی میری جامد تقلید مت کرو کہ اندھا دھند بلا دلیل میری سب باتیں مانتے جاؤ بلکہ تحقیق کرو جو بات قرآن و حدیث کے مطابق ہو مانو، جو مطابق نہ ہو چھوڑ دو!

خدا ائمہ اربعہ پر اپنی لاکھوں رحمتیں نازل کرے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنی تقلید شخصی سے منع کیا ہے۔ بار بار کہا ہے کہ ہماری جو بات حدیث سے ٹکرائے اسے چھوڑ دو، دیوار پر مار دو۔ پھر تمام مقلد بھائیوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ائمہ اربعہؒ کے ارشادات کے مطابق تقلید شخصی چھوڑ دیں یعنی مقلد نہ بنیں کیونکہ ہر امام نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ براہِ راست قرآن اور حدیث پر عمل کرو۔

ائمہ امت اور علماء کی تقلید سے ممانعت

کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

هَلْ اَبَاحَ مَالِكٌ وَّ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ قَطُّ لِاَحَدٍ تَقْلِيْدَهُمْ حَاشَا لِلّٰهِ مِنْهُمْ بَلْ اِنَّهُمْ قَدْ نَهَوْا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَفْسَحُوْا لِاَحَدٍ فِيْهِ (معیار الحق)

"ہرگز روا نہیں رکھا امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے کسی کے لئے اپنی تقلید کو بلکہ بلاشک انھوں نے اس سے منع کیا ہے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل نہیں دی۔"

غور کریں کہ ائمہ مجتہدین نے (خدا کی ان پر رحمت ہو) اپنی اور ہر کسی کی تقلید سے منع کیا ہے۔ برادرانِ احناف کو ائمہ کرام کے ارشاد پر عمل کرنا چاہیئے۔

وَقَدْ كَانَ الْاَئِمَّةُ الْمُجْتَهِدُوْنَ يَحُثُّوْنَ اَصْحَابَهُمْ عَلَى الْعَمَلِ بِظَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَقُوْلُوْنَ اِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامَنَا يُخَالِفُ ظَاهِرَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاعْمَلُوْا بِالْكِتَابِ وَاضْرِبُوْا بِكَلَامِنَا الْحَائِطَ

(حقیقت الفقہ بحوالہ میزان شعرانی)

بے شک تمام ائمہ مجتہدینؒ اپنے شاگردوں کو بظاہر کتاب و سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تم ہمارے

کلام کو بظاہر کتاب و سنت کے خلاف پاؤ تو کتاب و سنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر پٹک دو۔

حجۃ اللہ میں ہے : فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءَ كُلَّهُمْ قَدْ نَهَوْا عَنْ تَقْلِيدِهِمْ وَتَقْلِيدِ غَيْرِهِمْ (حقیقت الفقہ)

تحقیق تمام فقہاء نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے

ابن عربی "فتوحات مکیہ" میں فرماتے ہیں :

(ترجمہ) "وہ وصیت جو میں تجھے کرتا ہوں، یہ ہے کہ اگر تو عالم ہے تو تجھ پر حرام ہے کہ تو برخلاف اس دلیل کے، جو اللہ نے تجھے دی ہے عمل کرے (یعنی قرآن اور حدیث کے خلاف) اور حرام ہے تجھ پر تقلید غیر کی درحالیکہ تجھے حصول دلیل پر قوت ہے اور اگر یہ درجہ نہ ہو (یعنی اگر تو بے علم اور جاہل ہے) تو مقلد ہو اور بچ اس سے کہ ایک مذہب خاص کا التزام کرے (یعنی تقلید شخصی نہ کر) بلکہ (اب بھی) عمل کر جس طرح پر خدا نے تجھے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تو نہیں جانتا تو اہل ذکر سے پوچھ لے اور اہل ذکر قرآن اور حدیث کے جاننے والے علماء ہیں، پس تو اپنی ضرورت میں رفع حرج کی خواہش کر جب تک قوت ہے اور رخصت کو پوچھ جہاں تک تو پاوے کیونکہ اللہ فرماتا ہے : دین میں تجھ پر تنگی نہیں کی گئی ، اور اگر تجھے مفتی کہے کہ یہ اللہ تعالے یا اس کے رسول کا حکم ہے تیرے فلاں مسئلہ میں تو تو اس پر عمل کر، اور اگر کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اس کو مت لے

اور دوسرے عالم سے (خدا اور رسولؐ کا حکم) پوچھ لے" (معیار الحق)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَتَعَصَّبُ بِوَاحِدٍ مُعَيَّنٍ غَيْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرٰى اَنَّ قَوْلَهٗ هُوَ الصَّوَابُ الَّذِيْ يَجِبُ اِتِّبَاعُهٗ دُوْنَ الْاَئِمَّةِ الْاٰخَرِيْنَ فَهُوَ ضَالٌّ جَاهِلٌ (معیار الحق بحوالہ عمل بالحدیث)

"جو کوئی ایک ہی مذہب پر اڑ رہے سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے، اور یہ جانے کہ یہی مذہب صحیح اور واجب الاتباع ہے دوسرے ائمہ کا نہیں تو وہ گمراہ اور جاہل ہے"

تنویر العینین میں مولانا اسمٰعیلؒ شہید ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَيْتَ شِعْرِيْ كَيْفَ يَجُوْزُ الْتِزَامُ تَقْلِيْدِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مَعَ تَمَكُّنِ الرُّجُوْعِ اِلَى الرِّوَايَاتِ الْمَنْقُوْلَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّرِيْحَةِ الدَّالَّةِ خِلَافَ قَوْلِ الْاِمَامِ الْمُقَلَّدِ فَاِنْ لَّمْ يَتْرُكْ قَوْلَ اِمَامِهٖ فَفِيْهِ شَائِبَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ (معیار الحق)

"مجھے معلوم نہیں کیونکر روا ہوگیا التزام ایک معین شخص کی تقلید کا، باوجود قدرت رجوع کے ان روایات کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں جو صریح دلالت کرتی ہیں اوپر خلاف قول امام کے، پھر اگر مقلد قولِ امام کو نہیں چھوڑتا تو اس میں آمیزش شرک کی ہے"

یہ ہے حرام تقلید جو حدیث کے مقابلہ میں اڑ کر جاتی ہے۔ خدا ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تنویر العینین میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

فَعُلِمَ مِنْ هٰذَا اَنَّ اِتِّبَاعَ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِحَيْثُ يَتَمَسَّكُ بِقَوْلِهٖ وَاِنْ ثَبَتَ عَلٰى خِلَافِهٖ دَلَائِلُ مِنَ السُّنَّةِ وَ الْكِتَابِ وَيُأَوِّلُ اِلٰى قَوْلِهٖ شَوْبٌ مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ وَ حَظٌّ مِنَ الشِّرْكِ (معیار الحق)

پس معلوم ہوا۔ اس (حدیث عدی بن حاتم) سے کہ اتباع شخص معین کا اس طرح کہ تمسک کرے اس کے قول کے ساتھ، اگرچہ ثابت ہوں خلاف اس کے دلیلیں کتاب و سنت سے اور تاویل کرے کتاب و سنت کو طرف اسکے قول کے تو شائبہ ہے نصرانیت کا اور حصہ ہے شرک کا۔"

گویا حضرت شاہ صاحب نے ایسی تقلید کو جو حدیث شریف کے مقابلہ میں کی جاتی ہے، نصرانیت اور شرک کا حصہ قرار دیا ہے۔

محی الدین ابن العربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں:

جب حدیث صحیح ہو جائے (یعنی مل جائے) اور کسی رفیق یا امام کا قول اس کے معارض پڑے تو حدیث سے پھرنا نہ چاہیئے بلکہ وہ رفیق اور امام کے قول کو چھوڑ دے۔ پھر فرمایا: نہیں جائز ہے چھوڑنا آیت یا حدیث کا کسی، رفیق یا امام کے قول کے مقابلے میں اور جس کسی نے ایسا کیا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا وَخَرَجَ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ. پس وہ بڑا گمراہ ہوا۔ اور اللہ کے دین سے نکل گیا۔ (معیار الحق)

معلوم ہوا کہ جو متعصب، ضدی اور جامد مقلد حدیث کے مقابلہ میں قولِ امام کو نہیں چھوڑتا۔ وہ حضرت ابن العربی کے فتوے کی رُو سے بڑا گمراہ ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔

حضرت مُلّا علی قاریؒ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں :

" یہ بات معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے کسی کو حنفی ، مالکی ، شافعی ، حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی بلکہ یہ تکلیف دی ہے : کہ حدیث پر عمل کریں اور اگر بے علم ہیں تو علماء کی پیروی کریں " (معیار الحق)

مُلّا جیونؒ تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں :

یَجُوْزُ لَهٗ اَنْ یَّعْمَلَ بِمَذْهَبٍ ثُمَّ یَنْتَقِلَ اِلٰی اٰخَرَ كَمَا نُقِلَ عَنْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَوْلِیَآءِ وَ یَجُوْزُ لَهٗ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْ مَسْئَلَةٍ عَلٰی مَذْهَبٍ وَّ اُخْرٰی عَلٰی اٰخَرَ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الصُّوْفِیَّةِ ۔ (حقیقت الفقہ)

" جائز ہے مقلّد کو یہ عمل کرے ایک مذہب پر' پھر دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جائے جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے منقول ہوا ہے ۔ اور جائز ہے ایک مسئلہ میں دوسرے مذہب پر عمل کرے جیسا کہ صوفیاء کا مذہب ہے "

یعنی اگر حنفی ، شافعی مذہب کے مطابق آمین بالجہر ، رفع الیدین ' اور فاتحہ خلف الامام پر عمل کرے تو جائز ہے ، اس سے حنفیت پر کوئی آنچ نہیں آتی ۔ نیز حضرت ملّا جیونؒ کے ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوا ، کہ التزام معیّن مذہب کا ضروری نہیں ۔ جیسا کہ میزان کبرٰے میں امام شعرانی فرماتے ہیں :

كَانَ الْاِمَامُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ یَقُوْلُ وَلَمْ یَبْلُغْنَا عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ اَنَّهٗ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِالْتِزَامِ مَذْهَبٍ مُّعَیَّنٍ ۔

امام ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ ہم کو کسی امام سے یہ روایت نہیں

پہنچی کہ انھوں نے اپنے رفیقوں کو مذہب معین کے التزام کا حکم دیا ہو۔" (معیار الحق)

اعلام الموقعین میں ہے :

إِذْ لَا وَاجِبَ إِلَّا مَا أَوْجَبَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَمْ يُوْجِبِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ أَنْ يَتَمَذْهَبَ بِمَذْهَبِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ فَيُقَلِّدَهُ دِيْنَهُ دُوْنَ غَيْرِهٖ (حقیقۃ الفقہ)

واجب نہیں ہے مگر وہی جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے واجب کیا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول نے کسی آدمی پر واجب نہیں کیا کہ کسی امام معین کا مذہب اختیار کرے اور اس کو اپنے دین کا کام سپرد کرے نہ دوسرے کسی کو"

تنویر العینین میں شاہ شہید فرماتے ہیں :

وَقَدْ غَلَا النَّاسُ فِي التَّقْلِيْدِ وَتَعَصَّبُوْا فِي الْتِزَامِ تَقْلِيْدِ شَخْصٍ مُّعَيَّنٍ حَتّٰى مَنَعُوا الْاِجْتِهَادَ فِيْ مَسْئَلَةٍ وَمَنَعُوا تَقْلِيْدَ غَيْرِ إِمَامِهٖ فِيْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ وَهٰذَا هِيَ الدَّاءُ الْعُضَالُ الَّتِيْ أَهْلَكَتِ الشِّيْعَةَ فَهٰؤُلَاءِ أَيْضًا أَشْرَفُوْا عَلٰى هِلَاكٍ۔ (حقیقۃ الفقہ)

"اور بہت زیادتی کی ہے لوگوں نے تقلید کے بارے میں، اور ایک معین شخص کی تقلید کو اپنے اوپر لازم کر لینے میں تعصب کیا ہے، یہاں تک کہ ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد کرنے کو موقوف کر دیا ہے اور منع کر دیا ہے تقلید کو سوائے اپنے امام کے بعض مسائل میں بھی اور یہ وہ سخت مرض ہے

جس نے شیعر کو ہلاک کر ڈالا۔ پس یہ لوگ بھی قریب پہنچے ہیں ہلاک ہونے کو۔"

یعنی متعصب مقلد کہتا ہے کہ جو کچھ میرے امام نے کہا ہے میں وہی مانوں گا۔ میں دوسرے امام کے مسئلہ پر عمل نہیں کروں گا مثلاً حنفی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کو کہیئے: بھائی! تین امام کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو، لہذا تم تین مجتہدوں کے کہنے پر خلف الامام فاتحہ پڑھ لو، وہ ہرگز نہیں پڑھے گا۔ گویا اس نے تین اماموں کو نہ مانا لیکن اہل حدیث چاروں اماموں کو مانتے اور ان کا حد درجہ ادب اور احترام کرتے ہیں بلکہ اُمت کے تمام ائمہ، فقہاء، مجتہدین اور اولیاء اللہ کو مانتے ہیں، اسطرح کہ جو باتیں ان کی کتاب و سنت کے مطابق ہوتی ہیں وہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو مطابق نہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس اس طرح تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ کسی ایک معین مذہب کی تقلید نہ کریں بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں دین پر چلیں اور حکم بھی یہی ہے کہ آیت اور حدیث کے ہوتے ہوئے اس امر میں کسی کے قول، قیاس، رائے اور اجتہاد کی طرف رجوع نہ کرو۔

امام فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ آیت یہ ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۱۰ - ع ۱۰)

"ٹھیرایا انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے عالموں اور

درویشوں کو رب اللہ کے سوا "

نوٹ : اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے یہ مراد نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو جہان کے خدا ہونے کا اعتقاد کر لیا تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے اطاعت کی تھی اپنے مولویوں اور درویشوں کی ان کے اوامر و نواہی میں ۔ نقل کی گئی ہے کہ عدیؓ بن حاتم نصرانی تھا ۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، حضورؐ اس وقت سورۃ برات پڑھ رہے تھے، جب آپ آیت (اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) پر پہنچے، تو عدی کہتے ہیں : کہ میں نے آپ کو کہا ۔ ہم ان کی پرستش نہیں کرتے تھے ۔ پس فرمایا حضور نے کیا نہیں حرام کرتے تھے وہ (عالم اور درویش) اس چیز کو کہ حلال کیا ہے اس کو اللہ نے ۔ پس حرام جانتے تھے تم اس کو ؟ اور حلال کرتے تھے وہ اس چیز کو کہ حرام کیا ہے اس کو اللہ نے ۔ پس حلال جانتے تھے تم اس کو ؟ میں نے کہا : ہاں ! پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی ہے پرستش ان کی ۔

یعنی رجال کے قیاسات اور آراء کو دین سمجھنا ۔ بلا دلیل انہیں حلال حرام ماننا منع ثابت ہو گیا ۔ بھائیو ! دنیا میں صرف ایک ہی پھیرا ہے ۔ دوسری بار نہیں آنا ۔ اس لئے خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرو، خدا اجر دے گا اور یہی عمل حشر میں کام آئے گا ۔ غیر نبی کی بات پر عمل کرنے سے کون اجر دے گا ؟ خدا نے اجر کا وعدہ صرف اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ پر ہی کیا ہے ۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحبؒ اپنی تفسیر فتح العزیز میں

اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"نہ ٹھیراؤ واسطے اللہ کے شریک اور تم جانتے ہو"

یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ عبادت خدا کے سوا کسی اور کی قطعی کفر اور شرک ہے اور اطاعت کسی اور کی بالاستقلال سوا باری تعالٰے کے کفر ہے اور معنی اطاعت غیر بالاستقلال کے یہ ہے کہ کسی کے احکام کی حقیقت معلوم کئے بغیر اس کی تقلید کا حلقہ اپنی گردن میں ڈالے اور اس کی تقلید لازم جانے اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالٰے کا حکم اسکے حکم کے خلاف ظاہر ہو، اسکی اتباع نہ چھوڑے اور یہ ہی ایک قسم کا شرک قبول کرنا ہے۔ جس کی آیت کریمہ : اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ : میں برائی ظاہر فرمائی گئی ہے۔ (حقیقۃ الفقہ)

تفسیر عزیزی میں تحت آیت :

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اور اگر تابعداری کی تو نے ان کی خواہشوں کی، علم پہنچنے کے بعد، تحقیق تو اس وقت البتہ ظالموں سے ہوگا) لکھا ہے :

" ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل و سطوح براہین تقلید باطل است، زیرا کہ اتباع ہوٰی بعد مجی العلم است "

یعنی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ دلائل کے ظاہر ہونے اور ثبوت کے کھل جانے کے بعد تقلید باطل ہے۔ اسواسطے کہ یہ خواہش کا اتباع علم حاصل ہو جانے کے بعد ہے۔

تفسیر عزیزی میں تحت آیت : وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ (اور وہ فقط خیالی تکے چلاتے ہیں) لکھا ہے۔

"بر ہر عالم فرض است کہ موافق علم خود عمل نماید و از دروغ گفتن و تحریف کتاب کردن احتراز کند، و بر عامی فرض است کہ بہ تقلید و ظن اکتفا نکند بلکہ تحصیل یقین را قصد نماید"

یعنی ہر عالم پر فرض ہے کہ اپنے علم کے موافق عمل کرے اور غلط بیانی اور تحریف کتاب اللہ سے باز رہے اور عامی (بے علم) پر فرض ہے : کہ صرف تقلید اور خیال ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ یقین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں آیت وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور نہ پکڑے بعض ہمارا بعض کو رب اللہ کے سوا) تحریر فرماتے ہیں : یہیں سے کھل گیا کہ جس وقت کسی کے نزدیک حدیث مرفوع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح ہو جائے اور معارضہ سے سالم ہو جائے اور نہ ظاہر ہو واسطے اس کے نسخ ، اور مثلاً امام ابوحنیفہ رح کا فتوائے اس کے خلاف ہووے تو موافق حدیث کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام گیا ہو تو واجب ہے کہ اس حدیث کی پیروی کرے اور اس سے اسکے مذہب پر جمنا مانع نہ پڑے نہیں تو بعضے کو بعض کا پروردگار پکڑنا لازم آجائے گا۔"

اللہ قاضی ثناء اللہ پر رحمت کرے کہ انہوں نے جامد تقلید کا

استیصال کر دیا ہے۔ اب انکے فرمان کے مطابق عمل اس طرح ہوگا کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں اور وہ معارضہ سے سالم ہیں اور منسوخ بھی نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے اور ایک نہیں بلکہ تین امام ان حدیثوں کی طرف گئے ہیں کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھو : پس اب احناف کو اپنے مذہب پر جماؤ نہیں چاہیئے ، وہ ضرور فاتحہ خلف الامام پڑھ لیں ! ایسے ہی اور بہت سے مسائل ہیں جن پر عمل کر لینا چاہیئے ۔ اگر علماء کرام اسی طرح تعصب اور جمود اور جماؤ کو مٹا دیں تو مسلمان آج ایک ہو سکتے ہیں۔

القول المفید میں امام شوکانی رح فرماتے ہیں :

ہر عالم جانتا ہے کہ صحابہ رض، تابعین رح اور تبع تابعین رح کسی کے مقلد نہ تھے اور نہ کسی عالم کے نام کے مذہب کیطرف منسوب تھے بلکہ ناواقف لوگ عالم سے حکم شرعی جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو دریافت کیا کرتے تھے اور علماء حکم شرعی کو لفظاً یا معنیً روایت کرکے فتوے دیتے تھے ؛ لہذا ان کا عمل روایت پر ہوتا تھا نہ کسی کی رائے پر" (حقیقۃ الفقہ)

میزان شعرانی میں ہے :

وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ مَا قَبَضَ اللّٰهُ تَعَالٰى رُوحَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَفَعَ الْوَحْيَ عَنْهُ حَتّٰى اَغْنٰى اُمَّتَهٗ كُلَّهُمْ

"حضرت عمر فرماتے ہیں : قسم ہے اس ذات کی کہ جسکے ہاتھ میں عمر کی جان ہے نہیں قبض کی اللہ نے اپنے نبی کی روح ، اور نہ اٹھایا ان سے وحی کو ، یہاں تک کہ بے پروا کر دیا ، ان کی تمام امت کو رائے سے "

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس پر وحی کا منقطع ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ دین مکمل ہو گیا اور امت قال فلاں سے بے نیاز ہو گئی ۔ مسلمان بھائیو! مضبوط پکڑو کتاب وسنت کو اور عمل کرو اسی پر کہ دین صرف یہی ہے!

دارمی میں ہے :

ثَنَا مَالِكٌ هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ قَالَ قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ مَا حَدَّثُوْكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ بِهٖ وَمَا قَالُوْا بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحُشِّ (حقیقت الفقہ ۔ حجۃ اللہ)

" ابن مغول کہتے ہیں کہ مجھ سے امام شعبیؒ نے کہا کہ یہ لوگ (مفتی) جو بات تم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے سنائیں اس کو اختیار کرو اور جو بات اپنی رائے سے کہیں اس کو کوڑے میں ڈال دو "

اللہ اکبر! امام شعبیؒ کو کتنی محبت ہے حدیث سے کہ اسکے خلاف قول کو کوڑے میں پھینکنے کا مشورہ دیتے ہیں گویا کورانہ اور جامد تقلید کو مٹاتے ہیں ، بے شک حضور سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کا یہی تقاضا ہے کہ مسلمان حدیث سے

ٹکرانے والے اقوال کو ٹھکرا دے۔

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے: وہ فرمایا کرتے کیا تم کو خوف نہیں کہ خدا تم کو عذاب کرے یا زمین میں دھنسا دیوے۔ تم کہتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا، اور فلاں شخص نے ایسا کہا ہے۔ (حقیقۃ الفقہ)

یعنی وہ پاک لوگ حدیث کے مقابلہ میں کوئی بات سننا گوارا نہ کرتے تھے اور حدیث کے مقابلہ میں اقوال کو خدا کے عذاب کا باعث جانتے تھے۔ آج بھی مسلمان بھائیوں کو رحمتِ عالمؐ کی حدیث ہوتے ہوئے قال فلاں کو برداشت نہیں کرنا چاہیئے۔

پس یاد رکھیں کہ تقلید کا حکم نہ خدا نے دیا، نہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا: نہ صحابہ رضؓ میں کوئی تقلید کو جانتا تھا۔ نہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں تقلید کا نام و نشان تھا اور نہ ہی ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید کا ارشاد فرمایا بلکہ بار بار تقلید کرنے سے منع کیا، جیساکہ آپ پیچھے پڑھ آتے ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ بھی تقلید جامد سے اجتناب کرکے براہِ راست سنت اور حدیث کے عامل بنیں۔ سنت پاک پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھیں کہ یہی حکم ہے خدا کا اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا اور ایسا ہی کہا ہے، ائمہ اربعہ نے کہ حدیث پر عمل کرو۔ خدا ان سب پر رحمتیں نازل کرے۔

بیت اللہ میں چار مصلّے

چوتھی صدی میں تقلید نکلی پھر تقلیدی مذاہب پیدا ہوئے۔ پھر

ان کی آپس میں سرپھٹول شروع ہوئی - احناف اور شوافع کا اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے - یہاں تک کہ ۶۶۵ھ میں مصر اور قاہرہ میں چاروں مذہبوں کے چار قاضی مقرر کئے گئے - شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی - اس کے بعد سلطان فرج بن برقوق نے جو اشرّ ملوک چراکسہ کہا جاتا ہے، نویں صدی کے شروع میں بیت اللہ کے اندر چار مصلّے بنا ڈالے - حالت یہ ہو گئی کہ ایک امام جماعت کرا رہا ہے تو تین مصلّوں پر نمازی بیٹھے ہوئے ہیں ایک دوسرے کے پیچھے نہیں پڑھتے - آہ! وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ - کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى کے اتحاد کو تقلیدی مذاہب نے پارہ پارہ کر دیا - سلطان ابن سعود کی قبر کو اللہ نور سے بھرے - کہ جب خدا نے اسے والیٔ حجاز بنایا تو اس نے ۱۳۴۳ھ میں بیت اللہ سے اس بدعت کو مٹا دیا اور اب ایک ہی مصلے پر نماز ہوتی ہے۔

رواجی اہلسنت والجماعت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں :

فَالسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو سنت کہتے ہیں اور صحابہ کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں "

پس سے اہلسنت والجماعت وہ ہوئے جو حضور کے طریقہ یعنی سنت پر

عمل کرتے ہیں جسطرح صحابہؓ نے کیا تھا - یہ بڑا مبارک لقب ہے - کاش مسلمان سچ مچ اہلسنت والجماعت ہو جائیں تو سارے جھگڑے مٹ جائیں اور سب شیر و شکر ہو جائیں لیکن افسوس! کہ آجکل جو عام لوگ اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ سنت سے نفرت کرتے اور حدیث سے چڑتے ہیں بلکہ سُنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیکھ کر غصہ میں بھر جاتے ہیں - شرکیہ عقیدوں، عملوں، رسموں، رواجوں کو اپناتے ہیں اور پھر اہلسنت والجماعت کہلاتے ہیں - ان کا حال یہ ہے:

جو بیاہ شادی میں باجا گاجا ڈھولک وغیرہ بجائیں وہ اہلسنت!

جو گھڑولی بھریں، کھارے چڑھائیں، گانا سہرا باندھیں اور ہندوانہ رسمیں بجا لائیں وہ اہلسنت!

جو اغیار کی رسموں[1] کی مانند تیسرا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ کریں وہ اہلسنت!

---

[1] ہندو میت کا چوتھا کرتے ہیں - کریا یعنی تیرھواں کرتے ہیں، برسی کرتے ہیں - ان رسموں پر وہ اچھے اچھے کھانے، کپڑے، برتن وغیرہ رکھتے ہیں اور پنڈت ان پر اشلوک پڑھ کر گھر لے جاتا ہے - مسلمان بھی چونکہ ہندوؤں سے مسلمان ہوتے ہیں اس لیے ان کی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی اپنے ہاں تیجا، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ جاری کر رکھی ہیں - حالانکہ یہ کام نہ سنت سے ثابت ہیں نہ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے تعامل میں پائے جاتے ہیں - یہ کام نہ حضور انورؐ، نہ ان کی ازواج پاک، نہ بیٹیوں، نہ بیٹوں، نہ سوا لاکھ صحابہؓ اور ان کی بیبیوں کی میت پر کیئے گئے ہیں اور نہ ہی ان کے کرنے کو حضورؐ نے فرمایا ہے — قرآن اور حدیث کے علاوہ فقہ کی کتابوں میں بھی ان رسموں کا نام و نشان نہیں ملتا -

آگے ص ۲۱۴ پر

جو قوالی مجرا کرائیں — وہ اہلسنت!

جو غیر اللہ کے نام کی قسمیں[1] کھائیں — وہ اہلسنت!

جو پختہ قبریں[2] بنائیں — وہ اہلسنت!

جو قبروں پر چراغ[3] جلائیں — وہ اہلسنت!

جو مصائب و حوائج میں غیر اللہ کو پکاریں[4] — وہ اہلسنت!

جو غیر اللہ کی گیارہویں، نذر، نیاز[5] دیں — وہ اہلسنت!

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۳ سے آگے) بلکہ فقہائے کرامؒ نے انہیں بدعت لکھا ہے۔ دیکھو تلخیص السنن، فتاویٰ بزازیہ، شرح المنہاج وغیرہ۔ ہاں ایصالِ ثواب کی نیت سے بلا قید زمان و مکان، خدا کے نام پر صدقات و خیرات کر سکتے ہیں، ثواب پہنچتا ہے۔ لیکن صدقات و خیرات کو بدعت کا جامہ پہنانے سے ثواب کالعدم ہو جاتا ہے۔ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

[1] حضورؐ فرماتے ہیں: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (ترمذی شریف)۔ "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی پس تحقیق اس نے شرک کیا"۔

[2] نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ (صحیح مسلم) حضورؐ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارات (قبہ، گنبد وغیرہ) بنانے سے منع کیا۔

[3] لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسُّرُجَ۔ (مشکوٰۃ) حضور انورؐ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی۔

[4] فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا (پ ۲۹ ع ۱۱) "پس مت پکارو (مصائب و حوائج میں مافوق الاسباب طور پر) ساتھ اللہ کے کسی کو"۔

[5] گیارھویں نذر لغیر اللہ کی صورت میں اور ایسے ہی ہر نذر، نیاز غیر اللہ کی حرام ہے، کیونکہ نذر نیاز وغیرہ یہ کام مالی عبادت کے ہیں اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے — یہ

جو قبروں پر سجدے[1] کریں — وہ اہلسنت، جو قبروں پر میلے لگائیں، عرس[2]

— بقیہ حاشیہ صک ۲۱۴ —

فتوے حنفی مذہب کا ہے۔ حنفی بھائیوں کو توجہ کرنی چاہیئے: اَلْاِجْمَاعُ عَلٰی حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ (بحر الرائق) تمام امت کا اجماع ہے کہ خدا کے سوا مخلوق میں سے کسی کی نذر ماننی حرام ہے۔ وَالنَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ حَرَامٌ وَيَحْرُمُ الْمَنْذُوْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ (فتاوے عبدالحی لکھنوی) "اللہ کے سوا دوسروں کی نذر نیاز ماننی حرام ہے اور جو چیز غیر اللہ کے نام نذر کی جائے، وہ بھی حرام ہوجاتی ہے۔ ردالمختار میں ہے:

وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ يَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنْ اَكْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا اِلٰى ضَرَائِحِ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَيْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ۔ (ردالمختار)

خبردار! بہت سے لوگ جو مردوں کی نذر نیاز دیتے ہیں اور اولیاء کرام کا قرب (اور خوشی) حاصل کرنے کے لئے ان کے مزاروں پر روپیہ پیسہ اور تیل چڑھاتے ہیں، حنفی مذہب کے تمام علماء کے نزدیک (اجماعاً) ایسی نذر نیاز باطل اور حرام ہے۔" حنفی بھائیو! یہ ہے حنفی مذہب۔ خدارا اس پر عمل کرو۔ خدا رحمتیں کرے ایسے فقہا پر جنھوں نے کلمۂ حق لوگوں کو سنایا۔

[1] قیس بن سعدؓ نے حضور سے سجدہ (تعظیمی) کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ (مشکوٰۃ) خبردار! نہ کرو (مجھے سجدہ) اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو (تعظیمی) سجدہ کریں۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی سجدہ جائز نہیں۔ حرام اور شرک ہے۔ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا۔

[2] حضور فرماتے ہیں۔ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا (نسائی شریف) "نہ بناؤ میری قبر کو عید گاہ (میلہ گاہ) یعنی میری قبر پر سالانہ میلہ نہ لگانا: عرس نہ کرنا — اہلسنت کہلانے

رہا بتیں — وہ اہلسنت ، جو پیری مریدی کو پیشہ بنا کر مریدوں کے مال پر گزران کریں — وہ اہلسنت ! جو قبروں کی مجاوری کریں[1] اور چڑھاوے کھائیں — وہ اہلسنت ! جو جمعہ کے بعد احتیاطی[2] پڑھیں — وہ اہلسنت ! جو آمین[3] بالجہر۔ رفع الیدین[4]۔ انگشت شہادت اٹھانے کی سنتوں سے

والے بھائیو! حضورؐ کے حکم کے خلاف عرس کرکے آپ کیونکر اہل سنت ہوئے ؛ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پاک پر آج تک ایک عرس بھی نہیں ہوا ، سوچو! اور اپنی اصلاح کرو۔

[1] حدیث اور فقہ سے کہیں ثابت نہیں کہ قبروں پہ مجاور بنکر بیٹھو اور قبروں کے چڑھاوے کھاؤ۔ بلکہ مشکوٰۃ میں حضورؐ نے منع فرمایا ہے ؛ اَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ — کہ قبر پر بیٹھا جائے۔ یعنی کسی صورت بھی قبر نہ بیٹھو۔ اس میں مجاور بنکر بیٹھنا بھی منع ہوگیا۔

[2] حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ جمعہ کے بعد گھر جا کر دو سنتیں پڑھتے تھے۔ (بخاری، مسلم) جو لوگ جمعہ کے بعد احتیاطی پڑھتے ہیں۔ وہ کس طرح اہلسنت ہوئے (صادق)

[3] وائل بن حجرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سنا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا : غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ پھر کہا : آمین۔ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ۔ دراز کی اسکے ساتھ آواز اپنی (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ) اس حدیث سے امام کے پیچھے جہری نمازوں میں آمین آواز سے کہنا ثابت ہوا۔ حضورؐ کی سنت ثابت ہوئی۔ اس سنت سے منع کرنے والے اہل سنت ہیں۔ اللہ اکبر! یہ وہ پاک سنت ہے کہ اس کی تائید میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ نے بھی فرمایا ہے : وَالْجَهْرُ بِاٰمِيْنَ (غنیۃ الطالبین) اونچی قرأت والی نمازوں میں اونچی آواز سے آمین کہو۔

[4] ابوحمید ساعدی رضؓ نے دس صحابہ رضؓ کے روبرو حضورؐ کی نماز بیان کی۔ اس میں کہا — کہ

(باقی ص ۲۱۷ پر)

سے منع کریں[۱] ـــــ وہ اہلسنت! جو ایک امام کی تقلید شخصی کر کے، بلا دلیل اس کے اقوال مانتے جائیں، سنت کے مقابلہ میں رائے کو اپنائیں[۲] اور سنت چھوڑ دیں ـــــ وہ اہل سنت! جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر[۳]، غیب[۴] جاننے والے مانیں ـــــ وہ اہلسنت

حضورؐ نے رکوع کے وقت رفع یدین کیا۔ رکوع سے سر اٹھا کر رفع الیدین کیا۔ دو رکعت پڑھ کر اٹھ کر رفع الیدین کیا۔ دس صحابہ نے کہا: صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ: تو نے سچ کہا حضورؐ اسی طرح ہی نماز پڑھا کرتے تھے (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ) ثابت ہوا رفع الیدین حضورؐ کی سنت ہے۔ افسوس اس سنت پاک سے روکنے ٹوکنے والے اہلسنت کہلاتے ہیں۔ آہ مسلم از سر نبیؐ بیگانہ شد۔ اس سنت کی تائید میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں: رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ وَالرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ. (غنیۃ الطالبین) نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرو" لہ رَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنٰى الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ يَدْعُوْ بِهَا (صحیح مسلم) رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے انگوٹھے کے پاس والی داہنی انگلی اٹھاتے تھے تشہد میں"۔ حضور کی اس سنت سے روکنے والے اہلسنت کہلاتے ہیں۔ افسوس یہ سب خرابی تقلید جامد کی ہے۔ مسلمان بھائیو! رسولِ رحمتؐ کی سنتوں اور حدیثوں کو بسر و چشم قبول کرو اور عمل میں لاؤ کہ یہی معنی ہیں اہلسنت والجماعت کے ؎

ہزار نقد ببازار کائنات آرند ــــ یکے بسکۂ صاحب عیار مانرسد

[۲] جو سنت اور حدیث کے مقابلہ میں رائے اور قول کو چھوڑ دیں اور حدیث پر عمل کریں وہ بیشک اہلسنت ہیں۔ [۳] خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (پ۲۷-ع۱۷) اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے ساتھ ہے جہاں ہو تم"۔ ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود ہے اس کے علم و خبر سے کوئی جگہ خالی نہیں پس کسی غیر اللہ کو حاضر ناظر سمجھنا خدا کے ساتھ شریک کرنا ہے۔

[۴] صفحہ ۲۱۸ پر

جو محرّم میں امام حسین رضؓ کے نام کی نذریں[1]، نیازیں دیں وہ اہلسنت!
جو میت کے ساتھ[2] گندم، نمک، حلوہ، روٹی وغیرہ قبر پر لیکر جائیں

(بقیہ حاشیہ ص۲۱۷) قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ۲۰-ع۱)
کہہ دے اے میرے پیغمبرؐ! آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالےٰ کے وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ـــ (پ ۷ - ع ۱۱ - آیت ۵۰) میرے پیغمبرؐ میں غیب نہیں جانتا" جب غیب جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہوا، تو پھر حضور سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب جاننے والے ماننا خدا تعالیٰ کے ساتھ برابر کرنا ہے یہ عقیدہ اہلسنت و الجماعت کا نہیں ہو سکتا اور نہ حنفی مذہب میں ایسا عقیدہ روا ہے:

ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيْرِ بِاِعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری)

علمائے حنفیہ نے کھلے لفظوں میں اس شخص کو کافر کہا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ قرآن کی اس آیت کے بالکل برعکس ہے "کہہ دے آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا" معلوم ہوا حضور کو غیب جاننے والے ماننا حنفی مذہب میں کفر ہے۔ حنفی بھائیو! انصاف سے فقہ کے فتوے پر غور کرو۔

[1] نذر، نیاز مالی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ غیر اللہ کی نہیں۔

[2] یہ کام نہ حضورؐ نے کئے نہ صحابہ نے، نہ تابعینؒ اور تبع تابعین نے، ہاں ایصال ثواب جائز ہے لیکن بدعات سے بچ کر۔

وہ اہلسنت ! جو دفن کے بعد قبر پر اذان کہیں[1] ـــــ وہ اہلسنت ! جو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ کا وظیفہ پڑھیں[2] ـــــ وہ اہلسنت !

الحاصل توحید اور سنت کے خلاف کام کرنے والے اہلسنت والجماعت کہلاتے ہیں، کتنا اندھیر ہے۔ افسوس! وہ خود نہیں سوچتے کہ سنت کے خلاف کام کرنے پر اہل سنت کس طرح ہوئے؟ دراصل یہ بھائی رواجی اہلسنت والجماعت ہیں، یعنی نام کے اہلسنت ہیں۔ اگر عملاً اہل سنت ہوں تو لاکھوں رحمتوں کے سزاوار ہوں۔ خداوندا! ان بھائیوں کو فی الحقیقت اہلسنت بنا دے۔ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر چلا دے۔

ہاں تو یاد رکھیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سُنت کہتے ہیں اور صحابہ رض کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔ پھر جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلتے ہیں وہ اہلسنت ہیں اور صحابہ رض کے متفقہ مسائل کو اپنانے والے جماعت ہیں یعنی سُنت پاک اور صحابہ رض کے تعامل کے عامل اہلسنت والجماعت ہیں۔ اچھی طرح یاد رکھیں۔ بھولیں نہیں !

---

[1] قبر پہ اذان کہنا احداث فی الدین ہے کہ حضرت الوؐ نے بہتیروں کو دفن کیا لیکن قبر پر اذان نہ کہی۔ نہ اذان کہنے کا حکم دیا۔ اور سوا لاکھ صحابہؓ میں بھی کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

[2] مصائب و حوائج میں مافوق الاسباب طور پر صرف اللہ ہی کو پکارنے کا حکم ہے: فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (پ ۲۹ ع ۱۱) بس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو: قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (پ ۲۹ ع ۱۲) کہہ دے اے پیغمبر! سوائے اس کے نہیں کہ پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (غیر اللہ کو پکار کر) نہیں شریک لاتا میں ساتھ اس کے کسی کو۔

مجھے میرے مقلّدوں سے بچاؤ!

حضرت امام ابوحنیفہ رح نے (خدا کی ان پر ہزاروں رحمتیں ہوں) ہرگز نہیں فرمایا کہ میری تقلید کرو۔ بلا دلیل میرے اقوال کو مانو! بلکہ اپنی تقلید اور اپنے اقوال کو بلا دلیل ماننے سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ لیکن یار لوگوں نے خواہ مخواہ ان کی تقلید کر رکھی ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سے مسائل گھڑ کر حضرت امام ابوحنیفہ رح کے ذمے لگا دیئے ہیں۔ اور ان کا ماننا اور عمل میں لانا مقلّدوں پر ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت امام صاحب رح فرماتے ہیں۔

حَرَامٌ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ اَنْ يُّفْتِيَ بِكَلَامِيْ (میزان شعرانی)

"یعنی میرے قول پر فتوٰے دینا حرام ہے جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ بغیر دلیل کے میرے قول کو نہ مانو۔ نہ اس پر فتوٰے دو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میری تقلید نہ کرو، لیکن حنفی بھائی کہے جاتے ہیں، کہ ہم آپ کے مقلّد ہیں۔ بغیر دلیل کے آپ کا قول مانیں گے۔ آپ ہزار بار تقلید سے روکیں ہم نہیں رُکیں گے۔ آخر امام صاحب رح کی یہ نافرمانی کیوں ہے؟

فقہ حنفیہ کی کتابیں بھی حضرت امام صاحب نہیں لکھیں بلکہ صدہا سال بعد میں لکھی گئی ہیں اور ان کے مندرجات کو امام صاحب کے ذمّے لگا دیا گیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ستر سال کی عمر پاکر ۱۵۰ھ ہجری کو وفات پا گئے (اللہ ان کی قبر کو

نور سے بھرے) اب فقہ کی کتابوں کی تصنیف کا زمانہ ملاحظہ ہو :-

نام کتاب	کس صدی میں لکھی گئی	امام ابوحنیفہؒ سے کتنا عرصہ بعد لکھی گئی!
قدوری	پانچویں صدی	تین سو سال
ہدایہ	چھٹی صدی	چار سو سال
قاضی خاں	چھٹی صدی	چار سو سال
منیہ	ساتویں صدی	پانچ سو سال
طحطاوی	آٹھویں صدی	چھ سو سال
شرح وقایہ	آٹھویں صدی	چھ سو سال
نہایہ	آٹھویں صدی	چھ سو سال
کنز	آٹھویں صدی	چھ سو سال
جامع الرموز	آٹھویں صدی	چھ سو سال
فتاوی بزازیہ	نویں صدی	سات سو سال
فتح القدیر	نویں صدی	سات سو سال
خلاصہ کیدانی	نویں صدی	سات سو سال
چلپی	دسویں صدی	آٹھ سو سال
بحر الرائق	دسویں صدی	آٹھ سو سال
تنویر الابصار	دسویں صدی	آٹھ سو سال
ذخیرہ	دسویں صدی	آٹھ سو سال
درمختار	گیارھویں صدی	نو سو سال
فتاوی عالمگیری	بارھویں صدی	ہزار سال

ان فقہ کی کتابوں میں سب مسائل حضرت امام ابوحنیفہؒ کیطرف منسوب کئے گئے ہیں اور کتب حدیث کی طرح کوئی سلسلۂ روایت نہیں ہے جس سے سنداً ثابت ہو کہ یہ سب فرامین حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور پھر ان مسائل کو تقلیدی طور پر ماننے کے لئے یوں مجبور کیا ہے :

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ

عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ (شامی)

" ریت کے ذروں جتنی لعنتیں ہوں اس پر جو امام ابوحنیفہؒ کا قول نہ مانے "

عصمت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے

یاد رکھیں کہ معصوم عن الخطا صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کی عصمت کی ضمانت دی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ۲۷ ع۵)

" اور نہیں بولتا (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے نہیں وہ (بولتا) مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے "

ثابت ہوا کہ حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل وحی ہے جو دین ہے۔ حجت ہے۔ واجب العمل ہے اور یہ کہ خطا سے پاک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ!

" اکتب کل اسمع منك - کیا میں لکھ لیا کروں جو کچھ بھی آپ سے

سنوں؟ قال نعم۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں (یہ سب کچھ لکھ لیا کرو) میں نے عرض کیا: فی الرضاء والغضب: غصے اور خوشی کی حالت میں جو کچھ آپ فرمائیں، وہ لکھ لیا کروں؟ قال نعم لا اقول فی ذالك کلمۃ الاحقا۔ ارشاد فرمایا: ہاں! بیشک لکھ لیا کرو، کیونکہ ہر حال میں میرے منہ سے حق ہی نکلے گا"

(جامع العلم)

ثابت ہوا کہ عصمت صرف حضور ہی کے لیے ہے۔ ہر حال میں اور ہر وقت آپ کی زبان سے سچ، حق اور دین ہی نکلتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نطق کو وحی کہا ہے۔

دارمی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص رضی اللہ عنہ کو حضورؐ نے فرمایا:

اکتب فوالذی نفسی بیدہ ماخرج منه الاحق۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میرے منہ سے حق ہی نکلتا ہے۔ پھر لکھ لیا کرو جو کچھ بھی میرے منہ سے نکلے"

اللہ تعالےٰ نے حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (پ۵۔ ع۶)

"پس (اے پیغمبر) قسم ہے (مجھ کو) تیرے رب کی، (یعنی مجھے میری ذات کی قسم ہے، یہ کلمہ گو) لوگ ہرگز ہرگز ایمان دار

نہیں ہوں گے۔ جب تک، کہ اپنے باہمی جھگڑے تجھ سے ہی
فیصلہ نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ تمہارے
فیصلے (حدیث) سے کسی طرح دل گیر بھی نہ ہوں (دل میں
ذرہ بھر تنگی محسوس نہ کریں) اور (تیرے فیصلے فرمان کے
سامنے) سرِ تسلیم خم کر دیں۔"

دیکھئے اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو بلا شرط
ماننے پر کس قدر زور دیا ہے اور اس سے سرِمو انحراف کرنے والے بلکہ
دل میں تنگی محسوس کرنے والے، ماتھے پر شکن ڈالنے والے کو بے
ایمان کہا ہے۔ یعنی جو کوئی قولِ رسول کو خوشی خوشی قبول نہ کرے۔
لایومنون۔ وہ ایمان دار نہیں ہے۔ یہ مقام، یاد رہے کہ صرف حضور
خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کسی امتی کے لیے ہرگز
ایسا نہیں ہو سکتا ؎

محمد حامیٔ دیں ماحیٔ کفر و ضلالت ہے
محمدؐ شمعِ ایماں، مشعلِ راہِ ہدایت ہے

قولِ پیغمبر کو مسترد کرنے والا تو بقولِ قرآن بے ایمان ہے، لیکن
یہ کہنا سراسر زیادتی ہے کہ جس نے کسی امتی کے قول کو رد کیا، اس پر
ریت کے ذروں جتنی لعنتیں اتریں!

عرب میں شراب نوشی کی عادت کثرت سے تھی۔ قرآن نے اس پلیدی
سے روکا اور حضرت انورؐ نے شراب نوشی کو لعنتی فعل فرمایا: لَعَنَ اللّٰہُ
الْخَمْرَ (ابوداؤد) لیکن جو لوگ شراب کے رسیا تھے، انھوں نے امارت
کے بل بوتے پر اس کے جواز کے فتوے حاصل کر لیے کہ گیہوں، جَو،

شہد، جوار کی شراب حلال ہے[1]، البتہ انگور کی حرام ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ کیا ایسے فتوے قابلِ قبول ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ۔

(ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے لعنت کی شراب کو، اس کے پینے والے کو، اس کے پلانے والے کو، اس کے بیچنے والے کو، اس کے خریدنے والے کو، اس کے نچوڑنے والے کو، اس کے نچڑوانے والے کو، اس کے اٹھانے والے کو، اور جس کی طرف اٹھائی گئی ہو۔"

کتنی سختی کے ساتھ شراب کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ہر قسم کی شراب کی ممانعت فرما دی۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا ط

(ترمذی۔ ابوداؤد)

حضورِ انورؐ فرماتے ہیں۔ بیشک گیہوں، جو، کھجور، کشمش اور شہد کی دبنی ہوئی) بھی خمر (شراب) ہے یعنی ان چیزوں کی شراب بھی خمر (حرام) ہے۔"

[1] ہدایہ کتاب الاشربہ

ثابت ہوا : ہر قسم کی شراب (خمر) حرام ہے۔ حضورؐ نے ہر قسم کی خمر پر حد ماری ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِی الْخَمْرِ۔ (بخاری۔ مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے پر حد ماری۔"

پس سے قولِ پیغمبرؐ سے ہر قسم کی خمر (شراب) حرام ہوئی، اور کسی امتی کا جوازِ شراب کا فتوےٰ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا۔

بعض من چلے رنگیلے امراء نے ایسے فتوے بھی حاصل کر لیے کہ شراب کا وہی پیالہ مفسد ہے جو نشہ آور ہو اور وہی حرام ہے۔ مطلب یہ کہ اتنی مقدار میں شراب جائز ہے جس سے نشہ نہ آئے ۔۔۔ یہ فتوے بھی سراسر خلافِ شرع ہے :

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ ط (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو چیز کہ زیادہ مقدار میں نشہ لائے اُس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔"

یعنی جس چیز کی کُل حرام ہے ۔۔۔ اس کی جز بھی حرام ہے۔ شراب کی بوتل پی جانا بھی حرام ہے اور ایک قطرہ بھی حرام ہے ۔۔۔ معلوم ہوا کہ قولِ پیغمبرؐ کے خلاف کسی کا قول نہیں مانا جا سکتا۔ بلکہ رد کر دینا چاہیئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ خدا نے اُمت کی دینی رہبری اور پیشوائی کے لیے آپؐ پر قرآن اتارا۔ حضورؐ نے قرآن پر

عمل کر کے اُمت کے لیے راہِ جنت بنائی اور خدا نے حکم دیا: اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو: وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ۔ اور جو (عمل بالقرآن کا طریقہ اور مذہب و مسلک) دے تم کو رسول۔ پس لے لو وہ" گویا خدا تعالےٰ نے بلا چون وچرا حضور کی فرمانبرداری کا حکم دے دیا ہے، اور ایک جگہ فرمایا:

اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ۔ پ۲۶ ع۸

"فرمانبرداری کرو رسول کی، اور راہِ رسول سے ہٹ کر) اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔"

پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ بلا شرط نبیٔ رحمت کے قول کو ملنے اور اس پر عمل کرے، اور اُمتیوں کی خلافِ حدیث باتوں کی طرف رجوع نہ کرے۔

پھر جو لوگ اپنی غلط باتوں کو اندھا دھند بزرگانِ دین اور ائمہ کرام کے ذمہ لگاتے ہیں، انہیں اس روش سے تائب ہو جانا چاہیئے۔ بالفرض اگر آج امام صاحب آجائیں اور ان مغائر حدیث باتوں کو اپنی طرف منسوب دیکھیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھیں: مجھے میرے مقلدوں سے بچاؤ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اختلاف

خدا تعالےٰ نے قرآن نازل کیا اور بندوں کو حکم دیا: وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ: اور جو (طریقہ عمل) دے تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پس لے لو اس کو۔"

یعنی حضورِ انور ﷺ کے طریقے اور سنت کے مطابق قرآن پر عمل کرو ۔

ارشاد فرمایا :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔ (پ ۵ ع ۷)

پس قسم ہے پروردگار تیرے کی (یعنی مجھے میری ذات کی قسم ہے) ، نہیں ایمان لائیں گے ، یہاں تک کہ حاکم بنائیں تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں ، پھر تیرے فیصلے سے اپنے جیوں میں (کچھ بھی) تنگی نہ پائیں ، اور (دل و جان سے) اس کو قبول کر لیں "

اس آیت میں خدا نے صاف صاف سنا دیا کہ جب تک مسلمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ، احکام ، احادیث کو بلا چون وچرا نہ مانیں گے ۔ ان کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کریں گے ۔ بزار جان سے حدیث پر قربان نہ ہوں گے وہ مسلمان نہیں ہوں گے ۔

پھر جو مسلمان بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک امام کے مقلد بن جائیں ۔ ساری زندگی کے لیے تقلید شخصی کر کے اپنے ہی اماموں کے بلا دلیل فیصلوں ، راؤں ، قیاسوں کو شرعی حیثیت سے ماننے جائیں ۔ ان کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں ۔ خواہ وہ آراء اقوال اور قیاس ، احادیث سرورِ رسولاں صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہی ہوں ، پھر بھی جان بوجھ کر ان کو اپنائیں اور عمل میں لائیں تو ایسے مسلمانوں کو اپنا ایمان آیۂ مذکور فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ کے ترازو کے پلڑے میں رکھ کر

تولنا چاہیئے۔ خدا نے حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فرما کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کا حَکَم (جج) بنایا۔ لیکن جامد اور متعصب مقلد نے اپنے امام کو حَکَم مانا۔ خدا نے حدیث کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا حکم دیا، اس نے امام کے قول پر مرمٹنے کی ٹھانی۔ خدا نے سنت کی شاہراہ پر چلنے کو فرمایا: اس نے قیاس کی پگ ڈنڈی پکڑلی۔ جو بھائی بھی ایسا مقلد ہے۔ اس کو توبہ کر کے حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پیشوا بنا لینا چاہیئے اور ہر قول، قیاس، رائے کو حدیث کے تابع کر دینا چاہیے ؎

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا!

ہم یہاں فقہ کی معتبر اور مایۂ ناز کتاب ہدایہ کے کچھ مسائل تحریر کر کے، حدیث سے ان کا اختلاف دکھاتے ہیں تاکہ مسلمان بھائی حدیث سے ہمسری کرنے والے اقوال سے بے نیاز ہو کر فرامین سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو سر آنکھوں پر رکھیں کہ خدا تعالیٰ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فرما کر اُمت پر حضورؐ کی اطاعت ہی فرض کی ہے ؎

مفروش عطرِ عقل بہندوئے زلفِ یار
کانجا ہزار نافۂ مشکیں بہ نیم جو!

کُتّے کا ناپاک برتن

رسول اللہ کا حکم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَآءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْہُ سَبْعَ مَرَّاتٍ ط (بخاری، مسلم)

حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تمہارے برتن میں سے پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ۔"

فقہ کا اختلاف يُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وُلُوْغِهٖ ثَلٰثًا۔ (ہدایہ کتاب الطہارت)

"جب برتن سے کتا پی جائے اسے تین بار دھوؤ۔"

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث کے خلاف بے دلیل قول! — بھائیو! غور کرو!

بیت اللہ کی چھت پر نماز

پیغمبر رحمتؐ کی ممانعت عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلّٰى فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ ط (ترمذی شریف)

"حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع کیا۔"

فقہ کا اختلاف مَنْ صَلّٰى عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ۔ (ہدایہ باب الصلوٰۃ فی الکعبہ)

"کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے"

حضورؐ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمائیں۔ لیکن فقہ کہے کہ جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی، اس کی نماز جائز ہے۔ کیوں جائز ہے؟ جو کام حضرت انورؐ منع کریں وہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث پر

زیادتی ہے۔

عورتوں کی امامت کا مسئلہ

رسولِ خدا کی اجازت

عَنْ اُمِّ وَرَقَةَ اَمَرَهَا اَنْ تَؤُمَّ اَهْلَ دَارِهَا۔ (ابوداؤد۔ باب امامت النساء)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ کو اپنے گھر والوں کی امامت کرانے کا حکم دیا"

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا تَؤُمُّ النِّسَآءَ وَتَقُوْمُ وَسْطَهُنَّ

(مستدرک حاکم باب امامت المرأۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاھرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا صف کے بیچ میں کھڑی ہو کر عورتوں کی امامت کراتی تھیں"

فقہ کا اختلاف

يُكْرَهُ لِلنِّسَآءِ اَنْ يُّصَلِّيْنَ وَحْدَهُنَّ الْجَمَاعَةَ۔ (ہدایہ باب الامامت)

"صرف عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے"

حنفی بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف عورتوں کو بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ عورت کی امامت عورت کے لئے روا رکھی، لیکن فقہ میں یہ کام منع قرار پائے کہ حدیث کی برابری کتنی بُری چیز ہے اور امر سید الکونین کے مقابلہ میں يُكْرَهُ کہنا کتنی زیادتی ہے اور پھر اس فقہی يُكْرَهُ سے اس فعل کو حرام سمجھ رکھا ہے کہ احناف کے ہاں عورت کی امامت عورتوں کے لئے قطعًا مفقود ہے!

نابالغ کی امامت

رحمتِ عالم کی پروانگی

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ فَقَدَّمُوْنِيْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعٍ (بخاری شریف)

"عمرو بن سلمہؓ نے چھ یا سات سال کی عمر میں لوگوں کی امامت کرائی"

لوگوں نے عمرو بن سلمہؓ کو اپنا امام بنایا۔ اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امامت کا ضرور علم تھا۔ اگر بچے کی امامت ناجائز ہوتی تو حضور منع کر دیتے یا ضرور ضرور آسمان سے وحی آجاتی کہ بچے کی امامت جائز نہیں۔ لہذا بچے کی امامت سے خدا اور اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سکوت بچے کی امامت کے جواز پر دال ہے۔

فقہ کا اختلاف

وَلَا يَجُوْزُ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّقْتَدُوْا بِامْرَأَةٍ اَوْ صَبِيٍّ۔ (ہدایہ جلد اول باب الامامت)

نہیں جائز واسطے مردوں کے کہ نماز پڑھیں پیچھے عورت کے یا بچے کے"

عمرو بن سلمہؓ، سات سال کے بچے[1] کے پیچھے، حضرت انورؐ کی حیات

---

[1] بچے کی امامت فرض واجب نہیں کہ ضرور اسے امام بنایا جائے بلکہ یہ اسلام میں ایک رخصت ہے کہ اگر کوئی بچہ قرآن کا حافظ اور عمدہ قاری ہو تو اسے امام بنا کر اسکے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ رمضان میں اسے مصلے پر کھڑا کر کے اس سے (آگے ص۲۳۳ پر)

پاک میں، نزولِ قرآن کے دور میں مردوں نے نماز پڑھی۔ نہ خدا نے روکا، نہ حضورؐ نے منع کیا۔ لیکن فقہ کہتی ہے : لَا یَجُوْزُ : نہیں جائز یہ کون صاحب ہیں کہنے والے لَا یَجُوْزُ۔ یہ تو صرف حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے کہ فرمائیں : جَازَ، لَا یَجُوْزُ۔ امتی بلا دلیل ایسا نہیں کر سکتے۔

ہبہ کی ہوئی چیز کا مسئلہ !

ارشادِ خیر الوریٰؐ

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ العَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ ط (بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا مانند کتے کے ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے "

فقہ کا اختلاف

اِذَا وَهَبَ هِبَةً لِاَجْنَبِیٍّ فَلَهُ الرُّجُوْعُ فِيْهَا۔ (ہدایہ کتاب الہبہ)

"جب کسی غیر شخص کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو ہبہ کرنے والے کو اسے واپس لینے کا اختیار ہے "

حنفی بھائیو! غور کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تو ہبہ

(بقیہ حاشیہ صـ۲۳۲) قرآن سن سکتے ہیں۔ اس رخصت کو حنفی مذہب چھینتا ہے کہ بچے کی امامت جائز نہیں۔ حالانکہ حضورؐ کی زندگی پاک کے اندر لوگوں نے سات سال کے قاری قرآن بچے کی امامت میں نمازیں پڑھیں۔

کی ہوئی چیز کو واپس لینے سے منع فرمائیں اور اس کی مثال کتے کی قے چاٹنے سے دیں لیکن فقہ میں ہبہ کو واپس لینے کا اختیار دیا گیا ہے - اور پھر رجوع کے حق پر دلیل نہیں دی - افسوس! بخاری شریف کی حدیث کا مقابلہ![1]

استسقاء کی نماز باجماعت

حضرت اکرمؐ کی سُنّت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ۔ (بخاری مسلم)

عبداللہ بن زید رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لیے صحابہؓ کو لے کر عیدگاہ کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز بلند قراءت کیساتھ پڑھائی - قبلہ رخ ہی اپنی چادر پلٹائی"

فقہ کا اختلاف

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ صَلٰوةٌ مَسْنُوْنَةٌ فِيْ جَمَاعَةٍ (ہدایہ باب الاستسقاء)

[1] فقہ کے جو مسائل حدیث کے مطابق ہیں - موافق اور تائید میں ہیں وہ بسر و چشم قبول کرنے کے لائق ہیں اور جو خلاف حدیث ہیں، انھیں چھوڑ دینا دنا کہ ایمان کا یہی تقاضا ہے، اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فقہ الہامی ہے؟ اور اس کے سامنے قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے - دونوں وحی ہیں - اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول: حکم خدا اور اطاعت مصطفےٰ کی، صلی اللہ علیہ وسلم!

"امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ استسقاء کے وقت نماز باجماعت مسنون نہیں۔"

غور کریں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کی نماز جماعت سے پڑھائی، لیکن حنفی مذہب میں امام ابو حنیفہؒ کا یہ فتوے بیان کیا گیا ہے کہ استسقاء میں نماز باجماعت مسنون نہیں۔ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف قول کس طرح مانا جاسکتا ہے؟

نماز جنازہ غائبانہ

رحمتِ عالم کا فعل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَی لِلنَّاسِ النَّجَاشِیَّ الْیَوْمَ مَاتَ فِیْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ ۔ (بخاری مسلم)

"جس دن بادشاہ نجاشی فوت ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی وفات کی خبر (بذریعہ وحی) صحابہؓ کو دی: (کہ آج نجاشی اپنے وطن حبشہ میں فوت ہوگیا ہے،) پھر حضورؐ انہیں لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں باندھ کر (نجاشی) کی غائبانہ نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھائی۔"

فقہ کا اختلاف

فَلَا تَصِحُّ عَلَی الْغَائِبِ ۔

(درمختار جلد اول۔ باب صلوٰۃ الجنائز) ۔

"نماز غائبانہ جائز نہیں۔"

حدیث مذکور میں رحمتِ عالم نے بادشاہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ

پڑھی تو جائز ہوئی۔ لیکن حنفی مذہب کہتا ہے : فَلَا تَصِحُّ۔ جائز نہیں امت پڑھو۔ چنانچہ احناف تقلید کرتے ہوئے نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھتے۔ انہیں چاہیئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں ہر چیز کو چھوڑ دیں اور صرف آپؐ کے طریقے پر عمل کریں!

جماعت میں اکہری تکبیر

ختم نبیاںؐ کا حکم

أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ ؕ (بخاری مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان کے کلمات دوہرے کہے اور تکبیر کے کلمات اکہرے کہے۔ سوائے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے۔"

فقہ کا اختلاف

وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ (ہدایہ باب الاذان)

" اور اقامت اذان کی مانند دوہری ہے"

حدیث شریف میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بلال رضؓ کو (اور بلال رضؓ کو سنا کر اپنی امت کو) حکم دے رہے ہیں کہ تکبیر کے کلمات اکہرے کہے جائیں، لیکن حنفی مذہب میں حکم دیا جاتا ہے کہ تکبیر کے کلمات دوہرے کہے جائیں، اور پھر اس حکم کی تعمیل میں سارے ملک کے اندر صدیوں سے دوہری تکبیر کہی جا رہی ہے۔ کیا مجال جو کوئی حنفی بھائی اکہری تکبیر کہہ جائے۔ ساری زندگی نہیں کہیگا بلکہ اکہری[1] تکبیر

---

[1] اگر کوئی کہے کہ دوہری تکبیر بھی ایک روایت میں آئی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ ترجیع والی اذان میں ہے جو کسی حنفی کو ساری عمر نصیب نہیں۔ ترجیع والی اذان کہو تو دوہری (آگے صفحہ ۲۳۷ پر دیکھیئے)

کہنے والوں سے مساجد میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، یہ لڑائی جھگڑے محض تقلید جامد کی بنا پر ہیں۔ حنفی بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ بخاری، مسلم کی متفق علیہ حدیث پر عمل کر کے اکہری تکبیر بھی کہہ لیا کریں اور یاد رکھیں کہ جو تقلید بخاری، مسلم کی متفق علیہ حدیث سے پیچھے ہٹائے، آپ ایسی تقلید سے پیچھے ہٹ جائیں کہ ؎

جب تک اس زلف کا سودا نہیں اعزاز نہیں
زیب سر جیکے یہ طرہ نہیں ممتاز نہیں

نماز کی امامت کا مسئلہ

ارشادِ رسولؐ لوگوں کی امامت کون کرائے؟ اس کے متعلق حضرت ختم نبیاں صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِى الْقِرَاءَةِ سَوَآءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِى السُّنَّةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا ۔ (صحیح مسلم)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آتا ہی کہہ لو جب اذان کے کلمات شفع ہیں اس کی اقامت کہری ہے۔ حضرت بلال ساری عمر اکہری اقامت کہتے رہے۔ خدا کے سامنے جواب دینے کے دن کو یاد کر کے بتائیں کہ وہ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے "آفتاب نصف النہار" کو کیوں نہیں مانتے۔ جس میں بلالؓ کو حضورؐ نے اکہری تکبیر کہنے کا حکم دیا ہے۔ حنفی بھائی اس "چودھویں کے چاند" کی چاندنی میں بیٹھنا کیوں گوارا نہیں کرتے؟ جگمگ جگمگ کرنے والے "ہیرے" کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ اور بلالؓ کے حکم رسولؐ کے آگے کیوں سر تسلیم خم نہیں کرتے۔ محمد صادق۔

" امامت کرائے لوگوں کی وہ جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا قاری ہو، اور اگر قرأت (کے جاننے میں) سب برابر ہوں تو پھر سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا امامت کرائے۔ اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا امامت کرائے۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا امامت کرائے۔"

غور کریں کہ اس حدیث میں حضورؐ نے امامت کرانے کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ ایسی جامع اور مانع صورتیں ہیں کہ امامت کا حقدار ضرور ضرور ان چار صورتوں میں مل سکتا ہے اور قیامت تک امامت کے استحقاق کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اب اس پر مزید گفتگو کرنا، اس میں کمی بیشی کرنا، اس پر حاشیہ چڑھانا بے سود ہے بلکہ دین میں دخل اندازی ہے۔

رسولِ خدا کے کلام پر مسئلہ ختم کر دینے کا حکم!

ایک خطبہ کے دوران حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ اَفِيْ كُلِّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ فَالْحَجُّ مَرَّةً۔ (بلوغ المرام)

اللہ تعالےٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس پر اقرع بن حابسؓ نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہر سال (فرض) ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ضرور (ہر سال)

واجب ہو جاتا۔ (سُنو!) حج (عمر میں) ایک ہی بار (فرض) ہے۔"

فقہ کا اختلاف حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے اس پر ایک شخص نے بلا ضرورت سوال کر دیا: حضور! کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (خدا کی طرف سے) ہر سال فرض ہو جاتا۔ اس سے حضورؐ نے یہ تعلیم دی: کہ جب میں ایک حکم دے کر خاموش ہو جایا کروں تو تم بھی خاموش ہو جایا کرو۔ جب میں تم کو چھوڑ دوں تو تم مجھے چھوڑ دیا کرو (اور میرے حکم کی تعمیل میں لگ جایا کرو) میرے حکم، فرمان مسئلے کو سن کر بلا وجہ سلسلۂ کلام کو آگے نہ بڑھایا کرو۔

اب اصل موضوع کیطرف توجہ دیں کہ حدیث مذکور میں حضورؐ نے امامت کے لیے چار صورتیں بیان فرمائیں۔ اُمت کو ان پر عمل کرنا چاہیئے ان پر زیادتی نہیں کرنی چاہیئے۔ جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بات ختم کر دی تو امت کو آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ اس میں تقدیم تاخیر اور تغیر و تبدل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اب دیکھیں کہ امامت کے متعلق حدیث رسولؐ پر فقہ نے کس طرح کتر بیونت کی ہے:

ل کیونکہ خدا نے فرمایا ہے: وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى اور نہیں بولتا (میرا رسولؐ) اپنی خواہش سے، نہیں وہ (بولنا) مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔" معلوم ہوا کہ حضورؐ کی زبان سے خدا کا حکم نکلتا ہے۔ اگر خدا کو ہر سال حج منظور ہوتا تو آپ کی زبان سے ہاں نکلوا دیتا۔ خدا نے نہ چاہا تو آپ کی زبان سے نہ نکلوایا۔ سچ ہے حدیث پاک بھی خدا کی وحی ہے۔

وَ اَوْلَی النَّاسِ بِالْاِمَامَۃِ اَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ تَسَاوَوْا فَاَقْرَءُھُمْ ـــ فَاِنْ تَسَاوَوْ فَاَوْرَعُھُمْ ـــ فَاِنْ تَسَاوَوْ فَاَسَنُّھُمْ ـ (ہدایہ جلد اول ۔ باب الامامت)

امامت کا سب سے بڑھ کر وہ مستحق ہے جو سنّت کا سب سے زیادہ عالم ہو ۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو سب سے زیادہ قرآن کا قاری ہو ۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے ۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر سب سے بڑی عمر والا امامت کا مستحق ہے "

اب حدیثِ پاک میں فرمودۂ رسول ؐ کی چار صورتوں اور فقہ کی مذکورہ چار صورتوں کا مقابلہ کریں ۔ حضورؐ انور نے پہلے نمبر پر امامت کا سب سے بڑا مستحق قرآن مجید کا سب سے زیادہ قاری مقرر فرمایا ہے اور فقہ میں پہلے نمبر پر سب سے زیادہ سنت کا عالم متعین کیا گیا ہے ۔ گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تبدیل کر دیا ہے ۔ دوسرے نمبر پر حضورؐ نے امامت کا مستحق سب سے زیادہ سُنت کا عالم رکھا ہے ۔ فقہ میں دوسرے نمبر پر قرآن کا قاری مقرر کیا گیا ہے یہاں بھی حضورؐ کے فرمان کو بدل دیا ہے ۔ تیسرے نمبر پر حضور نے سب سے پہلے ہجرت کرنے والا فرمایا ہے ۔ فقہ میں تیسرے نمبر پر پرہیزگاری رکھی گئی ہے ۔ یہاں بھی ارشادِ نبوی میں تغیر ہے ! چوتھی صورت میں حدیث کو بحال رہنے دیا ہے ۔

اب آپ سوچئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو تبدیل کرنے کا کسی کو حق ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں ! پھر برادرانِ احناف حدیث

کی صورتوں پر ان فقہ کی صورتوں کو ترجیح دینا کیونکر گوارا کرتے ہیں سہ

رنگ غنچوں کو میسر ہے نہ پھولوں کو شمیم
اب یہ افلاس بہاراں نہیں دیکھا جاتا!

چلئے آگے ۔ حضورؐ کی بیان کردہ چار صورتوں میں ردّ و بدل کر کے بھی سکوت اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ درمختار میں یوں اور اضافہ کیا گیا:

وَالْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ الْاَعْلَمُ بِاَحْكَامِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ الْاَحْسَنُ تِلَاوَةً ثُمَّ الْاَوْرَعُ ثُمَّ الْاَسَنُّ ثُمَّ الْاَحْسَنُ خُلُقًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ وَجْهًا ثُمَّ الْاَشْرَفُ نَسَبًا ثُمَّ الْاَنْظَفُ ثَوْبًا۔ فَاِنِ اسْتَوَوْا يُقْرَعُ اَوِ الْخِيَارُ اِلَى الْقَوْمِ۔ (تنویر الابصار، متن درمختار)

(۱) سب سے زیادہ امامت کا مستحق سب سے زیادہ نماز کے احکام جاننے والا۔

(۲) پھر سب سے اچھی تلاوت کرنے والا۔

(۳) پھر سب سے زیادہ پرہیزگار۔

(۴) پھر سب سے زیادہ عمر والا۔

(۵) پھر سب سے زیادہ خوش اخلاق۔

(۶) پھر سب سے زیادہ خوب صورت چہرے والا۔

(۷) پھر سب سے زیادہ شریف النسب۔

(۸) پھر سب سے اچھے لباس والا۔

(۹) اور اگر ان تمام صفات میں سب برابر ہوں، تو پھر قرعہ اندازی کرلیں۔

(۱۰) یا لوگوں کو اختیار ہے جسے چاہیں پسند کرلیں۔

غور کریں کہ حدیث میں چار صورتیں تھیں۔ ان میں تغیر کیا۔ اس کے بعد دس صورتیں بنا ڈالیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ صاحب درمختار نے ان کے علاوہ اور بھی بڑھائی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں :-

ثُمَّ اَصْبَحُهُمْ اَیْ اَسْمَحُهُمْ وَجْهًا۔ ثُمَّ اَكْثَرُهُمْ حَسَبًا۔ ثُمَّ الْاَحْسَنُ صَوْتًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ زَوْجَةً ثُمَّ الْاَكْثَرُ مَالًا۔ ثُمَّ الْاَكْثَرُ جَاهًا۔ ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَأْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا ثُمَّ الْمُقِيْمُ عَلَى الْمُسَافِرِ ثُمَّ الْحُرُّ الْاَصْلِيُّ عَلَى الْعَتِيْقِ ثُمَّ الْمُتَيَمِّمُ عَنْ حَدَثٍ عَلَى الْمُتَيَمِّمِ عَنْ جَنَابَةٍ فَاِنِ اخْتَلَفُوْا اُعْتُبِرَ اَكْثَرُهُمْ (درمختار)

(۱۱) پھر زیادہ روشن چہرے والا۔

(۱۲) پھر سب سے بڑھ کر حسب والا۔

(۱۳) پھر سب سے بڑھ کر اچھی آواز والا۔

(۱۴) پھر سب سے زیادہ خوبصورت بیوی والا۔

(۱۵) پھر سب سے زیادہ مال والا۔

(۱۶) پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا۔

(۱۷) پھر بہت زیادہ مرتبے والا۔

(۱۸) پھر مقیم مسافر پر

(۱۹) پھر اصلی آزاد، آزاد کردہ غلام پر۔

(۲۰) پھر وضوء کے قائم مقام جس نے تیمم کیا ہے، وہ غسل کے قائم مقام تیمم کرنے والے پر!

(۲۱) پھر (اب بھی) اگر اختلاف رہے تو اکثریت جس کو چاہے امام

بنا لے ۔ (منقول از طریق محمدی صـ۸۶)

قارئین کرام! حدیث آپ پڑھ چکے ہیں جس میں رحمتؐ عالم نے صرف چار صورتیں مقرر فرمائی ہیں۔ فقہ والوں نے چار سے دس بنائیں اور دس سے اکیس تک بڑھا دیں۔ اللہ تعالٰے ارشاد فرماتے ہیں :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پ۲۶ ع ۱۳)

"اے ایمان والو! مت آگے بڑھو اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے اور اس بارے میں، اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے"

خدا نے فرمایا : رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) سے آگے نہ بڑھو، غور کریں کہ رسولِ رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے امامت کے متعلق چار درجے بتائے۔ فقہ والوں نے چار کے دس اور دس کے اکیس بنا ڈالے۔ کیا ایسا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا نہیں ہے۔ قرآن نے کہا ہے : وَاتَّقُوا اللّٰه ۔ اور (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے بڑھنے میں، اللہ سے ڈرو۔ پس برادرانِ احناف کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈر کر فقہ کی ان باتوں کو چھوڑ دیں جو حدیث کے خلاف پڑتی ہیں۔ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کافی جانیں۔ کمی بیشی سے ڈریں اور اس پر نئی عمارت کھڑی کرنے سے لرزیں ؎

برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر!
یہاں فقط سر شاہیں کیواسطے ہے کلاہ

نماز کا اوّل وقت

پیغمبرِ رحمت کا ارشاد

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَمَّنِيْ جِبْرَائِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت کی جبرائیلؑ نے میری بیت اللہ میں اور ظہر کی نماز پڑھائی ۔ جب سورج ڈھل گیا اور اس کا سایہ بقدر ایک تسمہ کے ظاہر ہو گیا اور نماز عصر اس وقت پڑھائی ۔ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا "

اس حدیث میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہوا کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو یہ نماز عصر کا اول وقت اور نماز ظہر کا آخر وقت ہے ۔ یعنی ظہر ختم اور عصر شروع ہے ، لیکن حنفی مذہب

لہ جبرائیل کا حضورؐ کی امامت کرانا ایسا ہی ہے جیسے وہ آسمان سے وحی لاتا تھا ۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۔ نماز قائم کرو ۔ یہ وحی جلی بھی وہ قرآن میں لایا ۔ اور نماز قائم کرنے کی صورت ، ہیئت اور اس کے وقت کی پہچان (کی وحی خفی) بھی وہ لایا ۔ حضورؐ نے اسی صورت کے متعلق فرمایا : صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ : (بخاری شریف) نماز پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں " گویا جبرئیل کا امامت کرانا آسمان سے نماز کی ہیئت اور اس کا وقت لاکر بتانا ہے ۔

اس کے برعکس حکم دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

فقہ کا اختلاف

وَاٰخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رح اِذَا صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَیْهِ وَاَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ اِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ۔ (ہدایہ جلد اول۔ باب المواقیت)

امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک آخری وقت ظہر کا، اور اول وقت عصر کا وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے۔

بھائیو! دیکھا آپ نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ سایہ ایک گونہ ہونے پر ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت شروع ہوگیا۔ لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ رح کہتے ہیں۔ ابھی ظہر کا وقت نہیں گیا، اور عصر کا وقت شروع نہیں ہوا۔ یعنی حضورِ انور ایک گونہ سایہ ہو جانے پر ظہر ختم اور عصر شروع بتائیں — بقولِ صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ رح کہیں۔ نہیں! سایہ دگنا ہونے پر ظہر ختم اور عصر شروع ہوتی ہے۔ افسوس! برادرانِ احناف کا عمل حضرت امام ابوحنیفہ رح کے قول پر ہے، حدیث پر نہیں کہ تمام حنفی مسجدوں میں کبھی نماز عصر اول وقت نہیں پڑھتے۔ گویا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَهٗ۔ ہر چیز کا سایہ ایک گونہ ہونے پر نہیں پڑھتے بلکہ امام ابوحنیفہ رح کے حکم صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَیْهِ۔ ہر چیز کا سایہ دگنا ہونے پر پڑھتے ہیں۔ دھوپ زرد[1] ہو جانے پر اخیر

---

[1] حضرت انس رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ (آگے ص ۲۴۶ پر)

وقت پڑھتے ہیں۔ حالانکہ حضورؐ نے یہ بھی صاف صاف فرمایا ہے :

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الصَّلٰوۃُ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِھَا ۔ (بخاری)

" افضل عمل نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ہے۔"

لیکن برادرانِ احناف کبھی اول وقت نہیں پڑھتے۔ حضورؐ کے ارشاد کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے۔ فقہ کے قول پر ہی عمل کرتے ہیں۔ ہم ان کی خیر خواہی کی نیت سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کو جب خدا نے پوچھا کہ تم نے میرے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ایک اُمتی کے قول پر کیوں قربان کیا؟ رحمت للعالمینؐ کے حکم "ایک مثل سایہ" کو اپنے امام کے حکم "دو مثل سایہ" میں کیوں مدغم کیا؟ کیوں ساری عمر تقلید جامد کی ظلمت میں نمازیں اخیر وقت پڑھتے رہے تو وہ خدا کے حضور کیا جواب دیں گے؟ ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا (صحیح مسلم) یہ نماز (عصر جو اخیر وقت پڑھی جاتی) منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا رہتا ہے، انتظار کرتا ہے آفتاب کا یہاں تک کہ جب ہو جاتا ہے زرد اور ہو جاتا ہے درمیان دو سینگوں شیطان کے (یعنی غروب کے قریب) تو کھڑا ہوتا ہے (نماز کے لئے) پھر جلدی جلدی، چار ٹھونگیں مارتا ہے اور نہیں یاد کرتا اس میں اللہ کو مگر تھوڑا۔ غور کیا آپ نے کہ دھوپ زرد ہو جانے پر اخیر وقت عصر پڑھنے کو حضورؐ نے منافق کی نماز فرمایا ہے۔ یعنی منافق ایسے اخیر وقت میں نماز عصر پڑھتے تھے۔ افسوس آج بھی ہمارے بعض مسلمان بھائی اول وقت چھوڑ کر عمدًا اخیر وقت دھوپ زرد ہونے پر پڑھتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہیئے۔

تقاضا ہے گریباں کا کہ مجھ کو چاک کر ڈالو !
تمنا ہے یہ داماں کی اڑا دو دھجیاں میری

جمع صلوٰتین

فرمان رحمتِ عالم ؐ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ط (بخاری)

"حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو راستے میں ظہر عصر کو اور مغرب عشاء کو جمع کرکے پڑھتے تھے۔"

حضور رحمت اللعالمینؐ تھے۔ لوگوں کے طوق و زنجیر اتارنے اور بوجھ دور کرنے والے تھے۔ دُنیا والوں کے لئے آسانیاں لے کر آئے تھے۔ ان ہی آسانیوں میں مسئلہ جمع صلوٰتین ہے۔ کہ حضور نے سفر کی دو نمازوں کو جمع کرکے پڑھا۔ ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کیساتھ۔ حج میں بھی اور دوسرے سفروں میں بھی۔ اس فعلِ پاک سے اُمت کیلئے آسانی ہو گئی کہ سفر کے دوران وہ بھی جمع صلوتین کر سکتے ہیں۔ لیکن حنفی مذہب یہ آسانی روکتا ہے۔

لہ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (پ ۹ ع ۹)
اور اتارتا ہے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) ان سے بوجھ ان کے اور طوق جو تھے اُوپر ان کے۔"

فقہ کا اختلاف وَلَا یُجْمَعُ فَرْضَانِ فِیْ وَقْتٍ بِلَا حَجٍّ۔

(شرح وقایہ جلد اول، کتاب الصلوٰۃ)

"حج کے موقعہ کے سوا کسی اور وقت دو فرض نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھنا چاہیئے"

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین میں آسانی رکھی تھی اس کو فقہ نے اٹھا دیا۔ حضور انور سفر میں دو نمازیں جمع کریں اور اپنے اس فعل سے اُمت کے لیے سہولت پیدا کریں اور امتی اس سہولت کو اٹھا دیں۔ افسوس!

عورت مرد کی نماز میں امتیاز

حدیث کا ارشاد نماز کے متعلق حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم کا عام حکم ہے:

صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (بخاری شریف)

" نماز پڑھو (اے عورتو، مردو!) جسطرح میں پڑھتا ہوں"

اس میں کوئی تفریق نہیں کہ مرد اس طرح پڑھے اور عورت اس طرح۔ بلکہ یہی حکم ہے کہ سب طریقِ رسولؐ پر پڑھیں:

حضرت ابو حمید ساعدی رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ۔

(مشکوٰۃ باب صفت الصلوٰۃ)

"جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے

تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے مونڈھوں کے برابر۔"

فقہ کا اختلاف حضورؐ انور کا مذکورہ فعل سب کے لیے یعنی مردوں اور عورتوں کے لیے مساوی ہے۔ اب فقہ کی تقسیم دیکھئے:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ

(ہدایہ باب صفت الصلوٰۃ)

"مرد ہاتھ اٹھائیں اس طرح کہ انگوٹھے کان کی لَو کے برابر ہو جائیں۔"

یعنی مرد کان کی لَو کے برابر تک ہاتھ اٹھائیں۔ مونڈھوں تک نہ اٹھائیں۔ اب کیا مجال جو حنفی نماز میں مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائیں۔ ساری عمر کانوں کی لَو تک اٹھاتے گزر گئی۔ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مونڈھوں تک نہیں اٹھائیں گے اب عورت کے متعلق سنیئے:-

وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا۔ (ہدایہ)

"اور عورت مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔"

مرد کے لیے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانے منع، اور عورت کیلئے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانے جائز ہیں۔ یہ تفریق مرد اور عورت کے درمیان کیوں؟ مرد مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے تو اسکو گھوریں، اور یہی فعل عورت کے لیے عین درست بتایا جاتا ہے۔ شریعت میں اُمتیوں کو اس تقسیم کا کیا حق ہے؟ رَسُولِ خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت کی نماز میں فرق نہیں بتایا تو اُمتی کیوں بتائے؟

حضورؐ کا فعل ہاتھ باندھنے کے متعلق ملاحظہ ہو :

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهِ ط (بلوغ المرام بحوالہ ابن خزیمہ)

" وائل بن حجرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ۔ حضورؐ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور ہاتھ سینے پر باندھے "

اِس فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ساری اُمت کے مردوں ، اور عورتوں کے لیے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے کا حکم ملا ۔ اب فقہ کا دخل ملاحظہ ہو :

يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ (کتبِ فقہ)

مردوں کو نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں "

قارئینِ کرام! اوپر کی غیر مجروح حدیث کے خلاف حکم دیا کہ مرد ہاتھ زیرِ ناف باندھیں ، لیکن عورتوں کو حکم دیا : کہ وہ ہاتھوں کو سینے پر باندھیں ، زیرِ ناف نہ باندھیں ۔ یہ اختیار اُمتیوں کو کس نے دیا ؟ کہ نماز کا طریقہ مردوں کے لئے جُدا بنا دیا اور عورتوں کے لیے علیحدہ وضع کر لیا ۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ، سنت اور فرمان کے مطابق کیوں نہ مرد اور عورتیں سب کے سب مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائیں اور ہاتھوں کو سینے پر باندھیں ! ؎

فرو فالِ محمود سے درگذر
خودی کو نگاہ رکھ ایازی نہ کر

ایک وتر کا مسئلہ

رسولِ پاکؐ کا فرمان

وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْیَفْعَلْ
وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّوْتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ

(ابوداؤد - نسائی - ابن ماجہ)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - جو وتر تین رکعت پڑھنا چاہیے وہ تین رکعت پڑھے اور جو وتر ایک رکعت پڑھنا چاہیے وہ ایک رکعت پڑھ لے"

اَلْوِتْرُ رَکْعَۃٌ مِّنْ آخِرِ اللَّیْلِ ۔ (صحیح مسلم)

"حضورِ انور نے فرمایا : وتر ایک رکعت ہے آخر رات کو"

فقہ کا اختلاف

حضرتِ انورؐ کے فرمان سے وتر ایک رکعت بھی ثابت ہوا - پس ایک رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فقہ کے مطابق ایک رکعت نہیں پڑھ سکتے - حکم ہوتا ہے

اَلْوِتْرُ ثَلَاثُ رَکْعَاتٍ (ہدایہ باب الصلوٰۃ)

"وتر تین رکعت ہیں"

تمام حنفی بھائی وتر تین رکعت ہی پڑھیں گے ، کیا مجال جو کبھی ایک رکعت پڑھ جائیں - ایک وتر کی حدیث پر عمل کر جائیں ، تقلید جامد کرتے ہوئے ساری عمر تین ہی پڑھیں گے - سوال یہ ہے کہ ایک وتر کے فرمانِ رسول پر پابندی لگانے کا اُمتیوں کو کہاں سے حق حاصل ہو گیا - انہیں کہنا چاہیے تھا کہ جس کا دل چاہے وتر تین پڑھے چاہے ایک پڑھے ،

جلسۂ استراحت

فعل رسولؐ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ۔ (بخاری شریف)

"حضورؐ جب نماز کی پہلی یا تیسری رکعت سے اٹھتے تو (دوسرا سجدہ کرکے) پوری طرح آرام سے بیٹھ کر اٹھتے"

سمجھ گئے آپ کہ حضورؐ پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرا سجدہ کرکے، اچھی طرح بیٹھ کر اٹھتے تھے۔ اب فقہ کا حکم سنیئے:

فقہ کا اختلاف وَاسْتَوٰى قَائِمًا عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَقْعُدُ۔ (ہدایہ باب صفت الصلوٰۃ)

"اپنے پنجوں پر سیدھا کھڑا ہو جاتے اور بیٹھے نہیں"

تمام حنفی بھائی ہدایہ کا حکم بے دلیل مان کر ہرگز نہیں بیٹھتے۔ جلسۂ استراحت نہیں کرتے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کیوں نہیں مانتے، قول کے مقابل کیوں حدیث چھوڑ دیتے ہیں؟

مسلمان بھائیو! حضور پرنور کی حدیث پر عمل کرکے جلسۂ استراحت کیا کرو۔ ائمہ اربعہؒ نے بھی احادیث پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا ہوا ہے!

مسئلہ تیمم

حدیث میں ایک ضرب ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ ۔ (بخاری۔ مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (تیمم میں) اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر مارے۔ پھر پھونک کر اپنے چہرے پر ملے اور دونوں پہنچوں پر ملے۔"

حضورؐ کے فعل پاک سے تیمم میں ایک ضرب ثابت ہوئی لیکن فقہ میں ارشاد ہوتا ہے:

فقہ کا اختلاف

وَالتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ۔ (ھدایہ باب التیمم)

اور تیمم میں دو ضربیں ہیں۔"

حنفی بھائی بھول کر بھی ایک ضرب پر عمل نہیں کرتے ؎

آنکھوں سے حسرت کے فسانے آنسو بنکر ٹپکے ہیں
عمر ہماری منزل منزل اشک بداماں گزری ہے

پگڑی پر مسح

خاتم النبیین کا عمل

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِیَتِہٖ وَعَلَی الْعِمَامَۃِ وَعَلَی الْخُفَّیْنِ ط (صحیح مسلم)

"مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت[1] پیشانی (کے اوپر کے بالوں) پر

---

[1] ننگا سر ہو تو سارے سر کا مسح کرنا چاہیئے اس طرح کہ دونوں ہاتھ سر کے بالوں سے شروع کر کے آگے سے پیچھے کو لے جائیں۔ صحیح مسلم میں الی قفاہ: یعنی ہاتھوں کو سر کی گدی تک لے جانا بھی آیا ہے۔ پھر پیچھے سے واپس اسی جگہ لے آئیں جہاں سے شروع کیا تھا۔

اور پگڑی پر — اور موزوں پر مسح کیا"

فقہ کا اختلاف حدیث میں اوپر آ گیا کہ حضور ؐ نے پگڑی پر مسح کیا۔ لیکن حنفی مذہب پگڑی پر مسح کرنے سے روکتا ہے۔ حکم ہوتا ہے :

وَلَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَی الْعِمَامَۃِ ۔ (ھدایہ کتاب الطہارت)

"اور نہیں جائز مسح کرنا پگڑی پر"

حضور ؐ انور تو پگڑی پر مسح کریں لیکن فقہ کا فتوےٰ ہے کہ پگڑی پر مسح جائز نہیں ! یہ بلا دلیل لَا یَجُوْزُ کہنے والے کون ہیں ؟

شراب کا سرکہ بنانا

حدیث میں حُرمت عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ یُتَّخَذُ خَلًّا فَقَالَ لَا ۔ (مسلم)

"حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا شراب کا سرکہ بنا لیا جائے — آپ نے فرمایا : ہرگز نہیں "

فقہ کا اختلاف وَ اِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَآءٌ صَارَتْ خَلًّا بِنَفْسِھَا اَوْ بِشَیْءٍ یُطْرَحُ فِیْھَا وَ لَا یُکْرَہُ تَخْلِیْلُھَا ۔ (ہدایہ کتاب الاشربہ)

شراب کا جب سرکہ بن گیا تو شراب حلال ہو گیا۔ آپ ہی سرکہ بن جائے یا کسی چیز کے ملانے سے سرکہ بنا لیا جائے (حلال ہے) اور شراب کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوٰے دیں کہ شراب کا سرکہ بنانا ہرگز جائز نہیں لیکن حنفی مذہب کا فتوٰے ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے اب آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ حدیث کی مخالفت کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔
امام ابوحنیفہؒ کا مشہور فرمان ہے:

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ : "صحیح حدیث میرا مذہب ہے"

پس صحیح مسلم کی صحیح حدیث میں آگیا کہ شراب کا سرکہ بنانا ناجائز ہے۔ تو ہر حنفی بھائی کو اس حدیث کی رُو سے شراب کی تخلیل کو حرام سمجھنا چاہیئے

کُتّے کی خرید و فروخت

حدیث میں حرام

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَمَھْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْکَاھِنِ ط

(مشکوٰۃ کتاب البیوع بحوالہ بخاری۔ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی زنا کی اجرت اور کاہن[1] کے حلوا (شیرینی، اجرت) سے منع کیا ہے:

[1] حُلْوَانُ الْکَاھِنِ: کاہن کا حلوان۔ حلوان کے معنی اجرت کے ہیں اور حلوا یعنے شیرینی مٹھائی وغیرہ کے بھی ہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: حلوان الکاھن ــ حُلْوَان بضم حائے مہلہ وسکون لام مشتق از حلاوت بمعنی شیرینی واجرت کاہن (اشعۃ اللمعات جلد ثالث صفحہ ۵) یعنے حُلْوَان حلاوت سے مشتق ہے جس کے معنی شیرینی (حلوہ، مٹھائی وغیرہ) اور اُجرتِ کاہن کے ہیں۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں ہے

اس حدیث میں کتے کی خرید و فروخت سے حضورؐ نے منع کیا ہے۔ لیکن حنفی مذہب کا فتوے ملاحظہ ہو:

فقہ کا اختلاف

یَجُوْزُ بَیْعُ الْکَلْبِ۔ (ھدایہ کتاب البیوع)

کتے کی خرید و فروخت جائز ہے!

حنفی بھائیو! تقلید جامد چھوڑ دو اور دلیل (حدیث) کی روشنی میں کتے کی خرید و فروخت کو ناجائز مان لو کہ اتباعِ رسولؐ کی قرآن میں تاکید آئی ہے۔

متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتدا

حدیث میں جواز

عَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَاْتِیْ قَوْمَہٗ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز (عشاء) پڑھتے تھے۔ پھر اپنی قوم کے پاس جاکر ان کی امامت کراتے۔"

اِس سے ثابت ہوا کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے گویا یہ اُمت کے لیے آسانی ہے۔ لیکن حنفی مذہب کا فتوے اس کے خلاف ہے۔ دیکھیے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کاہن اس کو کہتے ہیں کہ جو خبر دے اس چیز کی جو زمانِ آئندہ میں ہوگی، اور جو کوئی خبر دینے پر مٹھائی یا کپڑا یا نقدی دیوے، ان سب کو عربی میں حلوان کہتے ہیں اور حلوان کے معنی شیرینی (مظاہر حق جلد سوم صلالا) مولانا حافظ محمدؒ حلوان الکاہن کے معنی لکھتے ہیں شیرینی کاہن (زینت الاسلام حصہ دوم صلا)

فقہ کا اختلاف

وَلَا يُصَلِّي الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ۔
(کتب فقہ)

"اور فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔"

غور فرمائیں کہ حدیث میں نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ معاذ رضؓ متنفّل، مفترضوں کی امامت کراتے ہیں اور حضورؐ منع نہیں فرماتے، لیکن حنفی مذہب بنانے والے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں —— فرض پڑھنے والوں کو نفل پڑھنے والے کی اقتداء سے روکتے ہیں، آخر کیوں؟ حنفی بھائیو! غور کرو! کیا یہ حدیث کا مقابلہ نہیں ہے؟ ؎

قلندرانِ طریقت بہ نیم جو نخرند!
قبائے اطلسِ آنکس کہ از ہنر عاریست

ارکانِ نماز کی اہمیّت

حدیث میں ارکان کی فرضیت

مشکوٰۃ میں صحیح بخاری کے حوالہ سے حدیث موجود ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کے سامنے تین چار بار نماز پڑھی۔ آپ نے ہر بار اسے فرمایا:- اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔" آخر اس نے عرض کیا: حضور مجھے نماز سکھاؤ، پھر آپ نے اس کی وہ غلطیاں بتائیں جنکے سبب نماز نہیں ہوتی تھی۔ سنوار کر

وضو کرنے، قبلہ رُخ کھڑے ہو کر، تکبیر کہہ کر، قرأت پڑھنے کی ہدایت کے بعد فرمایا:

ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا - پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے رکوع کرے تو ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا - پھر اٹھا (سر) یہاں تک کر سیدھا کھڑا ہو تو (قومہ میں) ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے سجدہ کرے تو ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا - پھر اٹھا (سر) یہاں تک کہ اطمینانِ خاطر سے بیٹھے تو (جلسہ میں) ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا - پھر سجدہ کر یہانتک کہ اطمینانِ خاطر سے سجدہ کرے تو "

حضرت انورؐ نے جو اس شخص کو بار بار نماز لوٹانے کا حکم دیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جلدی جلدی رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کرتا تھا بغیر اطمینان کے ارکان سے گزرتا تھا۔ (جسطرح آجکل عام نمازی بڑی پھرتی سے نماز پڑھتے ہیں، جلدی جلدی ٹھونگیں مارتے ہیں) حضورؐ نے اس کو تاکید کی کہ وہ بڑے آرام سے رکوع کرے، پھر آرام سے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ یعنی بڑے آرام و اطمینان سے قومہ بجا لائے — پھر آرام سے سجدہ کرے۔ پھر بڑے اطمینان سے جلسہ کرے یعنی سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھے۔ پھر دوسرا سجدہ آرام سے کرے۔"

حضورؐ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ نماز کے فرض اور رکن ہیں۔ ان کی طمانیت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اب فقہ میں ان ارکان کے متعلق حکم ملاحظہ ہو۔

فقہ میں اختلاف | أَمَّا الْاِسْتِوَاءُ قَائِمًا فَلَيْسَ بِفَرْضٍ (ہدایہ)

"رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں"

كَذَا لْجَلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (ہدایہ)

"اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) بھی فرض نہیں۔"

وَالطُّمَانِيْنَةُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ (ہدایہ)

"اور رکوع اور سجدہ بھی اطمینان سے کرنا فرض نہیں، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے"

غور کیا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ (کہ قومہ فرض ہے) لیکن بقولِ صاحب ہدایہ، امام ابوحنیفہؒ کہیں کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔ حضورِ انور فرمائیں بڑے اطمینان سے رکوع کرو اور بڑے اطمینان سے سجدہ کرو (کہ رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض ہے) لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہؒ کہیں رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض نہیں۔ حضور انورؐ حکم دیں: کہ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھو (کہ جلسہ فرض ہے)، بقول صاحب

لہ ہم نہیں کہتے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے مخالف تھے۔ یہ مقابلے حدیثوں کے، تقلید کے دلدادے ہی ان سے کروا رہے ہیں، احادیث کے خلاف مسائل گھڑ کر احناف ہی امام صاحبؒ کے ذمہ لگا رہے ہیں، ہمارے نزدیک امام صاحب حدیث کے فدائی اور شیدائی تھے۔ جب ہی تو انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسے دیوار پر پٹک دو۔ اور فرمایا: میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔ (رحمتہ اللہ علیہ)

ہدایہ امام ابوحنیفہ رح کہیں: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یعنی جلسہ فرض نہیں۔

حنفی بھائیوں کیلئے لمحہ فکریہ

برادرانِ احناف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور آپ کی اطاعت کی فرضیت کو سامنے رکھ کر جواب دیں کہ آپ نے حضرتِ انور کے حکم (اطمینان سے قومہ کرنا) کو ترک کر کے امام کے حکم (قومہ فرض نہیں) کو مان کر قومہ کی طمانیت ترک کر دی ہے۔ یعنی رکوع کے بعد آرام سے کھڑا ہونا چھوڑ رکھا ہے۔ بلکہ قومہ میں حضور کی دعا: حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ بھی نہیں پڑھتے۔ یہاں تک کہ اکثر تو صرف اشارہ کر کے سجدہ میں چلے جاتے ہیں، اور اسی طرح حضور کے حکم (رکوع اور سجدہ کی طمانیت) کو ترک کر کے امام کے حکم (رکوع اور سجدہ میں طمانیت فرض نہیں) کو مان کر رکوع اور سجدہ آرام سے نہیں کرتے، اور حضورِ اکرم کے حکم (اطمینان سے جلسہ کرنا) کو ترک کر کے امام کے حکم (جلسہ فرض نہیں) کو تسلیم کر کے دو سجدوں کے درمیان آرام سے نہیں بیٹھتے بلکہ حضور کی فرمودہ دعا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ بھی نہیں پڑھتے۔ حالانکہ حضور انور نے ان ارکان میں کوتاہی کرنے والے نمازی کو فرمایا تھا: فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ: تو نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ پھر آپ حضرات نے ارکان اربعہ کی فرضیت کو ترک کر کے مقابلہ میں قولِ امام پر عمل کر رکھا ہے۔ کل قیامت کو جب خدا نے پوچھا کہ تم نے نماز کس کے طریقے پر پڑھی؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ پیارے بھائیو! یاد رکھو! خدا تعالیٰ اسی عمل

کو قبول کرے گا جو سنت کے مطابق، فرمودۂ رسولؐ کے موافق ہوگا، اور جو ارشاد سید المرسلینؐ سے بے اعتنائی برت کر کیا ہوگا، وہ ہرگز بار آور نہیں ہوگا۔ اس کا کچھ اجر نہیں ملے گا۔ نماز کے متعلق حضور نے فرمایا ہے؛ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ (بخاری شریف)

"پڑھو نماز (ہوبہو) جسطرح میں پڑھتا ہوں"

پس آپ حضورؐ کے فرمان کے مطابق نماز کے ارکان اربعہ کو فرض جان کر بڑے آرام و اطمینان سے ادا کریں اور جو اقوال حدیثِ پاک کے مطابق نہ ہوں، انھیں ترک کر دیں کہ رحمتِ عالمؐ کی محبت اور اطاعت کا یہی تقاضا ہے سہ

از پیامِ مصطفےٰ آگاہ شو!
فارغ از اربابِ دون اللہ شو!

جماعت کھڑی ہونے پر سنتیں پڑھنا

ممانعتِ رسولؐ

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ (صحیح مسلم)

حضرت ابی ہریرۃ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرض نماز (کی جماعت) کھڑی ہوجائے تو اس فرض نماز کے سوا اور نماز (یا سنت) نہیں ہوتی۔"

حدیث بالا سے ثابت ہوگیا کہ جب فرض کی جماعت کھڑی ہو جائے تو

پاس کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے - وہ نماز ہوگی ہی نہیں، لیکن فقہ کا حکم ہے پڑھ لو ۔ فتوے ملاحظہ ہو :

فقہ کا اختلاف

مَنِ انْتَهٰى اِلَى الْاِمَامِ فِىْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَهُوَ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ اِنْ خَشِىَ اَنْ تَفُوْتَهٗ رَكْعَةٌ وَيُدْرِكَ الْاُخْرٰى يُصَلِّىْ رَكْعَتَىِ الْفَجْرِ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ ۔ (ہدایہ)

"صبح کی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو جو شخص امام کے پاس پہنچے اور اس نے دو رکعت سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ ڈرے کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی، اور دوسری رکعت سے پالے گا، تو اسے (امام سے ہٹ کر) مسجد کے دروازے کے پاس دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے ۔"

غور کریں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جماعت کے ہوتے پاس کوئی نماز پڑھنی، منع کرتے ہیں: لَا صَلٰوةَ فرماتے ہیں کہ نماز ہوتی ہی نہیں لیکن فقہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک رکعت فرض مل جانے کی امید ہو تو پاس سنتیں پڑھ لو ۔ سنتیں ضرور پڑھ لو خواہ فرضوں کی ایک رکعت جاتی رہے !

آج سارے ملک کے اندر حنفی صبح کی جماعت کے ہوتے ہوئے پاس سنتیں پڑھتے ہیں ۔ حضورؐ کی حدیث سنائیں کہ فرض نماز کے ہوتے ہوئے پاس نماز پڑھنی منع ہے تو کوئی پروا نہیں کرتے اور فقہ کے حکم سے جماعت کے پاس سنتیں پڑھے جاتے ہیں گویا تقلید جامد کی ظلمت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کیئے جاتے ہیں ۔

حنفی بھائیو! خدا کا خوف کرو، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو دبا کر امام کے قول کو غالب کر کے سنتیں پڑھتے ہو۔ قیامت کے روز حدیث کے خلاف، احکامِ فقہ پر آپ کے اعمال جب خدا کے سامنے پیش ہوئے تو خدا اُن کا کیونکر اجر دے گا؟ رحمتِ عالمؐ ناراض ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ کہیں گے: خداوندا! میں کوئی کتاب اپنے اقوال کی لکھ کر اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گیا تھا کہ لوگ ان پر عمل کریں اور حنفی مذہب بنا لیں۔ اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔" پھر جن لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے امامِ اعظم بنا کر میری تقلید شروع کی اور خود خلافِ احادیث اقوال کا طومار گھڑ کر میرے ذمہ لگایا۔ آج ان کو پکڑئیے — میں بری الذمہ ہوں —

حدیث کو دانستہ چھوڑ کر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے (فرضی) اقوال پر چلنے والوں کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے دانستہ حدیث کے خلاف حکم دیا ہو؟ یہ خلافِ حدیث اقوال اور مغائرِ دین طومار بعد کے لوگوں کا گھڑا ہوا ہے، اس پر اندھا دھند نہ چلیں۔ جو باتیں حدیث کے مطابق ہوں وہ لے لیں اور جو خلاف ہوں وہ چھوڑ دیں۔ حدیث کے خلاف کسی کی بات مت مانیں، کسی کے قول پر مت چلیں۔ تحقیق کی روشنی میں عمل کریں اور یہ نہ کہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں، ہمارے مولوی صاحب یوں فرماتے ہیں۔ بلکہ حدیث کی دلیل کے ساتھ سب کا فرمان سر آنکھوں پر رکھیں: کہ سلامتی اسی میں ہے۔

حلالہ کی لعنت

حلالہ کرنے والا ملعون ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔ (دارمی۔ ابن ماجہ)

عبداللہ بن مسعود رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی حلالہ کرنے والے پر، اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے"۔

جس عورت کو باقاعدہ تین طلاقیں دے دی جائیں وہ عورت اب طلاق دہندہ کے ساتھ رجوع نہیں کر سکتی۔ نکاح بھی نہیں کر سکتی، ہاں عدت کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کرے، وہ شخص چھ مہینے، سال دو سال چار سال کے بعد کسی وجہ سے طلاق دے دے جیسے پہلے نے دی تھی یا مر جائے تو اب یہ عورت عدت گزار کر اگر چاہے تو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ اس عورت پر کوئی زور نہیں، دباؤ نہیں — پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کی یہ جائز صورت ہے۔

اس کے سوا ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے جس کو حلالہ کہتے ہیں۔ اس کی یہ صورت ہے کہ طلاق والی عورت کے ساتھ ایک شخص کا ایک رات کے لیے اس شرط پر نکاح کر دیتے ہیں کہ وہ صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دیگا۔ تاکہ تین طلاق بیکبارگی دینے والے کے لیے یہ عورت حلال ہو جائے۔ ایسا حلالہ کرنے کا فعل کرنے والے اور کرانے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون فرمایا ہے۔

حلالہ کرنے والا اُسے کہتے ہیں جو اس نیت سے عورت سے ایک رات کے لیے نکاح کرے کہ وہ اس سے صحبت کر کے دوسرے دن طلاق دے کر پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے گا۔

یاد رہے کہ دینِ اللہ نے اتارا ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے یا اللہ کے حکم اور وحی سے اس کے رسولؐ کا منصب ہے کہ کسی کام کو حلال کرے یا حرام کرے۔ کسی اُمتی کے لئے ہرگز یہ اجازت نہیں ہو سکتی کہ دینِ اسلام میں کسی امر کو حرام کرے یا حلال کرے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

"پکڑا انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب اللہ کے سوا۔"

جب حضرت عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ آیت کا مطلب پوچھا کہ عیسائیوں نے اپنے علماء و مشائخ کو کیوں کر رب بنایا تھا۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب وہ (علماء و مشائخ) لوگوں کے لیے کسی چیز کو (بلا دلیل صرف اپنی رائے سے) حلال کر دیتے تھے تو لوگ حلال جان لیتے تھے اور جب وہ ان کے لیے کسی چیز کو (بلا دلیل صرف اپنی رائے سے) حرام کر دیتے تھے تو لوگ حرام مان لیتے تھے۔" (ترمذی شریف)

یہود و نصاریٰ کا اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنانے کا یہ مطلب ہوا کہ لوگ ان کے حلال کردہ یا حرام کردہ امور کو

مان لیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی مرضی سے چیزوں کو حلال یا حرام کرنا بڑا جرم ہے!

کسی کی جوان لڑکی کو جو مرد بار بار دیکھے یا گلی کوچہ میں اسے دیکھنے کے لئے بار بار جائے تو لوگ اس کو بے حیا اور بدمعاش کہیں گے، اور اگر وہ باز نہ آئے تو شاید جوتے بھی کھائے گا۔ لیکن جب والدین اللہ کے حکم اور رسولِ رحمت کی سنت کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کرتے ہیں تو خوشی خوشی اپنی لڑکی کو ایک مرد (جو پہلے غیر محرم اور اجنبی تھا) کے حوالے کر دیتے ہیں، اب اس مرد اور عورت کا آپس میں ملنا جلنا سب کچھ نیکی اور ثواب بن جاتا ہے — کیوں؟ اس لیے کہ یہ اللہ کے حکم اور اسکے سچے رسول کی سنت کے ماتحت ہوا ہے۔ دیکھا وہی کام جو پہلے خدا کی نافرمانی کے سبب بے حیائی اور بدمعاشی تھا — اب خدا کی اطاعت اور رسولِ رحمت کی سنت کے اوپر عمل کرنے سے نیکی، پرہیزگاری اور معاشرے کی نیک نامی کا موجب بن گیا ہے۔ پس کسی امر کو حلال یا حرام بنانا خدا اور اس کے رسول کا کام ہے، کسی اور کا نہیں!

حلالہ بھی ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے کہ بیک بارگی تین طلاق دینے والا اگر پھر اس مطلقہ کو بیوی بنانا چاہے تو ایک شب کیلئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دیتا ہے۔ اس غرض سے کہ وہ اس کو خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دے کر پہلے خاوند کے لئے حلال کرے۔ یہ فعل سراسر فرمانِ رسولؐ کے خلاف اور حیاء کے سخت منافی ہے۔ اسی لیے تو حضورؐ نے محلّل اور محلّل لہٗ کو ملعون فرمایا ہے۔

لیکن بعض اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں جو کہتے ہیں :

فَإِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ وَطْئِهَا حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ۔ (ہدایہ)

" پھر اگر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائیگی "

حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَہٗ ۔ کہ حلالہ کرنے والا اور جسکے لیے حلالہ کیا جائے ، دونوں ملعون ہیں "۔ (دارمی - ابن ماجہ)

اسلام دنیا میں رحمت کا پیام ہے ۔ اسلام جنکے اوپر خدا کی طرف سے نازل ہوا ، وہ رحمۃ للعالمینؐ ہیں : صلے اللہ علیہ وسلم ۔ دیکھئے! خدا تعالےٰ نے قرآن میں طلاق دینے کا طریقہ (اشد ضرورت کے وقت) یہ بتایا ہے کہ یکے بعد دیگرے تین طلاقیں تین مہینوں میں دو ، اور پہلی دو طلاقوں میں رجوع کا موقع دیا ہے ۔ اگر دو ماہ میں رجوع نہیں ہوا تو پھر تیسرے ماہ تیسری طلاق دینے سے عورت کا تعلق پورے طور پر ختم کر دیا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے یکبارگی تین طلاق دینے کو قرآن کے ساتھ استہزا فرمایا ہے اور اس کام پر غضبناک ہوتے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف)

پھر اگر کوئی نادانی سے بیک وقت تین طلاق دے دے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا ہے

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ۔" (صحیح بخاری)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، اور حضرت ابوبکرؓ کی پوری خلافت میں، اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دو برس میں (بیکبارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔"

غور فرمائیں! کہ بیک بارگی تین طلاقیں جب ایک طلاق کے حکم میں ہیں اور پھر بہ آسانی نبیٔ رحمتؐ کے حکم سے رجوع ہو سکتا ہے تو پھر اس حلالہ کے ایجاد کرنے کی کیا ضرورت رہی!

پھر سنیں! — کہ کسی شخص کے کہنے پر اس ایجادی حلالہ کے نزدیک نہ پھٹکیں۔ حضور انورؐ نے لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ فرمایا ہے کہ حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے ۔ دونوں ملعون ہیں۔ (ابن ماجہ)

ہمارے پاس آج تک چالیس سے زیادہ ایسے اشخاص آچکے ہیں۔ جنھوں نے کہا کہ وہ بیکبارگی تین طلاق دے چکے ہیں اور اب رجوع کرنا چاہتے ہیں، لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ حلالہ کرو پھر نکاح کرو! لیکن ان کی ضمیر اس قابلِ شرم حلالہ کی اجازت نہیں دیتی۔

ہم نے ان کو رسولِ رحمتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پناہ دی۔ تین طلاقوں کو ایک رجعی قرار دیکر ان کے اجڑے گھروں کو بسایا — اور وہ اسلام کی خوبیوں کا گن گاتے اور نبیٔ رحمتؐ کے لئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہتے ہوئے خوش و خرم ہیں۔

بھائیو! ہم اسی لئے بار بار عرض کرتے ہیں کہ جامد تقلید چھوڑ

دو اور امتیوں کی مفروضہ باتیں مانو جو حدیث کے مطابق ہوں اور جو نہ ہوں وہ چھوڑ دو۔ اب تھوک دو اس ملالہ کو اور توبہ کرو اس طومار سے جو احادیث سیدالکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ تحقیق کے اجالے میں آؤ اور شاہراہِ ہادیٔ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر چل کر قبولِ رسالت کی ذمہ داریاں پوری کرو ؎

بادہ و خونِ جگر بیک کس نہ دہند
کہ بیک دست محال است دو ساغر گیرند

حدیث کے موافق فقہ سر آنکھوں پر

یہ جو حدیث سے مختلف فقہ کے مسائل آپ نے اوپر ملاحظہ کئے ہیں، مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ کتبِ فقہ کی چھان بین سے سینکڑوں ایسے مسائل و احکام اور دکھائے جا سکتے ہیں جو احادیثِ نبویؐ کے خلاف ہیں۔ پھر ہمیں چاہیئے کہ کتبِ فقہ کو قرآن اور حدیث کا درجہ نہ دیں۔ بلکہ ان کتابوں کے وہ مسائل قبول نہ کریں جو تاجدارِ عالمِ بطحا کی سنتوں اور حدیثوں کے برعکس ہیں اور جو مندرجات حضرت خیرالوریٰ کے فرمودوں کے موافق اور مؤید ہیں انہیں سر آنکھوں پر رکھیں ـــــ اور یہی تحقیقی اور تنقیدی اصول رجالِ امت کی تصنیفوں، تالیفوں، تدوینوں، قیاسوں اور اجتہادوں میں کارفرما رہے کیونکہ سوائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی امت میں تنقید سے بالاتر نہیں ہے۔

کوئی بھی غیر نبی معصوم عن الخطأ نہیں!

حاشا وکلا — ہمیں کتب فقہ یا ان کے مصنفین ومجتہدین کے ساتھ کوئی بغض وعناد نہیں۔ ہم ائمہ دین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے لئے خدا سے رحمتیں مانگتے ہیں۔ ہاں ہم ان کو رحمتِ عالمؐ کی عصمت میں شریک کرنے کو تیار نہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نہیں دیتے۔ وحی کا محل نہیں سمجھتے، بھول چوک سے معصوم و پاک تصور نہیں کرتے۔ ان کے اقوال و افعال اور اجتہاد وقیاس کو آنکھیں بند کر کے بغیر تحقیق کے ماننے کو تیار نہیں۔ انہیں احادیث وسنن کی روشنی میں لائے بغیر قبول کرنا گوارا نہیں کرتے کہ صرف پیغمبرؐ معصوم کی ذات ہی حجت فی الدین ہے۔ ان کے قول و فعل کو ہی بلا چون و چرا ماننے کا حکم ہے۔

فیصلہ رسولؐ سے اعراض کا نتیجہ

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان (منافق مسلمان) کے درمیان جھگڑا ہو گیا، مسلمان نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلو کہ وہ یہودی عالم ہے ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ یہودی نے کہا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چل کر فیصلہ کرا لیتے ہیں۔

بالآخر دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے: فقضی للیھودی — حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے (بیان سنکر) یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ فلم یرض المنافق، لیکن منافق حضورؐ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا، اور کہنے لگا کہ حضرت عمرؓ کے پاس چلو، پھر وہ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے۔ یہودی نے سارا حال کہہ سنایا، اور

بتا دیا کہ ہم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیصلہ لے آئے ہیں ۔ حضورؐ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے اس مسلمان (منافق) سے دریافت کیا کہ کیا یہودی ٹھیک کہتا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ٹھیک کہتا ہے ۔ فَقَتَلَهُ : پھر حضرت عمرؓ نے اس مسلمان (منافق) کو قتل کر دیا اور فرمایا :

هٰذَا قَضَاءُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : یہی فیصلہ ہے اس شخص کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ (حدیث) پر رضامند نہیں ۔

حضرت عمرؓ پر خون کا دعوٰے :

پھر اس مقتول کے وارثوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حضرت عمرؓ پر خون کا دعوٰے دائر کر دیا کہ عمرؓ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے ۔ اب حضور انور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضی ہیں ۔ ایک طرف عدالت کے اندر مدعی (مقتول کے وارث) ہیں ۔ دوسری طرف مدعیٰ علیہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ، اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آ گئے :

حدیث چھوڑ کر قولِ اُمتی کی طرف آنا منافقت ہے :

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ (پ ۵ ع ۶)

اور جب کہا جاتا ہے ان (نام کے مسلمانوں منافقوں کو کہ فیصلہ کے لیے) آؤ

طرف اس چیز کے جو اتاری ہے اللہ نے (یعنی قرآن)، اور طرف
رسولؐ کے (یعنی حدیث کے)، تو دیکھتا ہے تو ان (منافقوں) کو
کہ تجھ سے ہٹ ہٹ رہتے ہیں یعنی تجھ سے بچتے رکتے ہیں۔"

مقتول کے وارثوں کا دعوے تھا کہ عمرؓ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ خدا نے فرمایا کہ مقتول مسلمان نہیں، منافق ہے اور اس کا نفاق یہ تھا کہ اس نے اپنے لئے ؛ مَا اَنْزَلَ اللّٰہ : قرآن اور الرَّسُوْل — حدیث کو کافی نہیں جانا — فیصلہ رسولؐ سے اعراض کیا۔ حدیث سے پیچھے ہٹ گیا۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ اس آیت میں حضرت الرسولؐ کے حکم سے منہ موڑنے والے کو خدا نے منافق کہا ہے۔ اس کے اسلام سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ مقتول نماز بھی پڑھتا تھا، بظاہر روزے بھی رکھتا تھا اور عام مسلمانوں کی طرح مسلمان کہلاتا تھا۔ وہ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہوا۔ اس نے حضورؐ کی حدیث کو پرے ہٹایا حدیث چھوڑ کر امتی کے قول کیطرف رُخ کیا۔ اس پر خدا نے اسے منافق کہا گویا خدا نے یہ فیصلہ دیا کہ عمرؓ نے مسلمان کو نہیں مارا بلکہ ایک منافق کو قتل کیا ہے، اسکا خون ہدر قرار دیا۔

پھر خون کا دعوے کرنے والوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوا :

فَکَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ثُمَّ جَآءُوْکَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا ۝ (پ۵ ع ۶)

پھر کیا ہوا جب پہنچی ان کو مصیبت اپنے کرتوت کی وجہ سے :
(کہ فیصلہ رسولؐ نہ مانا)، پھر آتے ہیں تیرے پاس قسمیں کھاتے
ہوئے کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی!"

یعنی مقتول کے وارث حضورؐ سے کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے حکم کی اپیل لے کر نہیں گئے تھے۔ بلکہ اس خیال سے گئے تھے کہ حضرت عمرؓ ہم سب کی آپس میں صلح کرا دیں گے۔ خدا نے ارشاد فرمایا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ق فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ○ (پ ۵ ع ۶)

"یہ لوگ (منافق) ہیں۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ جو (نفاق) ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ پھر منہ پھیرلے ان سے (اے پیغمبرؐ) اور نصیحت کر ان کو (کہ نفاق چھوڑ دو) اور کہہ ان سے ان کے حق میں بات اثر کرنے والی"

حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کرنیوالے

یعنی یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس صرف صلح سلوک اور میل ملاپ کی خاطر گئے تھے، جھوٹ کہتے تھے۔ یہ منافق ہیں، بے ایمان ہیں، دراصل انہیں (اے میرے پیارے رسول) تیرا فیصلہ پسند نہ آیا، تیرا فرمان نہ بھایا۔ انہوں نے تیرے ارشاد سے منہ موڑا، حدیث چھوڑ کر قول پر عمل کرنے لگے تھے۔ خدا ان کی منافقت کو خوب جانتا ہے۔ عمرؓ پر ان کا دعوے، استغاثہ نہیں چل سکتا، ان سے منہ پھیر لے، ان کو اپنی عدالت سے نکال دے کہ تیری حدیث کو رد کرنے والے ہیں۔ دُور کر دے ان کو، کہ تیرے ارشاد پر ناخوش ہیں، دفع کر انہیں اپنے حضور سے کہ مسلمان کہلا کر تیرا حکم ٹالنے والے ہیں۔ حدیثؐ کی موجودگی میں عمرؓ کا قول چاہتے ہیں: يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا: تیرے فیصلے سے رُک رُک

رہتے ہیں۔ ہاں، ہاں! یہ منافق ہیں۔ بے ایمان ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ط

حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (پ۵ ع۶)

"پس قسم ہے تیرے رب کی (اے پیارے رسول) نہیں ایمان لائیں گے یہاں تک کہ حاکم بنائیں تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں، پھر تیرے فیصلے سے اپنے جیوں میں (کچھ بھی)، تنگی نہ پائیں اور دل و جان سے مان لیں؟"

یعنی یہ کلمہ پڑھنے والے، مسلمانی کا دعوےٰ کرنے والے: نمازی، حاجی، زکوٰتی، روزہ دار، تہجد گزار، پرہیزگار، اپنے دین و دنیا کے تنازعوں، مسائل کے جھگڑوں میں جب تک تجھے اپنا حکم، منصف اور قاضی نہ بنائیں گے — تیرے حکم، فیصلے، سنت اور حدیث سے اپنے اختلافات ختم نہ کریں گے — تیرے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کریں گے، ہرگز مومن نہ بنیں گے۔ مسلمان نہ ہوں گے، چاہے ہزار بار کہیں: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اگر سنت سے سرکیں گے، اعراض کریں گے — حدیث کے مقابلہ میں امتیوں کے اقوال چاہیں گے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ — مجھے تیرے رب ہونے کی قسم! یہ مسلمان نہیں!

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ کا اِنتباہ

مسلمانوں کو یہ پڑھ کر لرز جانا چاہیئے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا حکم سنکر، پھر حضرت عمرؓ کے قول کیطرف رجوع کرنے پر خدا نے ان کو منافق کہا اور حضرت عمرؓ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قول پر عمل کرنے کے خواہشمند کو موت کے گھاٹ اتار دیا، غور فرمائیں کہ حضورؐ کا فیصلہ حدیث ہی تھا نا! — اس کے بعد حضرت عمرؓ سے فیصلہ چاہنا، حدیث چھوڑ کر امتی کے قول پر عمل کرنا ہی ہوا۔ پھر ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا؟ جو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں چھوڑ کر مقابلہ میں اقوالِ رجال پر عمل کرتے ہیں۔ فیصلہ رسولؐ ترک کر کے دانستہ امام کے قول کو اپناتے ہیں — کیا اِس صورتِ حال پر یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا کی زد نہیں پڑتی۔ اس خرمن عمل کو فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ کی بجلی جلا کر راکھ سیاہ نہیں کر دیتی ؎

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر!
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحبؒ کا مختصر حال

حضرت امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت خلیفہ عبدالملک بن مروان بن الحکم کا عہد تھا۔ آپ کے دادا زوطی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں اسلام قبول کیا۔ آپ کے والد ثابت اِسلام میں پیدا ہوئے۔

آپ نساج تھے[1] (رحمۃ اللہ علیہ) ریشمی پارچہ بافی کا بہت بڑا کارخانہ آپ کے گھر میں تھا اور پشت ہا پشت سے کپڑے کی تجارت کا یہ کام آپ کے خاندان میں ہوتا چلا آتا تھا۔ شروع شروع میں آپ بھی اپنے آبائی پیشے میں مصروف رہے۔ حلال کی روزی کما کر کھانی آپ کی گھٹی میں تھی مشکوک لقمہ تک آپ کے پیٹ میں نہیں گیا۔

تعلیم کا دور

خدا تعالےٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہے تو اس کی طبیعت میں اسکا رُجحان و میلان پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کی طبیعت نے یک لخت پلٹا کھایا اور آپ تحصیلِ علم کیطرف مائل ہو گئے۔ حافظہ بلا کا تھا۔ طبیعت علم کو ایسے جذب کرتی گئی جیسے آگ پانی کو اصل بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور اس کا فضل آپ کے شامل حال تھا اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے زمانے کا مجتہد بنائے۔

آپ کی پیدائش کے ایام میں کئی اصحاب زندہ تھے: حضرت انسؓ بن مالک بصرہ میں، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفہ میں، سہل بن ساعدیؓ مدینہ میں، اور ابوطفیل رضؓ مکہ میں موجود تھے۔ آپ نے ان صحابہ[2] سے

---

[1] حضور انورؐ فرماتے ہیں۔ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَّاکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ (بخاری)

نہیں کھایا کسی نے کوئی کھانا بہتر اس سے کہ کھاتے اپنے ہاتھ کے کسب سے۔ اور تحقیق اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کھاتے تھے اپنے ہاتھوں کے عمل سے" حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے لوہے کی زرہ بنا کر بیچتے تھے اور یہ کمائی کھاتے تھے۔ معلوم ہوا دستکاری انبیاء کی سنت ہے۔

[2] امام اعظمؒ نے کسی صحابی سے کوئی روایت نہیں لی۔ غور کریں کہ حضرت (بقیہ ص۲۷۷ پر)

کوئی روایت نہیں لی۔ جب آپ کا توسنِ ذوق تحصیلِ علم کے صحرا میں دوڑنے لگا تو اس وقت تمام صحابہ رضی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، اس لیے آپ کا علم تابعینؒ کا مرہونِ منت ہے۔ آپ نے فقہ کا علم حماد بن ابی سلیمانؒ سے حاصل کیا اور حدیث عطاء بن ابی رباحؒ، ابو اسحاقؒ، محمد بن منکدرؒ

حاشیہ صفحہ گذشتہ: عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کوفہ میں وہ آخری صحابی ہیں جو ۸۷ھ میں فوت ہوئے، رضی اللہ عنہ اور امام صاحبؒ ۸۰ھ کو پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ ان سے پڑھنے یا روایت لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور حضورؐ کے تمام صحابہؓ میں سب سے آخری صحابی حضرت ابوطفیلؓ ہیں جو مکہ شریف میں ۱۱۰ھ میں بہشت کو سدھارے۔ ان سے حدیث سننا تو درکنار، حضرت امام صاحب کی ان سے ملاقات تک نہ ہوئی۔ حضرت علامہ شبلیؒ سیرت النعمان میں صاف لکھتے ہیں۔ صاف بات یہ ہے کہ امامؒ نے صحابہ سے ایک روایت بھی کی ہوتی تو سب سے پہلے تلامذہ خاص اس کو شہرت دیتے۔" ایسا ہی تاریخ ابن خلکان میں بھی ہے کہ امام صاحب کی نہ کسی صحابی سے ملاقات ہوئی اور نہ کسی صحابی سے روایت ہی کی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی بزرگی، تقویٰ، علم و فضل اور جلالت شان اپنی جگہ پر درست اور مسلم ہے لیکن خواہ مخواہ عقیدت کی رو میں بہہ کر خلافِ واقعہ باتیں ان کے حق میں گھڑ کر فرضی مرتبے قائم کرنا درست نہیں یہ بات بھی آپ کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو دیکھ کر ان کے حق میں دعا کی تھی حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت علیؓ ۴۰ھ میں فوت ہوئے اور امام صاحبؒ ان کی وفات کے چالیس سال بعد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ افسوس! خوش فہم لوگ بزرگوں کی فرضی شان قائم کرنے کے لئے کیسے کیسے افسانے تراشتے ہیں۔

ہشام بن عروہؒ، نافع مولا ابن عمر وغیرہم سے سماعت کی، امام مالکؒ سے بھی آپ کی سماعتِ حدیث ثابت ہے۔

آپ کی طبیعت کی صفائی، پاکیزگی اور ذہن کی رسائی مشہور تھی، دماغ بڑا موزوں، حافظہ بلا کا اور قوتِ استدلالی بہت زبردست تھی ـــ تائیدِ ایزدی سے آپ علم کی معراج کو پہنچ گئے۔ آپ کے ہمعصر لاینحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ آپ کے شاگرد امامتِ علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے، جن میں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفر بہت مشہور ہیں۔

پسندیدہ اخلاق آپ بڑے عابد، زاہد، خدا ترس، متقی، پرہیزگار تھے۔ دل ہر وقت خوفِ الٰہی سے لبریز رہتا تھا۔ اللہ کے حضور تضرع کرتے رہتے اور بہت کم بولتے تھے۔ بڑے سلیم الطبع، بلند اخلاق، پسندیدہ طبیعت، منکسر مزاج، ملنسار، بردبار، عالم باعمل اور فرشتہ خصلت انسان تھے۔ تقویٰ اور خوفِ خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دیانت آپ کی مسلم تھی۔

زہد و تقویٰ دنیا آپ کے پیچھے پڑی لیکن آپ دنیا سے ہمیشہ بھاگا کئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور آپ کو کوفہ سے بغداد لے گیا اور وہاں لے جا کر آپ کے سامنے قضاۃ پیش کی۔ آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، حتےٰ کہ قاضی نہ بننے پر قسم کھا لی۔ خلیفہ منصور نے بھی کہا کہ بخدا آپ کو قاضی بنا کے چھوڑوں گا۔

اسی سلسلہ میں خلیفہ کے دربان ربیع بن یونس نے کہا: نعمان بن

ثابت سوچئے! امیرالمومنین نے آپ کو عہدہ دینے کی قسم کھا لی ہے ۔۔۔ آپ نے جواب دیا: ربیع بن یونس! سنو خلیفہ اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے یہ سنکر آپ کو قید کر دیا۔ بار بار آپ کے آگے قضاۃ پیش کی۔ ہر بار آپ نے انکار ہی کیا، اور خلیفہ کو فرمایا: خدا سے ڈر! اور یہ قضاۃ کی امانت کسی اہل کو سونپ! تیرے دربار میں کئی اس منصب کے لائق ہیں۔ اگر تو مجھے دریا میں ڈبو دیگا پھر بھی قضاۃ قبول نہیں کروں گا، کیونکہ میں اس کے لائق نہیں ہوں۔ خلیفہ نے کہا: آپ جھوٹ کہتے ہیں، آپ قضاۃ کے ضرور لائق ہیں ۔۔۔ آپ نے جواب دیا: حَكَمْتَ لِيْ عَلٰى نَفْسِكَ: آپ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اب تو میں کسی صورت قضاۃ کے لائق نہیں کیونکہ جھوٹا قاضی نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک دفعہ حاکم عراق نے آپ کے آگے کوفہ کی قضاۃ پیش کی آپ نے بدستور انکار کیا۔ اس پر یزید بن عمرو نے آپ کو ہر روز دس بید کی سزا دینی شروع کر دی اور ایک سو دس بید لگوائے، پر آپ نے قاضی بننا منظور نہ کیا۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کس درجہ باخدا، نیک، متقی، خدا ترس اور خشیت ایزدی سے لرزہ براندام رہنے والے انسان تھے۔ کیا ان سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ انھوں نے دانستہ حدیث کے خلاف قیاس اور آراء کے دفتر تیار کئے ہوں۔ ہرگز نہیں!

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وصیت

آپ وصیت فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ اَنْ

يُفْتِيَ بِكَلَامِيْ - (تفسیر مظہری - یواقیت الجواہر)

"جو شخص میری دلیل[1] نہ جان لے اسکو سزاوار نہیں کہ میرے کلام سے فتوے دے۔"

یعنے بلا دلیل میری کوئی بات نہ مانو اور نہ اس سے فتویٰ دو۔"

امام صاحبؒ کا مذہب

آپ فرماتے ہیں :-

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ

"جب حدیث صحیح (ثابت) ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔"

گویا آپ نے صاف کہہ دیا کہ "میں اہلحدیث ہوں۔" نیز حضرت امام صاحبؒ کی زبان سے ثابت ہو گیا کہ حدیث مذہب ہے کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔"

کسی نے سفیان بن عیینہؒ سے پوچھا کہ تم اہل حدیث کیسے ہوئے ---؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے امام ابوحنیفہؒ نے اہل حدیث بنایا۔ (حدائق الحنفیہ)

کتاب وسنت کیخلاف میرا قول چھوڑ دو!

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں :-

اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّ كِتَابُ اللّٰهِ يُخَالِفُهُ فَاتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ - فَقِيْلَ اِذَا كَانَ خَبَرُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُخَالِفُهُ قَالَ اتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ فَقِيْلَ اِذَا كَانَ قَوْلُ الصَّحَابَةِ يُخَالِفُهُ قَالَ اتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ۔ (عقد الجید)

---

[1] تقلید کی تعریف ہے امام کے قول بلا دلیل کو قبول کرنا۔ حضرت امام صاحبؒ (بقیہ صفحہ ۲۸۱ پر)

جب میرا قول قرآن مجید کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ آپ
سے پوچھا گیا: جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا
چھوڑ دو، پھر سوال ہوا۔ اگر صحابہؓ کے قول کے خلاف ہو۔؟
فرمایا: پھر بھی چھوڑ دو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام صاحبؒ کا مذہب حدیث کے مطابق: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ ہی تھا۔ یعنی جس راہ (قرآن اور حدیث) پر حضورؐ اور صحابہؓ چلتے تھے ــ امام صاحبؒ بھی اسی راستے پر گامزن تھے۔ پھر تمام حنفی بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ بھی امام صاحب کے ارشاد کے مطابق امام صاحبؒ کا راستہ ــ قرآن اور حدیث اختیار کریں، بلا دلیل اقوال پر نہ چلیں ــــ یہ راہِ امام نہیں ہے!

دلیل سے عمل کرو!

اِنْ تَوَجَّہَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِہٖ۔
(درمختار مصری جلد اول)

"اگر تم کو (قرآن اور حدیث) سے دلیل مل جائے تو اسی پر
عمل کرو اور اسی سے فتوے دو۔"

غور کریں! کہ امام صاحبؒ تاکید فرماتے ہیں کہ جب دلیل یعنے قرآن و حدیث مل جائے تو اسی پر عمل کرو۔ پھر برادران احناف کو چاہیئے کہ وہ قرآن اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

فرماتے ہیں کہ میرے بلادلیل قول سے فتویٰ دینا حرام ہے پھر مقلد بھائیوں کو امام صاحبؒ کے فرمان کے مطابق مدلل اقوال کو ماننا اور ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو متعصب اور ضدی لوگ بلادلیل اقوال پر اڑتے ہیں۔ ان کو امام صاحب کے حکم کے مطابق یہ روش چھوڑ دینی چاہیئے۔ ورنہ وہ امام صاحب کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔

حدیث پر بالراست عمل کریں کہ یہی امام صاحب کی فرماں برداری ہے۔

بلا دلیل فتویٰ دینا حرام ہے!

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں

حَرَامٌ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ اَنْ يُّفْتِيَ بِكَلَامِيْ ٥ (میزان شعرانی)

"جس شخص کو میرے قول کی دلیل (قرآن وحدیث) سے معلوم نہ ہو۔ اسے میرے کلام کے ساتھ فتوے دینا حرام ہے"

امام صاحبؒ کے اس فرمان سے معلوم کہ محض ان کے اقوال — بلا دلیل پر نہ عمل کرنا چاہیئے، اور نہ ہی اس سے مسئلہ بتانا چاہیئے۔ ہاں جب انکا قول مدلل ہو۔ سند کے ساتھ ہو۔ قرآن وحدیث کی دلیل سے ہو تو پھر قابل عمل بھی ہے اور قابل تبلیغ بھی۔ حنفی بھائیو! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سُن رہے ہو! پھر کسی کے کہنے پر امام صاحب کا قول بلا دلیل نہ ماننا کہ اس میں امام صاحب کی نافرمانی ہے!

قاضی ابویوسف کو حکم

حضرت امام صاحبؒ اپنے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ کو حکم دیتے ہیں:

لَا تَرْوِ عَنِّيْ شَيْئًا فَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مُخْطِئٌ اَنَا اَمْ مُصِيْبٌ۔ (تاریخ بغداد امام خطیبؒ)

(ابو یوسف میرے شاگرد) میری روایت سے مسائل بیان نہ کرنا بخدا میں نہیں جانتا کہ میں نے درست مسائل بیان کئے ہیں یا غلط۔"

جہاں حدیث نہیں ملی وہاں امام صاحب نے اپنے اجتہاد (رائے) سے مسئلہ بتایا ہے، لیکن ساتھ ہی تاکید کر دی کہ میری رائے یا قول سے مسائل بیان

نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ اجتہاد میں غلطی کر جاؤں - رحمت ہو خدا کی امام صاحب پر، کتنا ڈر ہے خدا کا دین کے بارے میں -

اِیَّاکُمْ وَالْقَوْلَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بِالرَّأْیِ وَعَلَیْکُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّۃِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْھَا ضَلَّ - (فتوحات)

لوگو! خدا کے دین میں رائے قیاس کرنے سے بچو اور حدیث کی تابعداری کرو - اگر سنت کا اتباع چھوڑ دیا - تو گمراہ ہو جاؤ گے"

حدیث اور آرا رجال

حضرت امام صاحب فرماتے ہیں :-

ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اٰرَاءِ الرِّجَالِ - (عقود الجواہر)

"میرے نزدیک ضعیف حدیث اقوالِ رجال سے زیادہ محبوب ہے "

غور کریں کہ امام صاحبؒ حدیث کے کتنے شیدائی ہیں کہ ضعیف حدیث تک کو آرار رجال سے زیادہ پسند کرتے ہیں — شمع حدیث کے پروانہ ہیں — لیکن افسوس جو صحیح حدیث کو چھوڑ کر اقوال رجال کو لیتے ہیں، وہ کتنے حق سے دور ہیں - ہم حنفی علمار کی خدمت میں بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو حدیث پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں، کتب فقہ کی بجائے صحاح ستہ پر زور دیں !

حدیث سر آنکھوں پر

حضرت امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں :-

مَا جَآءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبِالرَّاْسِ وَالْعَیْنِ (ظفر الامانی)

جو کچھ حدیث شریف سے ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر ہے "

امام صاحب کے اس ارشاد کو سُنکر ہر حنفی بھائی کا فرض ہے کہ وہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی میرا مذہب ہے، حدیث میرے سر آنکھوں پر ہے اور پھر وہ عمل کے لیے صرف حدیث ہی تلاش کرے اقوالِ رجال کے درپے نہ ہو۔ جب حدیث مل گئی تو قول کی کیا ضرورت ہے؟

امام صاحبؒ کا طریقِ عمل

جز تاریخ بغداد للخطیب میں ہے :—

اِذَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِيْهَا حَدِيْثٌ اِتَّبَعَهُ اَوْكَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ ۔

"جب امام ابوحنیفہؒ کے پاس کوئی مسئلہ آتا، اور اس کے بارے میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ حدیث کی پیروی کرتے — ورنہ صحابہ رضؓ اور تابعینؒ کی۔"

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحبؒ کا مذہب حدیث تھا۔ ان کا عمل مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ پر تھا۔ پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب حنفی ہے۔ بھائیو! سوچو کہ حنفی مذہب کہاں سے آگیا؟ حضرت امام صاحبؒ تو اپنا مذہب حدیث بتائیں اور خود اپنا کوئی مذہب جاری نہ کریں بلکہ حکم دیں کہ حدیث سر آنکھوں پر رکھو، پھر امام صاحبؒ کے فرمان کے مطابق آپ کا مذہب حدیث ہی ہونا چاہیئے۔ عمل کے لیے صرف کتاب وسنت کو کافی جانیں۔ دیکھئے! حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ نے اپنی کتاب "مجموعہ فتاویٰ" میں فرمایا :

"مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔"

جب مسلمان ہونے میں حنفی ہونا شرط نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ حنفی ہونا اسلام کا حکم نہیں، بغیر حنفی ہوئے اور کہلائے بھی مسلمان سولہ آنے مسلمان ہے!

کہ صحابہؓ، تابعینؒ، اور تبع تابعینؒ حنفی، شافعی وغیرہ قطعاً نہ تھے، اور سب مقربِ بارگاہ ایزدی تھے۔ ان کا عمل صرف کتاب و سُنت پر تھا۔

گھڑے ہوئے مسائل

اِن تصریحات کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ قرآن اور حدیث کے عامل تھے۔ پھر کیا یہ ان سے ہو سکتا ہے کہ ان کے اقوال حدیث کے خلاف ہوں؟ یعنی انھوں نے دانستہ حدیث سے اختلاف کیا ہو؟ ہرگز نہیں! اور یہ جو فقہ کے اندر بیشمار مسائل و احکام حدیث سے مختلف ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام صاحبؒ کے نہیں ہیں، بلکہ بعد کے لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں اور جبراً امام صاحب کے ذمہ لگا دیتے ہیں۔ لاکھوں رحمتیں ہوں امام صاحب پر، انھوں نے حدیث پاک کو ہی اپنا مذہب بنایا حدیث کے مل جانے پر اپنی رائے کو پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں جانا۔ ڈر ڈر کر، بچ بچ کر، بڑی احتیاط سے مسائل بتائے اور پھر تاکید پر تاکید کی کہ اگر یہ حدیث کے خلاف ثابت ہو جائیں تو انھیں دیوار پر دے مارنا اور حدیث پر عمل کرنا۔

پھر افسوس ان علماء پر جو زبردستی فقہ کی کتابوں کے خلافِ حدیث مسائل امام صاحبؒ کے نام سے لوگوں میں بیان کرتے ہیں اور پھر تقلیدی رنگ میں انھیں ماننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے زور دیتے ہیں ــــ اگر کوئی کہے کہ فلاں مسئلہ حدیث سے مختلف ہے تو حنفی بھائیوں کو یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ تم اسی قول پر جمے رہو، اِدھر اُدھر جاؤ گے تو غیر مقلد ہو جاؤ گے۔ استغفر اللہ! حدیث سے مختلف (امام کے فرضی) قول کو اپنانے اور

حدیث سے بے اعتنائی برتنے کو کہا جاتا ہے کہ یہ تابعداری ہے حضرت امام صاحب کی ؟ حضرت امام صاحبؒ نے تو فرمایا ہے کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو!

ھدایہ کے مصنّف کا زمانہ

جسطرح قرآن کے بعد اصح الکتاب صحیح بخاری مسلم ہے : اسی طرح احناف میں ھدایہ کا درجہ ہے کہ ہدایہ میں ہی لکھا ہے کہ اِنَّ الْھِدَایَۃَ کَالْقُرْآنِ ۔ کہ "ہدایہ مثل قرآن کے ہے"۔ اس ھدایہ کے خلافِ حدیث احکام امام ابو حنیفہؒ کے ذمہ لگائے گئے ہیں، حالانکہ ھدایہ امام صاحب سے صدیوں بعد لکھی گئی ہے ۔ حضرت علی بن ابوبکرؒ ہدایہ کے مصنف ہیں ۔ آپ کا لقب : برہان الدین اور کنیت ابوالحسن ہے ۔ ۸ ر ماہ رجب ۵۱۱ھ سوموار کے دن عصر کے بعد پیدا ہوئے ۔ آپ مرغنیاں کے باشندہ تھے اور ۱۴ ر ذی الحجہ ۵۹۳ھ منگل کی رات کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ۔ اور سمرقند کے قبرستان میں دفن کئے گئے ۔

آپ نے ہدایہ کی تالیف ۵۷۳ھ میں شروع کی اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ۱۵۰ھ کو فوت ہوئے ۔ گویا ہدایہ کا نام لوگوں نے امام صاحبؒ سے چارسو تئیس برس بعد سنا ۔ اس ہدایہ میں کتب حدیث کے راویوں کی طرح سلسلۂ روات نہیں ہے کہ فلاں مسئلہ جو حضرت امام صاحب کیطرف منسوب کیا گیا ہے ۔ اس کا کیا ثبوت ہے ؟ بس یونہی کہہ دیا گیا ہے ۔

- ما یتخذ من الحنطۃ والشعیر والعسل والذرۃ حلال عند ابی حنیفۃ ولا یحد شاربہ عندہ وان سکر منہ ــ

"گیہوں، جو، شہد، جوار کی شراب ابو حنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے کو امام صاحب کے نزدیک حد بھی نہیں مارنی چاہیئے خواہ اسے نشہ بھی چڑھ جائے۔"

امام صاحب بری الذمہ ہیں!

جسطرح اس مسئلہ کی حلت زبردستی ساڑھے چار سو برس کے بعد امام صاحبؒ کے ذمہ لگائی گئی ہے، اسی طرح تمام خلاف حدیث اقوال و احکام بھی جبراً امام صاحب کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ہم علے الاعلان کہتے ہیں: کہ حضرت امام صاحبؒ ان منسوبات سے بری الذمہ ہیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ تقلید نہ کرنے والے امام صاحب کا ادب نہیں کرتے ـــ خوب! مخترعات کا الزام دور کرنے والے امام صاحب کے بے ادب ہیں اور جو یہ کہتے ہیں: حَلَالٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ: وہ امام صاحبؒ کا ادب کرنے والے ہیں! انصاف! انصاف!!

بھائیو! جامد تقلید ترک کر دو اور امام صاحبؒ کے فرمان کو پڑھو:

اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ

"صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے"

پس آپ بھی امام صاحبؒ کے فرمان کے مطابق اپنا مذہب حدیث اختیار کر لو۔ اہلحدیث ہو جاؤ کہ حضرت امام صاحبؒ بھی مذہب اہلحدیث رکھنے کے سبب اہلحدیث تھے۔

یہ جو ہم نے تقلید اور فقہ کے احکام و مسائل پر اتنی لمبی نظر کی ہے ـــ

اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ مسلمان بھائی امتیوں کے کورانہ مقلد نہ رہیں۔

آزاد ہو کر براہِ راست رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں لگ جائیں صرف سبیل رسول پر چلیں ۔ فرقہ بندی سے بال بال بچکر صرف سرورِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو ایمان کی جان سمجھیں کہ خدا نے قرآن میں ہمیں یہی حکم دیا ہے : وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ سبیلِ رسولؐ پر چلنے والا ہی خدا کا حکمبردار ہے ۔

امام ابوحنیفہؒ کی کوئی کتاب نہیں ہے!

امام صاحبؒ پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں کہ انہوں نے اس ڈر سے کوئی کتاب نہیں لکھی ۔ کوئی تصنیف اپنے پیچھے نہیں چھوڑی کہ لوگ ان کا مذہب نہ بنالیں ، ان کے نام سے کوئی فرقہ پیدا نہ کرلیں ۔ چنانچہ امام رازیؒ نے مناقبت الشافعی میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی!

(سیرت النعمانؒ از شبلی نعمانیؒ ص۶۱)

حضرت مولانا شبلیؒ سیرت النعمان میں تحریر فرماتے ہیں ۔ انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات[1] کو امام صاحبؒ کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے ۔ بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحبؒ کی کوئی تصنیف

---

[1] بعض مسند امام ابوحنیفہؒ کو ان کی تصنیف کہتے ہیں ۔ لیکن یہ غلط ہے ۔ دراصل وہ مسند خوارزمی ہے جو ساتویں صدی ہجری میں جمع کی گئی ہے ۔ اور حضرت امام صاحب دوسری صدی میں وفات پاگئے تھے ۔ پھر یہ کس طرح امام صاحبؒ کی کتاب ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ مولینا شاہ عبد العزیزؒ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ مسند امام اعظمؒ جو بالفعل مشہور ہے ۔ یہ قاضی القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود الخوارزمی کی تالیف ہے ۔ جو اس نے ۶۶۷ھ میں جمع کی تھی ۔

موجود نہیں۔ (سیرت النعمان از شبلی نعمانی رح ص۶۹)

غور کریں کہ جب امام ابوحنیفہ رح کی دنیا میں کوئی تالیف کوئی تصنیف کوئی کتاب نہیں ہے تو پھر حنفی مذہب کہاں سے آگیا، اور اس مذہب کا اختیار کرنا کیونکر واجب ہوگیا جبکہ علماء احناف کے فتوے بھی موجود ہیں ـــــ کہ مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا۔" (مجموعہ فتاوٰی عبدالحی)

ملا علی قاری حنفی شرح عین العلم میں لکھتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی مَا کَلَّفَ اَحَدًا اَنْ یَّکُوْنَ حَنَفِیًّا اَوْ شَافِعِیًّا اَوْ مَالِکِیًّا اَوْ حَنْبَلِیًّا۔

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہرگز یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بنیں۔"
(معیار الحق)

جب احناف کرام کے فتوے موجود ہیں کہ خدا نے حنفی، شافعی وغیرہ ہونے کی تکلیف نہیں دی تو پھر اور کس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حنفی وغیرہ بننے کی تکلیف دے۔ کیا ایسا کرنا دین میں زبردستی نہیں ہے؟ مذاہب اربعہ سے پہلے تین چار سو سال کے لوگ تو حنفی، شافعی وغیرہ نہ تھے۔ پھر ان کی مسلمانی پر کوئی حرف آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ نیک، پارسا اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

افسوس! جس امر سے امام ابوحنیفہ رح ڈرتے تھے، وہی کام لوگوں نے کر دکھایا کہ ان کے نام سے حنفی مذہب بنا لیا ـــ فقہ کا طومار بنا کر ان کے ذمے لگا ہی دیا۔ مسلمان بھائیو! سیدھے کتاب و سنت پر عمل کرو۔ اہل سنت، اہل حدیث بن کر زندگی گزارو اور آپس میں محبت اور

اتفاق رکھو!

وفات حسرت آیات :

ستر برس کی عمر میں یہ علم و فضل اور عمل و تقویٰ کا آفتاب غروب ہوگیا، ۱۵۰ھ میں بغداد کے قید خانے میں جان — جان آفریں کے سپرد کر دی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ کے جنازے پر پچاس ہزار مسلمان حاضر تھے۔ بیس روز تک لوگ آپ کی قبر منور پر جنازہ پڑھتے رہے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگتے رہے۔ خداوندا — امام ابوحنیفہؒ کی روح پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسا — اور احناف کرام کو ان کے ارشاد اذا صح الحدیث فھو مذھبی کے مطابق مذہب حدیث نصیب کر! انہیں اہلحدیث بنا دے!

فقہ پر علیٰ وجہ البصیرت عمل کریں!

قرآن مجید وحی ہے اور صحیح حدیث بھی وحی ہے۔ یہ دونوں چیزیں غلطیوں سے مبرّا ہیں، باقی رہا کلام رجال تو وہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ سچ فرمایا امام مالکؒ نے :

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ مَاخُوْذٌ مِنْ کَلَامِہٖ وَ مَرْدُوْدٌ عَلَیْہِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جسکی بعض باتیں درست اور بعض نادرست نہ ہوتی ہوں۔ پھر اچھی باتیں لے لی جاتی ہیں اور بری باتیں چھوڑ دی جاتی ہیں سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ حضورؐ کی سب باتیں سچ ۔ حق ۔ درست اور سب کی سب مان ہی لینے کے قابل ہیں۔" (الانصاف از شاہ ولی اللہؒ)

فقہ الہامی نہیں ہے ، وحی نہیں ہے کہ قرآن حدیث کی طرح مان لی جائے بلکہ اس کلام رجال کو پرکھ کر مانا جائے گا جو قرآن حدیث کے مطابق ہے ، مان لیں گے اور جو مطابق نہیں ہوگا اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر ہم کچھ باتیں فقہ کی آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، غور فرمائیں

علامہ شبلی نعمانی رح ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہیں۔ آپ اپنی مایہ ناز کتاب " سیرۃ النعمان" میں حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو کہ ایمان اور عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں — صحیح ثابت کرنے کے لیے ایک آیت ان الفاظ میں لکھتے ہیں :

" من یومن باللہ فیعمل صالحاً : حرف تعقیب آیا ہے : جس سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے " (سیرۃ النعمان)

آپ سارے قرآن کی ورق گردانی کیجئے ، حافظوں کو پوچھ دیکھیے : آپ کو من یومن باللہ فیعمل صالحاً۔ آیت (معاذاللہ) نہیں ملے گی۔

علامہ شبلی رح اتنی بڑی شخصیت ! کیا کہیں یہ ان سے کیا ہوا۔ افسوس! بعد کے لوگ ان کی کتاب سے اتنی نمایاں غلطی کو درست بھی نہیں کرتے ۔ فقہ کی چوٹی کی کتاب ھدایہ جس کے متعلق کہا گیا ہے : الھدایۃ کالقرآن — کہ ہدایہ قرآن کی مانند ہے "۔ اس ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے ۔

لقولہ علیہ السلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلے خلف النبی —— جس نے متقی عالم کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کی اسے اتنا اجر ملے گا ، جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھنے کا" (ہدایہ کتاب الصلوٰۃ)

یہ کوئی حدیث نہیں ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے !

ایک اور موضوع حدیث ملاحظہ ہو :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ان آدم افتخربي و انا افتخر برجل من امتي اسمهٗ نعمان

دكنية ابوحنيفه هو سراج امتي (درمختار)

" آدم کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے جو کہ میری امت کا چراغ ہے " (از نتائج التقلید)

غور فرمائیں ! کہ یہ بھی کوئی حدیث نہیں ۔ حضورؐ پر بہتان ہے ۔ آخر یہ سب کچھ بھی کتب فقہ میں ہے ۔

اور دیکھیں ۔ ہدایہ مایوجب القضاء والکفارہ میں اعرابی کی کفارہ والی حدیث کا ذکر کرتے ہوئے مصنف ہدایہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے ہیں :۔ ولا یجزی احدا بعدك (نتائج التقلید ص۸۲)

گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مذکورہ میں الفاظ بڑھا دیئے ہیں ۔ یعنی آپ کے ذمہ لگا دیئے ہیں ، کتنی جسارت ہے !

توضیح تلویح جو اصول فقہ حنفیہ کی چوٹی کی مشہور درسی کتاب ہے اسمیں یہ مشہور موضوع حدیث صحیح بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے :

بلفظ یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث فاعرضوہ علے کتاب اللہ الحدیث ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میرے بعد لوگ بہت سی من گھڑت حدیثیں بیان کریں گے ، پس جب تمہارے

پاس کوئی حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن شریف پر
پیش کرنا۔"

افسوس! اس بہتان علے الرسولؐ کو کتب فقہ میں حدیثِ رسولؐ لکھا
گیا ہے، اور پھر کہا گیا ہے: وایرادہ البخاری ایاہ فی صحیحہ۔ یعنی
امام بخاریؒ نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔
حالانکہ صحیح بخاری میں قطعاً نہیں ہے، ثابت ہوا کہ کتب فقہ میں
یقیناً غلطیاں ہیں۔

دیکھئے! یہ ہے ہمارے سامنے اصول شاشی مایہ ناز درسی کتاب "اصول فقہ
حنفیہ کی" اس میں بھی مذکورہ موضوع حدیث کو حدیث لکھا گیا ہے:

قال علیہ السلام تکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا
روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علے کتاب اللہ فما وافق
فاقبلوہ وماخالف فردوہ (اصول شاشی ص۲۹ مطبع فاروقی دہلی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد لوگ کثرت
سے جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے۔ پس جب تمہارے پاس میری
حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن پر پیش کرو اگر موافق
ہوئی تو قبول کر لینا، ورنہ چھوڑ دینا۔"

پھر آگے لکھا ہے کہ اگر کوئی اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرے تو اس کا
جواب یہ ہے:

فالجواب عنہ ان امام محمد بن اسمٰعیل البخاری اورد ھذا
الحدیث فی کتابہ وھو امام ھذہ الصنعۃ فکفی بہ دلیلا
علے صحتہ ولا تلتفت الی طعن غیرہ بعدہ کذا فی شرح اصول

البزدوی - (اصول شاشی ص۲۶۹)

حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور وہ علم حدیث کے امام ہیں - پس یہی دلیل ہے اس حدیث کی صحت پر- اس کے بعد کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے، کسی کے طعن کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور ایسا ہی ہے شرح اصول بزدوی میں

اللہ اکبر! اتنے چوٹی کے فقہا اور مایہ ناز فقہ کی کتابیں — سب کہتے ہیں کہ حدیث مذکور صحیح بخاری میں ہے - حالانکہ ہرگز بخاری شریف میں نہیں ہے اور پھر یہ کہ مذکورہ حدیث ہے ہی موضوع!

ثابت ہوا کہ کتب فقہ میں ضرور غلطیاں بھی ہیں، نورالانوار فقہ کی مشہور کتاب میں ہے:

وان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه کانس و ابی هریرة ان وافق حدیثه القیاس عمل به -

(نورالانوار ص۱۷۹ - مطبع نول کشور)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت انس رضؓ کی روایت کردہ حدیث اگر امام کے قیاس کے خلاف ہو تو حدیث چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا جائے گا- یہ ہے اصول فقہ حنفیہ کا نورالانوار میں - افسوس!

اور پھر حضور انور کے صحابیوں حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کو کہنا کہ وہ فقیہہ نہیں تھے — سخت افسوس!

حضرت وابصہ بن معبدؓ صحابی رسولؐ کے متعلق ایک ریمارک ملاحظہ ہو:

وان کان مجهولا ای فی روایة الحدیث والعدالة لا فی

النسب بان لم یعرف الا بالحدیث او حدیثین کوابصۃ بن معبد ـــــ (نور الانوار ص۱۵۱ مطبع نول کشور)

یعنی صحابی اگر غیر عادل اور مجہول ہو جیسے وابصہ بن معبد رضؓ۔

غور کریں کہ صحابیؓ رسولؐ حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کو غیر عادل اور مجہول لکھ دیا گیا ہے۔ نہایت افسوس!

حسامی میں ہے:

وان کان الراوی مجھولا ای فی روایۃ لا یعرف الا بحدیث رواہ او بحدیثین مثل وابصۃ بن معبد و سلمۃ بن المحبق - (حسامی ص۱۵۱)

اصول فقہ کی کتاب حسامی میں ہے حضرت وابصہ بن معبد اور حضرت سلمہ بن محبق صحابیؓ رسولؐ رضی اللہ عنہما کو مجہول کہا گیا ہے۔" یہ ادب ہے صحابہ رضؓ کا۔

ہم ان ہی چند باتوں پر اکتفا کرتے ہیں، ورنہ اس قسم کا بہت سا مواد کتب فقہ میں موجود ہے جس کو نقل کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے، کیونکہ ہمیں انتشار پھیلانا مقصود نہیں ہے، اور نہ حنفی بھائیوں پر طعن کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ فقہ کو آنکھیں بند کر کے نہیں ماننا چاہیئے ـــ اس میں غلطیاں بھی ضرور ہیں کیونکہ یہ امتیوں کا کلام ہے، اور امتی غیر معصوم ہوتے ہیں۔ بھول چوک سے پاک نہیں ہیں۔ ہاں معصوم ذات اور غلطی سے پاک صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ان کا فرمان حرفِ آخر ہے۔ منتہائے کلام ہے۔ یہاں نقد و نظر اور چھان بین کی ضرورت نہیں۔ پس فقہ کا جو حصہ قرآن اور حدیث کے

مطابق ہے، سر آنکھوں پر رکھو اور جو مطابق نہیں، اسے چھوڑ دو!

فرقہ بندی کا ہلکاؤ

یہ بات آپ پچھلے اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ اُمتِ محمدیہؐ میں فرقے پیدا ہوں گے اور سوائے ایک جماعت کے، جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ پر کاربند ہوگی، سب کے سب گمراہ ہوں گے، اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ وہ ناجی جماعت صرف سنت اور حدیث پر عمل کرنے والی ہوگی۔

یاد رکھیں کہ جس جماعت کا عمل اور عقیدہ قرآن اور حدیث پر ہو، وہ فرقہ نہیں ہے، گمراہ نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث کے سوا عقیدہ اور عمل رکھنے والے فرقے کہلاتے ہیں، امت کے اعاظم رجال کے ناموں کی طرف خود کو منسوب کرکے ان کے ذاتی فرمودہ مسائل و احکام کو اندھا دھند عمل میں لاتے ہیں اور وہ بھی فرقے ہیں جو حضرت انورؐ کی صحیح حدیثوں کو دانستہ ترک کرکے اپنے بزرگوں اور اماموں کے قولوں پر چلتے ہیں۔

فرقہ بندی کے سلسلے میں یہ بھی آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاِنَّہٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْاَھْوَآءُ کَمَا تَتَجَارَی الْکَلَبُ بِصَاحِبِہٖ لَا یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَہٗ (احمد - ابوداؤد)

"بیشک نکلیں گی میری امت میں کئی قومیں، سرایت کریں گی ان میں (شرکیہ، بدعیہ، عقاید و اعمال کی) خواہشیں جیسے سرایت کرتی ہے ہڑک، ہڑک والے کو۔ نہیں باقی رہتی

اس سے کوئی رگ اور نہ کوئی جوڑ مگر داخل ہوتی ہے اس میں "

اسکا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ میں جو فرقے پیدا ہوں گے، ان فرقوں کے مغائر اسلام، عقاید و اعمال ان کی رگ رگ میں سرایت کر جائیں گے، جیسے باولے کتے کے کاٹے کا زہر کلب گزیدہ کی رگ رگ، اور جوڑ جوڑ میں سرایت کر جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جس شخص کو باولا کتا کاٹ جاتا ہے تو اس کا زہر تمام نسوں، رگوں، جوڑوں میں اثر کر جاتا ہے۔ پھر اس پر پیاس غلبہ کرتی ہے لیکن وہ پانی سے بھاگتا ہے اور پیاسا مر جاتا ہے۔ ایسے ہی فرقوں پر ان کے مخصوص "حادث" عقاید و اعمال کی خواہش غالب ہوگی۔ لیکن قرآن و حدیث کے سچے علم سے بھاگیں گے اور گمراہی کے ریگزار میں ہلاک ہوں گے۔ یعنی فرقے اپنے اپنے عقیدوں، عملوں، طریقوں پر ایسے پکے ہوں گے کہ ہزار آیتیں، حدیثیں سناؤ گے، وہ ایک نہ مانیں گے، ان سے بھاگیں گے، بدکیں گے، نفرت کریں گے۔ انہیں اپنی فرقہ بندی کا ہلکاؤ ہوگا کتاب و سنت کے شفاف پانی سے بھاگیں گے اور پیاسے مر جائیں گے

کیا حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورے سولہ آنے صحیح نہیں ہو رہا ہے؟ فرقوں میں باولا پن نہیں ہے، دیوانگی کی وجہ سے حدیث سے نہیں بھاگ رہے ہیں؟ سنت سے نفرت نہیں کر رہے ہیں؟ اسلام خالص کے امرت سے گریزاں نہیں ہیں؟ ہر فرقے کو کٹ مرنا منظور ہے لیکن اپنے محدثہ عقیدوں اور عملوں سے ادھر ادھر ہونا گوارا نہیں ہے۔ یہی باولا پن اور ہلکاؤ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو سنکر آپ نے کسی کو بدکتے نہیں دیکھا۔ سنت کے نام سے

آستیں چڑھاتے نہیں پایا۔ مشرکیہ عقیدوں کے رد میں آیتیں سُن کر کوئی لال پیلا ہوتا نظر نہیں آیا، اور پھر ان لوگوں نے قرآن اور حدیث سے، مختلف نہ اپنے مخصوص معتقدات کے لحاظ سے امت کو تقسیم نہیں کر رکھا ہے؟ خبردار! جس گروہ کا طریقِ کار احادیثِ سرور رسولاللہؐ اور تعاملِ صحابہ رضہ کے خلاف ہو — جو قال اللہ اور قال الرسولؐ کے معارضے میں اُمتیوں کے نقش قدم پر چلنے والا ہو، وہ گمراہ ہے، راہ گم کردہ فرقہ ہے۔ ایسے گروہوں اور فرقوں کے عمل و اعتقاد کی آکاس بیل سے اپنے شجرِ ایمان کو بچائیں!

مِلّتِ واحدہ اہل حدیث

اِسلام دنیا میں جمع کا پیغام لے کر آیا ہے، وہ تفریق کے نام سے ناآشنا ہے۔ اس نے صدیوں کے متفرق لوگوں کو اسلام کی آغوش مواخات میں جمع کر دیا ہے۔ ہمیشہ اُلفت واخوت کا درس دیا اور افتراق و تشتّت کو مٹایا، اس نے سارے جہان کے مسلمانوں کو توحید و رسالت کے جھنڈے تلے اکٹھا کر دیا۔ اس امن و آشتی و موالات کا پیغام لانے والے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو مذہبی یک جہتی کا یہ حکم دیا:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ۔ (رواہ فی الموطا)

لوگو! (سُنو!) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جبتک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھوگے، ہرگز گمراہ نہ

ہو گے (یاد رکھو، وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہے۔"

اس تاکید رسولؐ سے ثابت ہوا کہ ملت واحدہ ناجیہ وہ ہے جو صرف ان دو چیزوں پر مضبوطی سے کاربند رہے۔ یہی جماعت ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس جماعت کی پہچان بھی حضورؐ نے بتا دی ہے: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ ۔۔ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہو۔" اسی جماعت میں شامل رہنے کی تاکید فرمائی

وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (مشکوٰۃ)

"جو شخص تنہا ہوا (قرآن و حدیث پر عمل کرنے والی) جماعت سے[1]، تنہا ڈالا جائے گا آگ میں"

ثابت ہوا کہ نجات کے لیے حدیث پر ایمان اور عمل رکھنے والی جماعت سے چپٹے رہنا ضروری ہے، اور یہ جماعت کسی رنگ، نسل، قوم، وطن اور شخصیت کی طرف منسوب نہیں ہوگی ۔ کسی قسم کے بت کی پجاری نہیں ہوگی۔ اس کا دائرہ کسی خاص طبقے تک محدود نہیں ہوگا، اس کا کوئی گھڑا ہوا، ذاتی عقیدہ اور عمل نہیں ہوگا ۔ اسلام میں یہ کوئی نیا راستہ تجویز نہیں کرے گی، کسی فرقے کی بنیاد نہیں رکھے گی، گروہ سازی نہیں کرے گی ڈیڑھ اینٹ کی جُدا مسجد نہیں چنے گی، نہ کوئی اپنا ذاتی نیا خیال، تصور، عمل، طریقہ اور دستور جاری کرے گی۔ بلکہ وہ بالراست قرآن اور حدیث پر عمل کرے گی اور لوگوں کو اسی شاہراہِ اسلام کی دعوت دے گی۔ پس آپ صراطِ مستقیم کو کبھی نہ بھولیں اور قرآن اور حدیث پر عمل کر کے جماعت

---

[1] سنت اور حدیث کے خلاف عقیدہ اور عمل رکھنا جماعت سے تنہا ہونا ہے۔

میں داخل ہوں اور قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والا آپ کا جماعتی بھائی ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں کا ہو۔

اہلحدیث کا مفہوم

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا مطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان فعل اور تقریر ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کے کلام — قرآن مجید کو بھی حدیث کہا گیا ہے جیساکہ قرآن میں ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (پ۲۳ — ع۱۷)

" اللہ نے اتاری ہے بہتر حدیث "

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (پ۲۹ — ع۲۲)

" وہ اس حدیث (قرآن) کے بعد کس حدیث پر ایمان لاوینگے "

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (پ۲۵ — ع۱۷)

" وہ کس بات پر پیچھے اللہ کے اور اس کی آیتوں کے ایمان لائیں گے "

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ (پ۲۷ — ع۷)

" کیا پس اس حدیث (قرآن) سے تعجب کرتے ہو "

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔ (پ۲۷ ع۲)

پھر چاہیئے کہ لے آئیں یہ بھی ایسی حدیث (قرآن) اگر ہیں سچے "

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ۔ (پ۲۷ ع۱۶)

" کیا پھر ساتھ اس حدیث (قرآن) کے تم سستی کرتے ہو "

ان آیتوں میں لفظ حدیث کا مطلب ، خدا کا کلام قرآن پاک

اس کی باتیں ہیں خود حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : خَیْرُ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ ۔ سب حدیثوں (باتوں) میں بہتر حدیث اللہ کی کتاب ہے"

اور خدا نے اپنی حدیث (بات) کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۔ (پ ۵ ع)

" اور کون بہت سچا ہے اللہ تعالے سے حدیث (بات) میں"

معلوم ہوا کہ سارا قرآن خدا کی حدیثیں اور باتیں ہیں جن سے بہتر اور سچی باتیں کسی کی نہیں ہوسکتیں ۔

خدا کی حدیثوں کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو بھی قرآن نے حدیث کہا ہے ۔

اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا (پ ۲۸ ع ۱۹)

اس میں حدیث کا لفظ حضرت انورؐ کے کلام کے متعلق آیا ہے ۔

معلوم ہوا : کلام اللہ بھی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی حدیث ہے ۔ یہ صرف دو ہی قسم کی حدیثیں ہیں ۔ یعنی خدا اور رسولؐ کی ، جن کا ماننا اور ان پر عمل کرنا فرض ہے ۔ ان کو قال اللہ اور قال الرسول کہتے ہیں ۔ یہ ہی حجت ہیں ۔ ان کے آگے بولنے کی اجازت نہیں ۔ اونچا سانس لینے کی رخصت نہیں ۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول میں خدا اور رسولؐ کی حدیثوں کی اطاعت ہی واجب ہے ۔ خدا اور رسول کی حدیثوں کے سوا امتیوں کی حدیثیں بھی ہیں ، لیکن یہ دین میں حجت نہیں ہیں ، حجیت صرف قرآن اور حدیثِ پیغمبر کے لئے ہی ثابت ہے ۔ پھر جو شخص امتیوں کی حدیثوں (باتوں ، قولوں ، قیاسوں ، رایوں) سے بے نیاز ہو کر صرف خدا

اور اس کے سچے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو پڑھے پڑھائے، سنے سنائے، آگے پہنچائے، انہیں دین کی اصل و اساس بنا کر ان پر عمل کی عمارت چنے وہ اہلحدیث ہے یعنی احسن الحدیث (قرآن) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا عامل اہل حدیث اہلسنت ہے۔

اہلحدیث محدث فرقہ نہیں!

یاد رکھنا چاہیئے کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں ہے کیونکہ یہ لقب کسی اُمتی کے نام کی طرف منسوب نہیں ہے۔ کسی رنگ، نسل، وطن، قومیت، اور شخصیت کو اس میں دخل نہیں۔ خدا کی بات (حدیثِ قرآن) اور رسُولِ پاک کی بات (حدیثِ رسولؐ) کے سوا کسی کی بات، رائے، قیاس، خیال اور نظریئے کو یہاں راہ نہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک صرف حکم خدا کا، اور اس پر عمل کرنے کے لئے طریقہٗ رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا کافی ہے۔ ان کے عقیدے میں اسلام صرف قرآن اور حدیث میں مکمل موجود ہے محدود ہے اور صحابہ رضہ سے لیکر آج تک کے مسلمان صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرنے کے لیے مامور ہیں۔

اہلحدیث کی ابتداء

صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرنے سے نہ تو کسی فرقے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے نہ کوئی دکان کھولی جا سکتی ہے، نہ ریستوران چلایا جا سکتا ہے۔ کوئی بانس نہیں کھڑا کیا جا سکتا کیونکہ محمود و ایاز کے لیے یہاں ایک ہی صف ہے۔ کسی شخصیت کو کسی رنگ میں بٹھانے اور

کمانے کی گنجائش نہیں - پھر جب اہلحدیث کتاب و سنت کے استدلال (اور زور سے) دین کی منڈی میں ہر قسم کی غیر جنس کی درآمد کو روکتے ہیں - صفرائے کراتی کو اعتدال پر لانے کے لیے معدلات استعمال کراتے ہیں - کشتِ اسلام سے احداث کی روئیدگی اکھاڑتے ہیں - بتوں پر کاری ضرب لگاتے ہیں - لات و منات کے دور میں وحدت کا گیت گاتے ہیں تو آذری کرنے والے فرقہ ساز عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ اہل حدیث تو ابھی کل پیدا ہوتے ہیں - ان کی باتیں مت سنو! یہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے منکر ہیں اور بے ادب[1] ہیں

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سورج تو ابھی کل معرض وجود میں آیا ہے، چاند کا وجود پچاس ساٹھ برس سے ہے؟ کوئی نہیں کہہ سکتا سنیئے سورج اس وقت سے ہے جب سے دن کا نام ہے، جب سے روشنی کا ظہور ہوا ہے - ایسے ہی جب سے چاندنی ہے اس وقت سے چاند ہے - اسی طرح جب سے خدا نے احسن الحدیث (قرآن) کو اتارا ہے اور جب سے رسولِ رحمت کا ظہور ہوا ہے، اہلحدیث اُس وقت سے ہیں: یعنی جب سے قرآن ہے اور رسولِ خدا کی حدیث ہے — اہلحدیث کا وجود اسی وقت سے ہے - اہلحدیث کے معنی ہیں حدیث پر ایمان اور عمل رکھنے والے تو جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہلحدیث ہیں - اگر قرآن اور حدیث کل نکلے ہیں: تو

---

[1] بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے بے ادبوں پر خدا کی پھٹکار - یہ حق گوؤں پر محض افترا ہے تاکہ لوگ کتاب و سنت کے فدائیوں اور مبلغوں سے نفرت کریں اور حق نہ سنیں - اور ان لوگوں کے "سمگل کے مال کی" دکانیں "قائم رہیں -

اہلحدیث بھی کل نکلے ہیں اور اگر قرآن اور حدیث رسولِ رحمت کے دور سے ہیں تو اہلحدیث بھی اسی دور ہمایوں سے چلے آرہے ہیں۔ اس چیز پر پڑھے لکھے حضرات سنجیدگی سے غور فرمائیں اور عوام دیانت داری سے سمجھنے کی کوشش کریں!

صحابہؓ اہلحدیث تھے!

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صحابہؓ حضرت انورؐ کی حدیثوں کے عامل تھے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ صحاح ستہ اور دوسری حدیث کی کتابوں میں جو حضورؐ کی ہزاروں حدیثیں ہیں، ان سب کے راوی صحابہؓ ہی ہیں۔ جب حدیثوں کے روایت کرنے والے — انہیں پھیلانے اور سارے جہان میں پہنچانے والے صحابہؓ ہیں تو کیا وہ اہلحدیث نہ ہوئے؟ اہل حدیث کے معنی ہیں: حدیثوں والے حدیثوں کے پڑھنے پڑھانے، آگے پہنچانے اور ان پر عمل کرنے والے! نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور دین و دنیا کے بے شمار مسائل کے متعلق حضورؐ کی حدیثیں ہی تو ہیں جن سے دین عبارت ہے بس ان حدیثوں سے واسطہ اور رابطہ رکھنے والے —

لہ یعنی اہلحدیث کے سوا جتنے مذہبی گروہ، فرقے، اماموں، مجتہدوں، بزرگوں اور اعاظم رجال کے ناموں سے منسوب ہیں یہ یقیناً دورِ قرآن و رسالت سے بعد نکلے ہیں۔ کوئی انکار کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کا کہ امتیوں کے مقلد کل پیدا نہیں ہوتے — ؟ بیشک یہ حقیقت ہے کہ تیسری یا چوتھی صدی سے پہلے ان کا نام و نشان نہ تھا۔

اسلام کو حدیث کے ذریعہ پہچاننے والے اور عمل میں لانے والے ۔ صحابہؓ حدیث والے ہیں !

ایک حدیث کے لیے مدینہ سے دمشق کا سفر

کثیر بن سعد کہتے ہیں کہ میں دمشق میں مسجد میں حضرت ابی درداؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس مَدِیْنَۃُ الرَّسُوْلؐ سے آیا اور کہنے لگا : اے ابودرداءؓ ! میں صرف اس لیے آپ کے پاس آیا ہوں کہ مجھے ایک حدیث پہنچی ہے جسے آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں (آپ سے بلا واسطہ سننے آیا ہوں) اس لیے یہ حدیث مفصل بیان فرمائیں) حضرت ابودرداءؓ نے کہا : وہاں ! وہ حدیث سنیئے) بیشک سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضورؐ نے فرمایا :

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلْمِ وَ اِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَآءِ وَ اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَآئِرِ الْكَوَاكِبِ وَ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَ اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَ اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ ؎

؎ (احمد ۔ ترمذی ۔ ابوداؤد ، ابن ماجہ ، دارمی)

تاجدارِ عالم بطحا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جو شخص علم (دین کا) حاصل کرنے کے لیے ایک راہ چلے اللہ اس کو بہشت کی راہوں میں سے ایک راہ[1] پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضامندی کے لیے فرشتے (رحمت کے) اپنے بازو رکھتے ہیں، اور (یہ تو طالب علم کا درجہ ہے اور عالم باعمل کا مرتبہ ہے) عالم کے لیے استغفار کرتے ہیں، جو کہ آسمان میں ہیں (فرشتے) اور جو زمین میں ہیں (جن و انس وغیرہ) اور مچھلیاں درمیان پانی کے اور بیشک عالم کی بزرگی عابد پر اسطرح ہے جسطرح چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر اور تحقیق علماء وارث ہیں پیغمبروں کے اور تحقیق نبی نہیں چھوڑ گئے ورثہ دینار اور نہ درہم اور سوائے اسکے نہیں کہ انہوں نے ورثہ چھوڑا ہے علم۔ پھر جس نے علم حاصل کیا اس نے لے لیا حصہ کامل۔"

غور کیا آپ نے ___ کہ ایک حدیث کے لیے اس شخص نے مدینہ سے دمشق تک سفر برداشت کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ حدیث کے شیدائی تھے اور ہوتے بھی کیوں نہ ___ جب کہ مذہب کا دارو مدار ہی حدیث[2] پر ہے

---

[1] یعنی طالب علم کے لئے جو راہ طے کیجاتی ہے دراصل وہ بہشت کی راہ طے کی جاتی ہے۔ تحصیل علم کا سفر بہشت کو پہنچاتا ہے۔ جو قدم اس راہ پر اٹھتا ہے وہ بہشت کی جانب اٹھتا ہے۔ مبارک ہو قرآن و حدیث کے طلبہ کو!

[2] اگرچہ قرآن اصل ہے مگر جب تک قرآن کا مطلب اور مفہوم حضرت انورؐ کی حدیثوں

بقیہ صفحہ ۳۰۷ پر

یقین کریں کہ حضورؐ کے صحابہؓ اہلحدیث تھے ، اہلسنت !

سُنّت اور حدیث

سُنّت : حضورؐ کی راہ ، روش ، عادت ، چلن اور طریقے کو کہتے اور حدیثوں میں حضرت رحمت للعالمینؐ کی یہی چیزیں بیان ہوتی ہیں۔ گویا حدیث کے علم سے آپ کی عادت ، راہ ، روش کا پتہ چلتا ہے ... حیاتِ پاک جس طرح گزری ہے ۔ اس کے طریقے معلوم ہوتے ہیں پھر لاکھوں رحمتیں ہوں ان صحابہؓ پر جنھوں نے احادیث کو بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے روایت کیا اور کروٹ کروٹ جنت دے خدا محدثین کو جنھوں نے ان انوار کو کتابوں میں جمع کرکے دین کی تحصیل سہل کر دی ہے ۔ اگر حدیثیں نہ ہوتیں تو حضورؐ کی راہ و روش کا کچھ پتہ نہ چلتا۔ یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں دو چیزیں دے چلا ہوں : اللہ کی کتاب اور اپنی سنت ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ اپنا عمل بالقرآن بھی تمہیں دے چلا ہوں ۔ یعنی سنت حضورؐ کا قرآن پر عمل ہے۔ احکامِ خداوندی کی بجاآوری کا طریقہ ہے ؛ یہ طریقہ ، حضورؐ کا عمل بالقرآن حدیثوں کے علم سے ظاہر ہوتا ہے ۔ تو پھر کتنا ضروری ہے یہ علم حدیث ـــ اور کتنا اہم ہے اس کا پھیلانا ۔ یہ وجہ ہے کہ حضرت انور فرماتے ہیں :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے نہ سمجھا جائے اس پر عمل نہیں ہو سکتا پس قرآن پر یعنے خدا کے احکام پر عمل کرنے کے لئے احادیث کا ہونا لازمی ہے ۔

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ ۔ (مشکوٰۃ)

"خدا اسے ہرا بھرا رکھے جس نے مجھ سے سنا کچھ (کوئی حدیث) پھر اسے (آگے) پہنچا دیا جیسے سنا اُس کو۔"

حدیثوں کو پھیلانے اور آگے پہنچانے والے کے لیے حضور دُعا مانگ رہے ہیں کہ خدا انھیں ہرا بھرا رکھے، تر و تازہ رکھے۔ حدیثوں کے پڑھنے پڑھانے، سننے سنانے اور ان کا شغل رکھنے والے اہلحدیث حضرت انور کی دعا کی برکت سے ہرے بھرے اور ایمان سے تروتازہ رہتے ہیں۔ آپ سب بھائیوں کو حضورؐ کی دعا میں شریک ہونے کے لئے حدیثوں سے محبت کرنی چاہیئے۔ انھیں پڑھنا اور آگے پہنچانا چاہیئے ۔ ان کی خوب اشاعت کرنی چاہیئے اور انہیں اپنا طور طریقہ، مذہب اور مسلک بنانا چاہیئے تاکہ آپ ہرے بھرے ہوں، تروتازہ رہیں!

صحابیؓ کی زبان پر لفظ اہلحدیث

حضرت علامہ خطیب بغدادیؒ ایک یگانہ روزگار محدث گزرے ہیں۔ آپ کی وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی۔ پانچویں صدی کے یہ امام حدیث اپنی مایۂ ناز کتاب "شرف اصحاب الحدیث" میں روایت ذیل لائے ہیں جو اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا أَبُوْسَهْلٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْجَهْمِ السَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْمُقْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ذَكْوَانَ

الاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيُّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَاَى الشَّبَابَ قَالَ مَرْحَبًا لِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُوَسِّعَ لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَ اَنْ نُفْهِمَكُمُ الْحَدِيْثَ فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا وَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا ۔ (شرف اصحاب الحدیث)

حضرت ابو سعید خدری صحابیٔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب حدیث کے نوجوان طالب علموں کو دیکھتے تو کہتے (نوجوانو!) تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارک ہو (مرحبا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم اپنی (علمی) مجلسوں کو تمہارے لئے کشادہ کریں اور تمہیں حدیثیں سمجھائیں (ہاں۔ہاں!) تم ہمارے خلیفے ہو، اور ہمارے پیچھے تم ہی اہلحدیث ہو۔"

نوجوان طالب علمو! تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہلحدیث ہو یہ الفاظ ہیں حضرت اکرمؐ کے ایک جلیل القدر صحابیؓ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے، اس سے پتہ چلا کہ خود حضرت ابوسعید خدریؓ بھی اپنے تئیں اہل حدیث کہلاتے تھے جبھی تو حدیث کے طالب علموں کو اپنے خلیفے اور اہلحدیث کہا، پھر فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا ـ بصیغہ جمع فرمایا کہ تم ہمارے خلیفے ہو۔ یہ صیغہ متکلم مع الغیر ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نہ صرف حضرت ابو سعید خدری رضؓ ہی اہلحدیث کہلاتے تھے بلکہ ان کے ساتھ سب صحابہؓ بھی اہلحدیث

کے معزز لقب سے سرفراز تھے اور طالب علموں کو بھی اہلحدیث کے لقب سے نواز کر اپنی خلافت تفویض کرتے تھے : وَاَهْلُ الْحَدِيْثُ بَعْدَ نَا ۔ اور تم ہی ہمارے بعد اہلحدیث ہو " معلوم ہوا کہ وہ خود بھی اہلحدیث تھے جو بعد والوں کو اہلحدیث کہہ رہے ہیں ۔

اہلحدیث کل پیدا ہوئے ؟

پھر جو لوگ کہتے ہیں کہ اہلحدیث کل پیدا ہوئے ، یہ خدا کا خوف کر کے تعصب چھوڑ کر بتائیں کہ حضرت ابو سعید خدری رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی کل پیدا ہوتے ہیں جو خود کو اور اپنے شاگردوں کو اہلحدیث کہتے ہیں ۔

آپ پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ احناف کی معتبر کتاب "حدائق الحنفیہ" میں ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے پوچھا کہ آپ اہلحدیث کیسے ہو گئے ؟ تو آپ نے فرمایا : **مجھے امام ابو حنیفہ رح نے اہلحدیث بنایا ۔** فرمائیے ! یہ حضرت سفیان[1] بن عیینہ رح بھی کل ہی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے امام ابو حنیفہ رح نے اہلحدیث بنایا ۔ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رح ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے جنھوں نے سفیان بن عیینہ رح کو اہلحدیث بنایا تھا ۔

اور خود حضرت امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں : اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِىْ (شامی) میرا مذہب صحیح حدیث ہے یعنی میں اہلحدیث

---

[1] سفیان بن عیینہ رح کوفہ کے رہنے والے ہیں ۔ پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ۔ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوتے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی ۔ آپ بڑے پایہ کے حدیث کے امام ہیں ۔

ہوں۔ کیا امام ابوحنیفہؒ بھی کل ہی ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث ہے۔

امام ترمذیؒ حضرت قرہ بن ایاس سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ مظفر و منصور رہے گا جو کوئی بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیگا۔ اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی"

اس کے بعد حضرت امام ترمذیؒ امام بخاری سے ان کے استاد امام علی بن زیدی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ مظفر و منصور جماعت کون سی ہے، لکھتے ہیں:

قَالَ محمد بن اسمٰعیل قال علی بن المدینی ھم اصحاب الحدیث۔

امام محمد بن اسمٰعیلؒ بخاری کہتے ہیں کہ (میرے استاد) علی بن مدینی نے فرمایا کہ وہ مظفر و منصور جماعت اہلحدیث ہے

حضرت امام بخاریؒ اور ان کے استاد علی المدینی بھی کل ہی ہوئے ہیں۔ جن کی زبان پر اَھْلِ حَدِیث کے الفاظ ہیں۔

جس حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی" اس کے متعلق حضرت امام احمدؒ[1] بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اِنْ لَّمْ یَکُوْنُوْا اَصْحَابَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ ھُمْ۔ اگر (یہ جماعت) اہلحدیث نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں۔ (فتح الباری۔ شرف اصحاب الحدیث)

---

[1] امام احمد بن حنبلؒ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

امام احمد ابن حنبلؒ کو تو گیارہ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا : کہ انہوں نے جماعت اہلحدیث کا ذکر فرمایا تھا۔ یہ بھی کل کی بات ہے ؟

مقدمہ ابن خلدون فصل فی علم الفقہ میں علامہ ابن خلدونؒ صحابہؓ کے بعد کے زمانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ان میں فقہ دو طریقوں میں منقسم ہو گئی۔ اہلِ رائے و قیاس کا طریق اور وہ اہلِ عراق ہیں اور اہلحدیث کا طریق ، اور وہ اہلِ حجاز ہیں "

علامہ خلدونؒ جو اہلِ حجاز کو اہلحدیث فرما رہے ہیں۔ یہ بھی کل کی بات ہے؟

شامی شرح درمختار میں ہے کہ قاضی ابوبکر جوزجانی کے عہد میں ایک حنفی نے اہلحدیث سے اس کی لڑکی کا رشتہ مانگا۔ الفاظ یہ ہیں :

ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃؒ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ۔

تو اس اہلحدیث نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) پڑھا کرے اور رکوع کے وقت رفع الیدین بھی کیا کرے ۔ ونحو ذالک اور اسی طرح (دوسرے مسائل بھی اہلحدیث کی طرح کیا کرے) فاجابہ فزوجہ۔ پس اس (حنفی) نے یہ بات منظور کر لی اور اہلحدیث نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی۔

یہاں تو تیسری صدی میں اہل حدیث کا ذکر خیر موجود ہے ، پھر وہ لوگ کتنے متعصب اور کس قدر غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ اہل حدیث تو نیا فرقہ ہے ، ابھی کل پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہو گیا ہے کہ صحابہؓ اہلحدیث تھے اور اس وقت سے لے کر آج تک اہل حدیث چلے آرہے ہیں اور یہی سب سے قدیمی ہیں۔ یعنی قرآن اور حدیث

کے وقت سے ہیں جبکہ احناف و شوافع کا نام و نشان نہ تھا۔
دیکھیئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ بھی اہلحدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ۔

"پس اہلِ بدعت کی نشانی اہلحدیث کی بدگوئی کرنا ہے"۔ (غنیۃ الطالبین)

غور کریں کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ بھی اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ اہل حدیث کو بُرا کہنے والوں کو بدعتی فرماتے ہیں۔

آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ وَّهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ

"اور (سنو!) ان کا صرف ایک ہی نام ہے کہ وہ اہلحدیث ہیں"۔ (غنیۃ الطالبین)

علامہ تفتازانی رحمہ تلویح شرح توضیح جلد دوم میں فرماتے ہیں:

وَعَلَيْهِ عَامَّةُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالشَّافِعِيَّةُ

"اور اسی پر ہیں عام اہل حدیث اور شافعیہ بھی"۔

دیکھئے کتب فقہ میں بھی اہلحدیث کا ذکر موجود ہے، پھر تسلیم کرو کہ یہ مسلک حدیث حضورؐ کے وقت سے آجتک چلا آرہا ہے۔

مسلمانے بھائیو! تفرقہ پرداز لوگوں سے بچو۔ فرقہ بندی چھوڑ دو! اہلحدیث یعنی حدیث والے بن جاؤ۔ جو لوگ آپ کو حدیثوں سے نفرت دلاتے ہیں وہ آپ کے خیرخواہ نہیں ہیں۔ غور کرو کہ ان کے دل میں حضرت انورؐ کی کہاں تک محبت ہے جو حدیثوں سے مسلمانوں کو دور ہٹاتے ہیں۔ بھائیو! آنکھیں کھولو! سوچو سمجھو! حدیثوں پر عمل کرو اور ایمان

کا مزا پاؤ۔

حضرت ابوبکر بن ابوداؤد سجستانی محدث ارشاد فرماتے ہیں :

رَأَیْتُ فِی النَّوْمِ اَبَا هُرَیْرَةَ وَ اَنَا بِسِجِسْتَانَ وَ اُصَنِّفُ حَدِیْثَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ اَنَا اُحِبُّكَ فَقَالَ اَنَا صَاحِبُ الْحَدِیْثِ كَانَ فِی الدُّنْیَا ۔ (اصابہ)

میں سجستان میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی حدیثیں جمع کر رہا تھا کہ مجھے ان کی خواب[1] میں زیارت ہوئی ۔ میں نے کہا (اے حضورؓ) مجھے آپ سے محبت ہے ۔ آپ نے فرمایا (کیوں نہ ہو) کہ میں دنیا میں اہلحدیث تھا ۔"

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا لاکھ

---

[1] حضرت ابوبکر بن داؤد کا یہ خواب ہم نے اہلحدیث اور مذہب اہلحدیث کی تائید میں پیش کیا ہے ۔ غور کریں کہ جب حضورؐ نے خود اپنی حدیثوں اور سنتوں کو مضبوط پکڑنے اور آگے پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے تو حضرت ابوہریرہؓ یقیناً حضورؐ کے فرمان کے مطابق حدیث کے عامل اور مبلغ تھے ۔ اس لئے اہلحدیث ہوئے ۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر بن داؤد کا یہ خواب سچا ہے ۔ اس لئے ہم نے بطور تائید بیان کیا ہے نہ کہ اساساً یا حجۃً! ہاں تو یاد رہے کہ قرآن اور حدیث کی صریح دلیل کے خلاف نہ کوئی خواب صحیح ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے دلیل یا تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے مثلاً صحیح حدیث ہے ۔ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ۔ (بخاری ، مسلم ۔ الحمد شریف کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی") اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے فلاں بزرگ خواب میں ملے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیئے تو یہ خواب حضور انورؐ کی حدیث کے خلاف ہونے کے سبب نہ دلیل ہو سکتا ہے نہ تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے ۔ (محمد صادق)

سے زاید اصحاب تھے رضی اللہ عنہم۔ یہ سب حضور پُر نور کے اقوال و افعال یعنی حدیثیں بیان کرنے اور ان پر عمل کرنے والے تھے۔ حضور کا عام حکم ہے: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً: میری طرف سے پہنچا دو خواہ میری ایک حدیث ہی ہو۔" (مشکوٰۃ)

جب صحابہؓ حدیثوں کے بیان کرنے، سنانے اور آگے پہنچانے والے تھے تو کیا وہ سب کے سب اہل حدیث نہ ہوئے اور انکا مذہب حدیث نہ ہوا؟ کیوں نہیں کہ کتب حدیث کے اندر حدیثوں کے راوی صحابہؓ ہیں۔ حدیثیں پڑھنی، پڑھانی، سنانی اور آگے پہنچانی انکا شغل تھا۔ پھر وہ ضرور ضرور حدیث والے ـــ اصحاب الحدیث ـــ اہلحدیث تھے! کیا صحابہؓ کی پیروی میں آپ امتیوں کی نسبتوں کو خیرباد کہہ کر حدیث والے بننے کو تیار نہیں؟ فرمایئے: ہم ضرور ضرور حدیث والے ہیں، اور حدیث ہی پر تا زیست عمل کریں گے۔

آپ اپنے ایمان سے پوچھ کر بتائیں کہ کیا آپ حنفی کہلا کر خوش ہوتے ہیں یا اہلحدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر ایمان اور عمل رکھنے والے کہلا کر؟ ـــ غور فرمائیں کہ ایک شخص حنفیت کو نہیں مانتا ـــ

---

[1] مقلد حنفی کہلانے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول ماننے پڑتے ہیں اور اہلحدیث کہلانے میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر عمل کرنا پڑتا ہے پہلی صورت میں نسبت ایک غیر معصوم امتی کی طرف ہے اور دوسری صورت میں نسبت معصوم رسول حضرت رحمت للعالمینؐ کی طرف ہے جنکی اطاعت خدا نے امت پر فرض کی ہے اور جنہوں نے قیامت کو خدا کی اجازت کے بعد شفاعت کرنی ہے اب آپ سوچکر بتائیں کہ آپ حنفی ہیں یا محمدی اہلحدیث (محمد صادق)

آپ اُسے کہہ سکتے ہیں کہ تم مسلمان نہیں ہو؟ ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ صحابہ رضہ تابعین اور تبع تابعین خود کو حنفی نہیں کہتے تھے اور باوجود حنفی نہ ہونے کے اعلیٰ درجہ کے مسلمان مانے جاتے تھے اور ان کی مسلمانی ساری امت کے لیے ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں حدیث رسولؐ کو نہیں مانتا، تو وہ یقیناً مسلمان نہیں رہتا۔ معلوم ہوا: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ ہونا خدا کے حکم کی چیزیں نہیں ہیں اور نہ خدا رسول کے مقرر کردہ مذہب ہیں۔ ہاں دین اور مذہب حدیث ہے جو احسن الحدیث اور رسول خدا کی حدیث پر مشتمل ہے۔

مُنکرِ حدیث مسلمان نہیں!

منکرِ حدیث ایمان بالقرآن کے ہزار دعوے کرے، سب بیکار ہیں:

قرآن کہتا ہے: وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ۔

"اور جو قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ دے تم کو رسولؐ پس پکڑ لو اس کو"

ثابت ہوا کہ قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ حضرت انورؐ کے قول و فعل سے حاصل ہوتا ہے اور قول و فعل حدیث ہے، پس بغیر حدیث کے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ پھر جو شخص حضرت انورؐ کے عمل بالقرآن یعنی حدیث کا انکار کرتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ افسوس! منکرینِ حدیث حضورؐ کو محض ڈاکیہ کا درجہ دیتے ہیں (استغفراللہ) کہ جیسے ڈاکیہ چھٹی دیکر چلا جاتا ہے۔ اسے چھٹی کو کھولنے، سنانے اور پڑھنے سے کوئی سروکار نہیں، ایسے ہی معاذاللہ رسولِ خدا چھٹی (قرآن) دے کر چلے گئے ہیں اب اُمت

جاننے اور چھٹی"۔ امت خود چھٹی کھولے، پڑھے، سمجھے اور عمل کرے۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ (پ ع)

"بیشک خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا جب بھیجا ان میں پیغمبر ان کی جنس سے، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور (کتاب کی) سمجھ۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا کے برگزیدہ ایلچی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی چھٹی کو کھولا، پڑھا۔ لوگوں کو سنایا۔ سمجھایا، اور اس کی کماحقہٗ تعلیم دی اور اس تعلیم سے ان کو شرک اور رذائل کی گندگی سے پاک کیا: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کے حکم خداوندی کی تعمیل سے سارے قرآن پر خود عمل کیا اور لوگوں کو اپنے عمل کے ساتھ قرآن پہنچایا: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کا مطلب ہی یہ ہے کہ خدا کا حکم مانو، رسولِ خدا کی تابعداری کر کے، یعنی رسولِ خدا کے عمل بالقرآن کو اپنا کر خدا کے قرآنی احکام بجا لاؤ: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ کے ذریعہ خدا نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ جس نے رسول ؐ کی تابعداری کی، اس نے اللہ کا حکم مان لیا۔ حضور ؐ کی اطاعت میں خدا کی حکم برداری ہے پھر آپ خوب سمجھ لیں کہ حضور ؐ کا عمل بالقرآن (احادیث وسنن) واجب العمل ہیں۔ جس نے حدیث کے مطابق قرآن پر عمل کیا، خدا وہی عمل قبول کرے گا۔ غیر مسنون اعمال ہرگز قبول نہیں ہوں گے۔ یہ ہے اہمیت حدیث!

اہلحدیث ہونے کی دعوت!

آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کو بحیثیت ایک فرقہ کے اہلحدیث بننے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اچھی طرح یاد رکھیں کہ اسلام میں فرقہ بندی نہ صرف منع ہے بلکہ ایک عذاب ہے جس کی تردید ہم گذشتہ اوراق میں کر آئے ہیں۔

یاد رہے کہ بطور عالمگیر جماعت کے ساری اُمت اصُولاً اہلحدیث ہے ہر شخص جو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے اور اُنکی اطاعت فرض جانتا ہے : اہلحدیث ہے! پس ہم آپ کو حدیث کے قائل، عامل اور مبلغ دیکھنا چاہتے ہیں۔ حدیث پر کٹ مرنے والے، حدیث والے بنانا چاہتے ہیں۔ زندگی کے گوشہ گوشہ میں حدیثِ مصطفٰےؐ کو جاری و ساری کرنے کرانے والے اہلحدیث پانا چاہتے ہیں۔ آپ کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات، صدقات، تمام عقاید و اعمال — چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، مرنا، جینا، شادی، غمی — تمدنی، معیشی، معاشرتی اور اخلاقی قدریں سن شعور سے لے کر موت تک سارا مرورِ حیات حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھ کر آپ کو اہل سنت، اہلحدیث کے معزز لقب سے نوازتے ہیں۔

کس قدر جگر خراش منظر ہے کہ ہم اپنے آپ کو مذہب کے ماحول میں سینکڑوں رنگوں، مقاموں، اماموں، بزرگوں اور شخصیتوں کیطرف منسوب کر کے خوش ہوتے اور فخر کے ساتھ نام کے آگے اس نسبت کو لکھتے ہیں۔ لیکن رونے کا مقام ہے کہ جناب سید الکونین والثقلین —

سید العرب والعجم، پیغمبر انس و جن، ہادی بحر و بر، سرورِ کائنات رسولِ رب العالمین کے پاک نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قول و فعل (حدیث) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے محمدی یا اہلحدیث کہلاتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے اور ہم ہچکچاتے ہیں۔ اتنے دُور ہو گئے ہیں ہم اپنے شافعِ روزِ جزا سے۔ یا اتنا دور کر دیا ہے ہم کو ہمارے علماء و مشائخ نے، امت کے "بزرگوں" اور "اماموں" نے اور شخصیت پرستی کرنیوالوں نے ؎

نمود روئے تو گلہائے باغ راچہ کنم
چو آفتاب برآمد، چراغ را چہ کنم

فرمایئے! کون ہیں آپ کے رسولؐ؟ کہیئے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (پ۲۶) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم!—

کس کا قول و فعل — اطاعت، آپ پر خدا نے فرض کی ہے؟— فرمایئے!...

اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (پ۵) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اور حضورؐ ہی کے قول و فعل (سنت اور حدیث) پر عمل کرنا خدا نے فرض کیا ہے

جب یہ حق ہے تو پھر حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، یعنی حدیث کیطرف خود کو منسوب کرنا کیونکر باعث حجاب ہو گیا ؎

ترا اے قیس کیونکر ہو گیا سوزِ دروں ٹھنڈا
کہ لیلیٰ میں تو ہیں ابتک وہی انداز لیلائی

ذرا جرأت اور اخلاقی جوانمردی سے کام لیں اور کہہ دیں اپنے آپکو اہلحدیث بطور عقیدہ و عمل کے نہ بطور فرقہ کے!

جب ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خدا نے ہم پر صرف حضورؐ ہی کی اطاعت فرض کی ہے۔ حضورؐ کے سوا سب امتی ہیں۔

وہ صحابہؓ ہوں، تابعینؒ، تبع تابعین، فقہاء، اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین ہوں یہ سب حضورِ انورؐ ہی کے اقوال وافعال کے مبلغ ہیں۔ بَلِّغُوْا عَنِّیْ: کے ذریعہ حضورؐ نے ان سب کو حکم دیا ہے کہ میری حدیثوں اور سنتوں کو آگے پہنچاؤ، پھیلاؤ، پھر حدیثوں اور سنتوں کو آگے پہنچانے، پھیلانے، اور ان پر عمل کرنے والے یہ سب حدیث والے ہوئے اور جن کو احادیث نبویؐ پہنچیں، انہوں نے قبول کیں اور ان پر عمل کیا، یہ بھی حدیث والے ہوئے۔ جب حدیث اور سنت کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کوئی عقیدہ درست نہیں، کوئی عمل قبول نہیں، کوئی راہ سیدھی نہیں تو پھر کیوں نہ ہم اپنا مذہب قرآن وحدیث ٹھہرائیں!

اصحاب الحدیث کے حق میں حضرتِ انور کی دُعا

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ: حضورؐ پُرنور نے فرمایا۔ اے اللہ میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ حضور! آپ کے خلیفے کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا جو میرے بعد آئیں گے، میری حدیثیں روایت کریں گے، اور انہیں لوگوں کو سکھائیں گے۔ (شرف اصحاب الحدیث)

گویا حضورؐ حدیث پڑھنے، پڑھانے، سنانے، سمجھانے اور پھیلانے والوں کو اپنے خلیفے۔ نائب فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنا مرتبہ ہے، اہل الحدیث کا! اور پھر اپنے خلیفوں کے حق میں اللہ کی جناب میں دست بدعا ہیں: اے اللہ! میرے خلیفوں پر رحم کر! یہ مستجاب دعا حضورؐ کی حدیث والوں کے حق میں ہے۔ چنانچہ صاف فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ۔ میرے خلیفے میری حدیثوں کو روایت کرنے والے ہیں۔

پس جو لوگ حضورؐ کی حدیثوں کو پڑھاتے ہیں، سنتے سناتے ہیں اور ان کی اشاعت کرتے ہیں، وہ حضورؐ کی دعائے مستجاب میں شریک ہیں۔ حضورؐ کی دعا انکے حق میں ہے۔ مبارک ہو حدیث والوں کو حضورؐ کی مستجاب دعا۔

قیامت تک حق پر رہنے والی جماعت

آپ گذشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا بنی اسرائیل میں بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے اور وہ نجات پائیگی اور اس نجات پانے والی جماعت کے متعلق فرمایا :

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ (شرف اصحاب الحدیث ۔ ترمذی)

"میری اُمت میں سے ایک جماعت مظفر و منصور ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔ ان کے مخالف قیامت تک ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔"

یہودی سارے ہی فرقے بندی کے سبب تباہ و برباد ہو گئے، ان میں کوئی جماعت بھی حق پر نہ رہی۔ ان کے مولوی اور پیر سب کو لے ڈوبے لیکن امت محمدیہ میں جہاں بخبرِ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بہتر فرقے ہو جائیں گے وہاں ایک جماعت تا قیامت حق پر ثابت رہے گی، مظفر و منصور رہے گی، توحید کا جھنڈا پکڑ کر حدیثوں اور سنتوں کی مشعلوں کو روشن رکھے گی۔ باطل فرقوں کی گمراہی سے عامۃ المسلمین کو بچائے گی۔ خالص قرآن اور حدیث کو پھیلائے گی، کوئی انہیں

مٹا نہ سکے گا ـــ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کی شاہراہ پر تا صور اسرافیل گامزن رہیگی - یعنی حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہود کی طرح میری ساری کی ساری امت نہیں بگڑ جائے گی بلکہ میری امت میں ایک جماعت ضرور حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک حق کی نشر و اشاعت کرتی رہے گی۔

اب اس جماعت کو حضورؐ کی نشاندہی کے مطابق انصاف سے پہچانو ! حضور نے فرمایا ہے : مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ : وہ جماعت میرے اور میرے صحابہؓ کے طریق پر ہوگی - اس نشان دہی سے صاف پتہ چل گیا کہ وہ نجات پانے والی جماعت صحابہؓ کے طریق پر ہوگی ـــ اور صحابہؓ کا طریق صرف حضورؐ کی سنت اور حدیث پر عمل کرنا تھا پس آج تعصب چھوڑ کر پہچان لو اس جماعت کو جو صرف قرآن اور حدیث پر چلنے کی دعوے دار ہے جو بغیر کسی کی تقلید جامد کے بالراست صحابہؓ کی طرح حدیث کو مانتی ہے اور اس پر عمل کرتی ہے - حضور کے فرمان کے مطابق قیامت تک حق پر قائم رہنے والی یہی ناجی جماعت ہے چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جیسے کہ پیچھے گزرا -

اِنْ لَّمْ یَکُوْنُوْا اَصْحَابَ الْحَدِیْثِ فَلَا اَدْرِیْ مَنْ ھُمْ
(شرف اصحاب الحدیث)

ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اگر اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں "

علامہ خطیب بغدادیؒ کی کتاب " شرف اصحاب الحدیث " میں مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی موجود ہیں :

امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں : (جو جماعت قیامت تک حق پر رہیگی ، اس سے مراد اہلحدیث ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں : اہلحدیث زمین پر خدا کے دین کے نگہبان ہیں ۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں : مَنْ یَعْتَقِدُ مَذْھَبَ اَھْلَ الْحَدِیْثِ ہمیشہ حق پر قائم رہنے والی وہ جماعت ہے جو مذہب اہلحدیث کی پابند ہے ۔"

حضرت امام ابن المبارکؒ فرماتے ہیں : ھُمْ عِنْدِیْ اَصْحَابُ الْحَدِیْث : میرے نزدیک یہ (لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ الخ) لوگ اہلحدیث ہیں ۔"

حضرت امام احمد بن سنانؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ وہ جماعت اہلحدیث ہے ۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ جس جماعت کے متعلق حضورؐ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ حق پر رہے گی اس سے مراد جماعت اہل حدیث ہے۔

حضرت امام بخاریؒ کے استاد علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مظفر، منصور ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اہلحدیث[1] ہے ۔ (شرف اصحاب الحدیث)

ان تصریحات کے ایراد سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو یقین آجائے کہ حضورؐ اور حضورؐ کے صحابہؓ کے طریق پر چلنے والی ، قیامت تک حق پر

---

[1] دیکھیں ص۳۲۴ پر

قائم اور ثابت رہنے والی جماعت صرف حدیث والوں کی جماعت ہے اور آپ بھی عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے حدیث والے بن جائیں ـــــ تمام "پیوندی ذرائع" چھوڑ کر سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں آجائیں اور مصطفیٰ کی گفتار کے ہوتے ہوئے کسی کے قول و کردار کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔ "کالی کملی" کے سوا تمام جمود بر دوش تقلیدی "بھورے" پھاڑ دیں۔ "پٹے" حلق سے اتار دیں۔ "بندے" دریا برد کر دیں ـــــ اور فرقہ وارانہ نسبتیں[1] بھی مٹا دیں کہ آپ نے پڑھا ہوا ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے:

کہ عبادت خدا کی اور اطاعت مصطفیٰ کی ہے۔ یعنی خدا کی خالص عبادت

(نوٹ صفحہ گذشتہ) بار بار اہلحدیث کا نام پڑھ کر آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کو کسی نئے فرقے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اہلحدیث ہرگز کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور کی حدیث پر عمل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ پس صحابہ کی طرح ہم آپ کو سنت اور حدیث پر عمل کرنے والے بنانا چاہتے ہیں۔ بندھنوں سے آزاد کرا کر حضور انور کے قول و فعل کے پابند کرانے کے خواہاں ہیں۔ یاد رکھیں کہ فرقے حضورؐ کے بعد نکلے ہیں۔ سنت اور حدیث بعد کی چیز نہیں ہے اور نہ سنت اور حدیث کے عامل بعد کے ہیں۔

[1] نسبتوں سے ہماری مراد وہ نسبتیں ہیں جو عقائد و اعمال میں شخصیتوں کی اندھی اور جامد تقلید کا موجب ہیں! منہ

رحمتِ عالم کے طریقہ کے مطابق کرنی چاہیئے کہ معبود برحق کی حکم برداری حضورؐ سید ولدِ آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں بجا لائی جائے حضورؐ کے طریقہ کے سوا کسی کا طریقہ درخورِ اعتنا نہ مانا جائے ۔ حضورؐ پُر نور فرماتے ہیں :

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

تمام باتوں سے بہتر بات خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے ۔"

یعنی خدا تعالےٰ کے کلام سے کوئی کلام بہتر نہیں ہے ۔ اس لیے اس کا کلام قرآن مجید ہی دراصل قابلِ عمل ہے ۔ احکم الحاکمین کے نازل کردہ دستور اور قانون کے مطابق ہی زندگی گزارنی لازم ہے کہ اسی خالق، مالک رازق اور شاہنشاہِ لازوال کا حکم ہی انسانی زندگی پر لاگو ہے ۔ اب خدا کے کلام، ارشاد اور حکم پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے : خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ۔ کلامِ الٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے کوئی بہتر نہیں ہے ۔

گو شمع میارید وریں بزم کہ امشب
درمجلسِ ما ماہ رُخِ دوست تمام است

جب ثابت ہوا کہ طریقۂ رسولؐ کے سوا کوئی بہتر طریقہ نہیں — اور حضورؐ کے طریقے کے سوا کسی اور طریقے کو اختیار کرنے کی خدا کی طرف سے اجازت نہیں تو پھر جو شخص حضورؐ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے سوا عقاید و اعمال میں کوئی اور طریقہ اختیار کرتا ہے وہ یقیناً

فرقہ بندی کی راہ پر چلتا ہے۔ وہ سبیلِ رسول پر نہیں ہے۔ سبیلِ رسول پر صرف حدیث والا ہی ہو سکتا ہے۔ کہاں احادیث اور کہاں احادیث کے مقابلہ میں اقوالِ اُمتیاں۔ مسلمان بھائیو! "جواھراتِ" چھوڑ کر کیوں "خرمہرے" لیے پھرتے ہو ؎

باغِ مرا چہ حاجتِ سرو و صنوبر است
شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر است

اصحابُ الحدیث کا حشر کے دن مرتبہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ جَآءَ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ مَا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَمَعَھُمُ الْمَحَابِرُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ کُنْتُمْ تُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ ۝

(جواہر الاصول تاریخ خطیب از محدث خطیب بغدادی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حشر کے روز اہلحدیث خدا کے حضور اپنی دواتوں سمیت (جن سے احادیث نبوی لکھا کرتے تھے) حاضر ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو فرمائے گا اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ — تم اہل حدیث ہو۔ تم (حدیثوں کو لکھتے پڑھتے اور سناتے وقت) میرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے تھے۔ جاؤ جنت میں داخل

ہو جاؤ۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

مسلمان بھائیو! بہنو! اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھو، حدیثوں پر عمل کرو، ان کو سر آنکھوں پر رکھو، جان سے عزیز جانو، اور حدیثوں کے عمل کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لو۔ سچے اہل حدیثوں ــ عاملوں کی طرح زندگی گزارو، بڑی طیّب اور پاک زندگی بسر کرو۔ حلال کھاؤ، پیو، پہنو، سچ بولو، عقاید اور اعمال کی تمام تاریکیوں کو حدیثوں کے اُجالے سے کافور کرو۔ حدیث والے بن کر شاہراہِ رسولؐ پر تازیست گامزن رہو، یاد رکھو! کہ ہدایت کی قندیلوں سے ایسی روشن راہ کہیں بھی آپ کو نہیں مل سکے گی ؎

نکہتِ زلف سے کم مرتبۂ مشک ہوا
شرم سے ناف میں آہو کے لہو خشک ہوا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نعرۂ حق!

اہلسنّت والجماعت اہلحدیث ہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کے علم و فضل اور زہد و ورع کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور آپ کی ذات احناف اور اہل حدیث میں یکساں عزت اور مرتبہ کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ نجات

پانے اور تا قیامت حق پر رہنے والی مظفر و منصور ۔ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ کی روشن راہ پر چلنے والی جماعت کے متعلق آپ اپنی مایۂ ناز کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ ضد اور تعصب چھوڑ کر ایمان کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں :

وَ اَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ؕ
(غنیۃ الطالبین)

"اور لیکن نجات پانے والا (حق پر ثابت) گروہ اہل سنت و الجماعت ہے"۔

آگے آپ اہلسنت والجماعت کو فرقہ بندی سے بالا بتاتے ہوئے فرماتے ہیں : فَاَهْلُ السُّنَّةِ طَآئِفَةٌ وَّاحِدَةٌ (غنیۃ الطالبین)

"پس اہلسنت ایک ہی گروہ[1] ہے"۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کیسا دیانت داری سے سچا فیصلہ ۔ عین حدیث کے مطابق کیا ہے کہ اہل سنت ایک ہی گروہ ہے ۔

---

[1] سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ناجی گروہ اہلسنت والجماعت کو قرار دیا ہے ۔ صحابہؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے نیک زمانوں کے بعد نکلے ہوئے کسی فرقے کا نام نہیں لیا اور اہل سنت والجماعت کی آپ نے شناخت بھی بتادی ہے فرماتے ہیں : اَلسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (غنیۃ الطالبین) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سنت کہتے ہیں اور صحابہؓ کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں ۔ بس مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ کی راہ پر چلنے والے ۔ قرآن اور حدیث کو بالراست صحابہؓ کے طریق پر بجالانے والے اہسنت والجماعت ہوئے ۔

فرقے بندی سے بالا، صحابہؓ کی طرح ایک ہی جماعت ہے۔ اب اس طائفہ واحدہ ـــ ایک جماعت کی مزید وضاحت فرماتے ہیں، اور پہچان بتاتے ہیں:

وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ (غنیۃ الطالبین)

"اور وہ اہل حدیث ہے۔"

بیا ساقی نوائے مرغزار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد

ناظرین کرام! غور فرمائیں ـــ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت والجماعت صرف **اہلحدیثؒ کو فرما رہے ہیں**۔ تین صدیوں کے بعد جتنے فرقے آج تک ہوئے ہیں، ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا۔ اگر ناجی اہلسنت والجماعت کسی کو کہا ہے تو اہلحدیث کو کہا ہے ؎

در مجلس ما عطر میامیز کہ جاں را
ہر لحظہ بہ گیسوئے تو خوشبوئے مشام است

برادرانِ احناف کو اخلاقی جرأت کر کے ایمان کا سہارا لیکر حضرت شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق اپنا مذہب حدیث اختیار کر لینا چاہیئے۔ اہلسنت، اہلحدیث بن جانا چاہیئے ـــ سبیلِ رسولؐ پر چلنے ـــ

لہ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ جیلانیؒ اہلحدیث تھے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اہلسنت گروہ اہلحدیث ہے۔

صحابہؓ کا مذہب رکھنے والوں — اصحاب الحدیث میں شامل ہو جانا چاہیئے ۔ جن بھائیوں کا حضرت شاہ جیلانی رح پر بڑا اعتقاد ہے ؛ اور جو انھیں بزرگ اور بڑے ولی اللہ سمجھتے ہیں وہ ان کے فرمان کی بھی قدر کریں ، ان کی بزرگی کے ساتھ ان کے ارشاد کو بھی مانیں کہ آپ فرما رہے ہیں :

" نجات پانے والا گروہ اہلسنت والجماعت ہے — اور اہلسنت ایک ہی گروہ ہے "

اور وہ **اہلحدیث** ہے ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی ولایت کو برحق جاننے والے بھائیو ! کبھی حدیث والوں کو برائی سے یاد نہ کرنا ۔ یہ حدیث کوئی اہلحدیث کی گھر کی چیز نہیں ہے بلکہ ہمارے اور آپ کے اور سارے جہان کے رسول سید الکونین والثقلین حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہیں جنکی عزت و قدر کرنا اور ان پر عمل کرنا سب پر فرض ہے ۔ حضرت شاہ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر سب حدیث والے بن جاؤ ۔ للّٰہیت کے کے ماحول میں انصاف کی راہ اختیار کرو [1]

---

[1] سچا مرید اور مخلص تابعدار وہ ہوتا ہے جو اپنے پیر و مرشد کے (مدلل) کہنے پر چلے جب شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت والجماعت صرف اہل حدیث کو کہا ہے ۔ اور کسی فرقے کو نہیں کہا تو شاہ صاحب کے سب معتقدوں اور عقیدتمندوں کا فرض ہے کہ جناب پیر حقانی کی بات مان کر اپنا مذہب : مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي ؓ اختیار کر لیں ۔ صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے اہل حدیث بن جائیں ! آپ کی خیرخواہی کے لئے درد دل سے اپیل ہے ۔

ہے طلسمِ دہر میں صد حشر پاداشِ عمل
آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہیں

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے فرمان سے:

اہل بدعت کی پہچان!

حضرت شاہ جیلاں ارشاد فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ لِاَهْلِ الْبِدَعِ عَلَامَاتٍ يُعْرَفُوْنَ بِهَا (غنیۃ الطالبین)

اور یاد رکھو کہ بدعتیوں کی کئی نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔"

آگے آپ بدعتیوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتاتے ہیں:

فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِىْ اَهْلِ الْاَثَرِ (غنیۃ الطالبین)

"پس نشانی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں"

حضرت پیر جیلانی رحمہ نے اہلِ اثر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اہلِ اثر کے معنی اہل حدیث کے ہیں۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ کرتے ہوئے علامہ عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی اہلِ اثر کا ترجمہ اہلحدیث کرتے ہیں ــــ اس طرح:

فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِىْ اَهْلِ الْاَثَرِ۔

"پس نشانِ اہلبدعت عیب کردن است در اہلحدیث۔"

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی)
از علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی

بدعتی اہلحدیث کو برا بھلا کہتے ہیں :

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے کتنی خدا لگتی کہی ہے۔ اظہار حق میں کتنا بیباک قدم اٹھایا ہے۔ بلا خوف لومۃ لائم علی الاعلان فتویٰ دیا ہے کہ اہلحدیث کو برا کہنے والے، ان کی بدگوئی اور عیب جوئی کرنے والے بدعتی ہیں — یعنی پہچان ہی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔

اہلحدیث کو برائی سے یاد کرنے والے بھائیو! گوش ہوش سے سن لو کہ شاہ جیلانی رح اہلحدیث کو برا کہنے والوں کو بدعتی فرماتے ہیں۔ آئندہ توحید کے پروانوں اور حدیث و سنت کے شیدائیوں کو کبھی برائی سے یاد نہ کرنا بلکہ ان سے محبت کرنا اور خیر خواہی سے پیش آیا کیونکہ یہ لوگ صحابہؓ کی روش پر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں اور تمام امت کے بزرگوں، ولیوں اور اولیاء اللہ کا ادب و احترام بجا لاتے ہیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے جو اہلحدیث کی برائی کرنیوالوں کو بدعتی کہا ہے۔ یہ بدعت کا فتوے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعتی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں : غور سے ملاحظہ فرمائیں

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَّ لَا صَلٰوةً وَّ لَا صَدَقَةً وَّ لَا حَجًّا وَّ لَا عُمْرَةً وَّ لَا جِهَادًا وَّ يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ ؕ (ابن ماجہ)

خدا تعالےٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، اور نہ زکوٰۃ وخیرات اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی (دائرہ) اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ہوئے

آٹے سے نکل جاتا ہے۔"

ناظرین! دیکھا آپ نے کہ بدعتی خدا تعالیٰ کے نزدیک کتنا مردود ہے کہ اس کا کوئی عمل تک قبول نہیں ہوتا۔ پھر یاد رکھیں نہ آپ کبھی کوئی کام[1] بدعت کا نہ کرتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح بدعتیوں کے کاموں سے ایک کام یہ بتاتے ہیں کہ وہ اہلحدیث کی برائی کرتے ہیں۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے یہ بالکل حق کہا ہے۔ غور کریں کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں اور حدیثوں پر عمل کرنے والوں کو بُرا جانیں وہ بدعتی نہیں تو اور کون ہو سکتے ہیں؟ بے شک حضور رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ـــ احادیث وسنن کو بُرا جاننا، ان سے نفرت کرنا، چڑنا۔ انہیں مٹانا، ان پر عمل کرنے والوں سے لڑنا بھڑنا بدعتیوں کا ہی کام ہے۔ ایسے بھائیوں سے ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس روش کو چھوڑ دیں۔ اہلحدیث سے بغض نہ رکھیں، انہیں امت کے ایک قطب الاقطاب کے فتوے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ ولایت کے بادشاہ کے کوڑے کی ضرب سے کانپ اٹھنا چاہیئے۔

---

[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (بخاری شریف) جس شخص نے ہماری (مکمل) شریعت کے اندر کوئی نیا طریقہ (مسئلہ وغیرہ) نکالا جو شریعت میں ہمارا (جاری کردہ) نہ ہو تو وہ طریقہ مسئلہ وغیرہ مردود ہے" معلوم ہوا کہ شریعت کے اندر امتیوں کے بنائے اور گھڑے ہوئے مسئلوں اور طریقوں کو بدعت کہتے ہیں پس آپ محتاط رہیں کہ کسی بے سند گھڑے ہوئے مسئلے پر ثواب جان کر۔ اسے دین کی چیز مان کر۔ عمل نہ کر بیٹھیں کہ بدعت پر عمل کرنے سے خدا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ (محمد صادق)

علماءِ سُوء کی انگیخت!

جب اہلحدیث قرآن اور حدیث بیان کرتے ہیں اور تبلیغ کی ذمہ داری میں شرک اور بدعت کا رد کرتے ہیں۔ خانہ ساز مسئلوں کے "بیت العنکبوت" کو تار تار کرتے ہیں تو جن احبار و رہبان کی "بلیک مارکیٹ" کی آمدن ماری جاتی ہے وہ سادہ دل عوام کو اہلحدیث کے خلاف اُبھارتے ہیں کہتے ہیں: یہ بے ادب ہیں، بزرگوں کے منکر ہیں، ان کی باتیں مت سنو" ان کے پاس نہ جاؤ۔ یہ سنکر عوام ۔ سادہ لوح مسلمان اہلحدیث سے نفرت کرتے ہیں۔ "برادرانِ یوسف" کی انگیخت پر حدیث والوں سے بَیر رکھتے ہیں۔ ہم بڑے خلوص اور محبت سے ان سادہ دل مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی خالی خولی باتوں پر نہ جائیں۔ ان کے کہنے پر اہلحدیث کو بُرا نہ کہیں۔ یہ لوگ "ریستوران" کی رونق کے لیے اہلحدیث کی بدگوئی کرنے میں اور آپ سے کراتے ہیں۔ ذرا سوچئے تو کہ اہل حدیث کا کیا گناہ ہے؟ صرف یہی کہ وہ تمام اُمت کے بزرگ اور ولیوں کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ لیکن تمام امت کے لیے اطاعت صرف حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرض جانتے ہیں۔ حضورؐ خیر الورٰے کی ذاتِ اقدس کو معیارِ اُمت، حرفِ آخر اور منتہائے کلام مانتے ہیں ؎

جنھیں حریم تصور میں باریابی ہے!
وہ بزم سرو سمن سے کشاں کشاں گزرے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ حضرت شیخ جیلانی رح آپ کو متنبہ کر رہے ہیں کہ اصحاب الحدیث کو بُرا نہ جانیں کہ اُنھیں بُرا جاننا اہلبدعت کا شیوہ

ہے۔ پھر آپ علماء سوء کا محرک STIMULANT نہ لیں۔ اس ڈوز (DOSE) سے پرہیز کریں۔

خداوندا! علماء کرام کو توفیق دے کہ وہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد اور اور محبت و پیار کے وعظ کریں۔ وہ ایک دوسرے کو قریب لائیں اور انہیں شیر و شکر رہنے کی تلقین کریں کہ اسلام کا پیغام اولین یہی ہے ؎

دبیٔے سے جلنے لگے زیست کے دھندلکوں میں
یہ کس کے روئے درخشاں کی یاد آئی ہے!

یہود کے فرقہ ساز علماء کا حال

یہودیوں کے فرقہ ساز علماء سادہ دل، اَن پڑھ لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے مسائل بتا کر گمراہ کرتے تھے، جھوٹے قصے کہانیاں سنا سنا کر روٹی کماتے تھے۔ بنی اسرائیل کو فرقہ فرقہ کرکے آپس میں لڑاتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ۔ (پ ۱ ع ۹)

اور بعضے ان (یہود) میں سے ان پڑھ ہیں۔ نہیں جانتے، کتاب (تورات) کو مگر (جھوٹی) آرزوئیں اور نہیں وہ مگر گمان کرتے

اس آیت میں خدا نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں جو اَن پڑھ بے علم اور سادہ لوح لوگ تھے وہ تورات کے احکام و مسائل نہیں جانتے تھے۔ ہاں ان اکاذیب اور جھوٹے قصوں کو جانتے تھے جو ان کے مولویوں اور پیروں نے ان کو سُنا رکھے تھے ان ہی بے سند اکاذیب اور قصص پر اَن پڑھ لوگوں کے مذہب کا دار و مدار تھا اور ان کے علماء بھی تورات کے احکام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

عمل بالتورات چھپا کر لوگوں کو خانہ ساز مذہب پر چلاتے تھے اور ناجائز روٹی کماتے تھے۔ دیکھئے : خدا تعالیٰ ان علماء و مشائخ کی ناجائز کمائی کا حال بیان کرتا ہے :-

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ق ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (پ ۱ ع ۹)

پس افسوس ہے ان لوگوں (علمائے یہود) پر جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پھر (ان پڑھوں سے) کہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے "تاکہ اس کے ذریعے تھوڑے سے دام (دنیاوی فائدہ) حاصل کریں۔ پس افسوس ہے ان پر کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے (جھوٹ) لکھا اور (پھر) افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں"

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے علماء جاہلوں سے مال حاصل کرنے کی غرض سے خود گھڑ کر مسائل لکھتے تھے اور انہیں کہتے تھے کہ تورات میں خدا کا ایسا ہی حکم ہے۔ یعنی شریعت کے نام سے بہت سے کھانے پینے کے مسائل اور دولت اکٹھی کرنے کے فرضی احکام انہوں نے خود لکھ لیے تھے۔ نذروں، نیازوں، چڑھاووں کی مدّیں دین کے لیبل سے آپ قائم کر لی تھیں اور لوگوں کو یہ کہہ کر دغا دیتے تھے :

هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ "یہ سب اللہ کی طرف سے ہے"

دین ہے، شریعت ہے۔ اللہ فرماتا ہے : فویلٌ : خرابی ہے، بربادی ہے ہلاکت اور جہنم ہے ان علماء کے لیے جو اپنے پاس سے (اکاذیب) لکھ کر

جہلا کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں، عوام کو مذہب میں کیوں دھوکا دیتے ہیں؟ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا - تاکہ اس لکھے ہوئے (خانہ ساز مذہب) کے عوض تھوڑا مول لیں" مطلب یہ کہ وہ علماء و مشائخ پیری مریدی کے پیشے کے ذریعے جھوٹے مسائل کے طفیل لوگوں کا لہو چوس چوس کر ہزاروں، لاکھوں روپے جمع کرتے تھے۔ قرآن نے اس مال کو ثمن قلیل: تھوڑی قیمت کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ دین کو حق حق بیان کرتے تو اس حق بیانی کے بدلے خدا نے جو آخرت میں انہیں انعام دینا تھا۔ بہشت کی نعمتیں عطا کرنی تھیں۔ اس آخرت کے اجر کے مقابلہ میں دنیا کا مال ؤ دولت خواہ کتنا ہی کثرت سے ہو، لاکھوں کروڑوں روپیہ ہو ــــ واقعی تھوڑا ہے، ثمن قلیل ہے غور فرمایا آپ نے کہ یہ حال تھا یہود کے مولویوں کا کہ اصل دین: یعنی تورات اور سنتِ موسیٰؑ کو گلدستۂ طاقِ نسیاں بنا کر خانہ ساز مذہب گھڑ کر جہلا کو اس پر چلا کر ان سے دنیا اکھٹی کرتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے۔

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ

"پس خرابی، ہلاکت اور عذاب ہے ان کے لیے جنھوں نے لکھا (خانہ ساز مذہب) اپنے ہاتھوں سے"

وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ -

اور خرابی، بربادی، ہلاکت اور دوزخ کی آگ ہے اس چیز سے جو کماتے ہیں"

یعنی اصل دین کو چھپا کر اپنا بنایا ہوا دین لوگوں کو بتانے والے علماء کے لیے دوزخ ہے اور اس گھریلو دین ــ اقوال و آراء کے بدلے جو دنیا کا

مال اکٹھا کیا ہے یہ بھی جہنم کا ایندھن ہے۔

مسلمان سادہ دل بھائیو! یہ حال تھا یہود کے علماء و مشائخ کا — خدا نے ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے مزید ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ (پ ۲ ع ۵)

"تحقیق جو لوگ (علماء و مشائخ) اُن احکام کو جو خدا نے کتاب میں نازل کئے (نفسانی اغراض کی بنا پر) چھپاتے ہیں اور اُنکے بدلے (دنیاوی معاوضہ جو بمقابلہ آخرت) تھوڑا ہے، حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں - ان (خائن عالموں اور درویشوں) سے خدا قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو (دین فروشی اور مذہبی خیانت کے گناہوں سے) پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ (خائن علماء) وہ لوگ ہیں جنھوں نے مول لیا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب کو بدلے بخشش کے، پھر کیا صبر کرتے ہیں وہ آگ پر"

آپ نے یہودی مولویوں کا حال پڑھ لیا کہ کس طرح دنیا کا مال اکٹھا کرنے کے لیے شریعتِ موسوی میں ردّ و بدل کرتے تھے اور عوام کو مذہب کے متعلق دھوکا دیتے تھے - خدا نے ایسے دین چھپانے والے فرقہ ساز

مولویوں کے بارے میں صاف فرما دیا کہ یہ لوگ اپنے پیٹوں میں انگارے بھر رہے ہیں یعنی مذہب میں دھوکا فریب کرکے جو عوام سے مال اکھٹا کرتے ہیں، یہ آگ ہے آگ — جہنم کی آگ - خدا قیامت کے دن اِن مردُود مولویوں سے کلام تک نہ کرے گا - نہ اُن کے دجل و فریب کی خباثت و نجاست سے انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب سے دوچار کرے گا -

یہ سزا ان مولویوں کو خدا اس لیے دے گا کہ دنیا میں انھوں نے عوام کو فرقہ فرقہ کر دیا — اور ان فرقوں کو مذہبی تجارت کی منڈیاں بنا لیا - "تجارت" کے "اصول وضوابط" (مسائل وفتاوٰی) خود گھڑ لیے - ہر فرقے کو دوسرے فرقے کے ساتھ لڑایا اور خوب دنیا کمائی - ایسے ایسے مسائل کے شوشے چھوڑے کہ ان کا نام و نشان نہ تورات میں ملتا ہے، نہ موسٰی علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی میں !

اُمّتِ خیرُالرُّسل کو اِنتباہ !

سادہ اور اَن پڑھ لوگ ہر زمانے میں ہوتے ہیں جنھیں بیوقوف بنا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے - خدا تعالٰے نے اُمّتِ رسُولؐ کے سادہ دلوں کو علماءِ سوء سے بیدار اور ہوشیار رہنے کے لیے آیتِ ذیل نازل فرمائی :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (پ ۱۰ ع ۱۱)

مسلمانو! تحقیق بہت سے عالموں اور درویشوں میں سے البتہ کھا جاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے، اور بند کرتے (روکتے)

ہیں (لوگوں کو) راہِ خدا سے"۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ مولویوں اور پیروں کی اکثریت سادہ لوح عوام کو مذہب کا چکمہ دیکر ان کے مال ہتھیاتی ہے۔ جھوٹ اور فریب سے مکار علماء اور مشائخ لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور انہیں (بدعت اور شرک کی رسموں پر چلا کر) راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ خانہ ساز مسئلوں پر عمل کرا کر ان کی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ایسے مولوی اور پیر بھی ہیں، اور کثرت سے ہیں۔ ان "کالی بھیڑوں" کی بہتات ہے۔

یہ تو علماء سوء کا حال مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے خدا نے بیان کیا ہے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بھی ایسے علماء کا حال سنئیں:۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت پر ایک زمانہ آئیگا، جب اسلام نام کا رہ جائے گا اور قرآن کو فقط رسم۔ مسلمانوں کی مسجدیں (بظاہر جھاڑ فانوس پانی روشنی اور "بھیڑ" سے تو) آباد ہوں گی، لیکن ہدایت (خالص قرآن و حدیث کے درس و تدریس، اور مسنون عبادات) سے ویران ہوں گی اور (اس وقت) ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ ان کے پاس سے

(دین میں افتراق وانشقاق اور اشتراک و احداث کا) فتنہ پھیلے گا اور ان میں لوٹے گا۔"

برادرانِ اسلام! حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک (وحی) پر ایک بار پھر نظر کریں اور سوچیں کہ کیا حضورؐ نے اپنی امت میں علماء سوء کو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق نہیں فرمایا۔ انھیں فتنہ پھیلانے والے نہیں کہا؟ جب کہا ہے تو یقین کیجیے کہ ایسے علماء مزدور ہیں اور کثرت سے ہیں جو مسلمانوں میں خود گھڑ کر نئے نئے مسائل جاری کر کے روٹی کماتے ہیں — بدعت اور شرک کی رسموں کے ذریعہ سادہ لوحوں سے مال ہتھیاتے، اور انھیں راہِ خدا سے روکتے ہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے فرقہ سازی کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ان ہی علماء سوء کے متعلق کہا ہے ع

دینِ مُلاّ فی سبیل اللہ فساد!

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ فتنہ فساد اور لڑائی جھگڑا اس وقت سر اٹھاتا ہے — مسلمانوں میں فرقہ بندی اس وقت راہ پاتی ہے جب قرآن اور حدیث کے سوا، اعتقاد و عمل کی کوئی نئی راہ بار پائے، جب قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ قال فلاں کہا جائے۔ احادیث کی جگہ اقوال رجال لے لیں علماء مشائخ اپنی باتیں منوانے لگیں۔ امانی، اکاذیب اور بے سند قصے کہانیاں منبروں پر سنانے لگیں۔ حقیقت خرافات میں کھو جائے، مذہب میں دھونس اور دھاندلی سے کام لیا جائے۔ سادہ لوح اندھی ارادت کی بناء پر احادیث کی شمعیں جگانے والوں کے مقابل نبرد آزما ہوں۔ "زاغ و زغن" عقابوں کے نشیمن پر قبضہ جمانے کے لیے پَر تولیں۔ ایسے ماحول کے سرپرستوں سے

بچنے کے لیے خدا اور اس کے رسولؐ نے قرآن اور حدیث میں مسلمانوں کو ... ہوشیار کیا ہے ؎

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

علماءِ ربّانی لوگوں کے لیے رحمت ہیں!

جہاں علماءِ سوء امت کے لیے زحمت ہیں وہاں علماء ربانی لوگوں کے لیے سراسر رحمت اور نعمت ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَىٰ اَدْنَاكُمْ (مشکوٰۃ)
بزرگی عالم (ربانی، حق گو، باعمل) کی اوپر عابد کے اس طرح ہے۔ جس طرح میری (محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی) بزرگی تمہارے ادنیٰ پر ہے"

حضورِ انور مزید ارشاد فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (ترمذی)
تحقیق اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان اور زمین حتےٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں (دریاؤں میں) لوگوں کو خیر (قرآن اور حدیث کا علم) سکھانے والے کے لئے دُعائے خیر کرتی ہیں"

معلوم ہوا کہ نیک، سچے، صالح، حلال خور، حق گو، دیانتداری سے قرآن و حدیث بیان کرنے والے صاحب کردار عالم باعمل کا مرتبہ بہت بلند ہے ۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے دیانت دار وارث اور امین کے مقام کو کوئی غیر عالم نہیں پہنچ سکتا۔ سبحان اللہ! ایسے نیک علماء ربانی پر خدا اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور چیونٹیاں اور مچھلیاں ان کے حق میں بخشش مغفرت اور عافیت کی دعا کرتی ہیں۔ پھر کتنی بڑی رحمت ہیں۔ ایسے علماء امت کے لیے یاد رکھیں۔ ایسے علماء یقیناً اولیاء اللہ ہیں۔ علمائے ربانی کے حق میں حضرت انورؐ اور ارشاد فرماتے ہیں:

- اِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ ط (دارمی شریف)

"بے شک بہترین بھلوں کے بھلے علماء ہیں۔"

یعنی علمائے حقانی سے بڑھ کر کوئی بھلا نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ علمائے خیر کا وجود اپنے لیے رحمت جانیں، ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں ان کی عزت و آبرو اور احترام بجا لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ان کی صحبت کو کبریت احمر اور اکسیر تصور کریں۔ کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُمْ

اہلحدیث کا ایک ہی نام ہے!

"دیناری علماء" خود بھی حدیث والوں (اہلحدیث) کو برا کہتے ہیں اور عوام کو بھی ان کے خلاف اکساتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رح کا فتوٰے ایسے لوگوں کے حق میں آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ اہل حدیث کو برا کہنے والے بدعتی ہیں۔ حضرت پیر جیلانی رح مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَلَامَۃُ الزَّنَادِقَۃِ تَسْمِیَتُھُمْ اَھْلَ الْاَثَرِ الْحَشْوِیَّۃَ یُرِیْدُوْنَ اِبْطَالَ الْاٰثَارِ وَعَلَامَۃُ الْقَدَرِیَّۃِ تَسْمِیَتُھُمْ اَھْلَ الْاَثَرِ مُجْبِرَۃً وَعَلَامَۃُ الْجَھْمِیَّۃِ تَسْمِیَتُھُمْ اَھْلَ السُّنَّۃِ مُشَبِّھَۃً وَعَلَامَۃُ

الرَّافِضَةِ تَسْمِيَتُهُمْ أَهْلَ الْأَثَرِ نَاصِبَةً - وَكُلُّ ذٰلِكَ عَصَبِيَّةٌ وَّغِيَاظٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ وَّهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَلَا يَلْتَصِقُ بِهِمْ مَا لَقَّبُوْهُمْ اَهْلُ الْبِدَعِ كَمَا لَمْ يَلْتَصِقْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْمِيَةُ كُفَّارِ مَكَّةَ سَاحِرًا وَّ شَاعِرًا وَّ مَجْنُوْنًا وَّ مَفْتُوْنًا وَّكَاهِنًا وَّ لَمْ يَكُنْ اِسْمُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ مَلَائِكَتِهٖ وَعِنْدَ اِنْسِهٖ وَجِنِّهٖ وَسَائِرِ خَلْقِهٖ اِلَّا رَسُوْلًا نَبِيًّا بَرِيْئًا مِنَ الْعَاهَاتِ كُلِّهَا ۔ (غنیۃ الطالبین)

(میرے مریدو سنو!) بے دین زندیق فرقے کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث جماعت کا نام (شرارتاً) حشویہ رکھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ حدیثوں پر لوگ عمل نہ کریں۔ قدریہ فرقہ کا نشان یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کا نام (شرارتاً) مجبرہ رکھتے ہیں۔ جہمیہ فرقہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کا نام (شرارتاً) مشبّہ رکھتے ہیں۔ رافضی فرقہ اہلحدیث کا نام (شرارتاً) ناصبہ رکھتے ہیں۔ (سنو!) ان تمام باطل فرقوں کی یہ تہمتیں اہلحدیث پر محض افترا ہیں، ہٹ دھرمی اور تعصب ہے۔ ان کے ساتھ حسد و بغض رکھنے کے سبب یہ بہتان باندھتے ہیں (خوب یاد رکھو!) کہ اہل سنت والجماعت کا ایک نام کے سوا کوئی نام نہیں اور وہ نام اَہلحدیث ہے۔ یہ بدعتی لوٹے اہلحدیث کو خواہ کچھ ہی کہیں (ان کے الٹے الٹے نام رکھیں) اس سے اہلحدیث کا کچھ نہیں بگڑتا۔ (سنو!) جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے، کفار مکہ نے بہت سے

نام گھڑ لیے تھے اور ان کا کچھ نہ بگڑا تھا (دیکھو!) کافروں نے حضورؐ کے (اُلٹے اُلٹے) نام، جادوگر، شاعر، مجنوں، مفتون کاہن وغیرہ رکھے تھے (لیکن)، درحقیقت حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا ان ناموں میں سے، خدا کے نزدیک، اسکے فرشتوں کے نزدیک، انسانوں، جنوں اور ساری خلقت کے نزدیک کوئی نام نہ تھا۔ آپؐ کا نام صرف رسول، نبی ہی تھا۔ حضورؐ ان آفتوں سے قطعًا پاک تھے۔

اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھنا بدعتیوں کا کام ہے

حضرت پیر جیلانی رحؒ کا ارشاد سن لیا آپ نے کہ وہ فرماتے ہیں: کہ بدعتی گروہ اور فرقے اہلحدیث کے ساتھ بغض اور حسد رکھتے ہیں اور بغض وحسد کے سبب (شرارتاً) اہلحدیث کے الٹے سیدھے نام رکھتے ہیں حالانکہ ان کا ایک ہی نام ہے، اور وہ اہلحدیث ہے اور اہلحدیث ہی دراصل اہلسنت والجماعت ہیں!

اہلحدیث کو بُرا کہنے والوں کو سوچنا چاہیئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ نے فرمایا ہے کہ جس طرح حضورؐ کے اُلٹے سیدھے نام رکھنے والے ساحر، شاعر، مجنوں، مفتون مکہ کے کافر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے۔ ایسے ہی اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھنے والے اہلحدیث کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تو اہلحدیث کے بدگو بقولِ شاہ جیلانی رحؒ کن کے نقش قدم پر ہوئے؟ نقش قدم پر ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلحدیث کے اُلٹے سیدھے نام رکھنا، انھیں دل آزار لقب دینا — اہلِ

بدعت کا کام ہے۔ پھر جو لوگ انہیں وہابی، نجدی، لامذہب وغیرہ مذموم القاب سے یاد کرتے ہیں بقولِ حضرت شیخ جیلانی رح بدعتی ہوئے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے :-

فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدَعِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ. (غنیہ)

بدعتیوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔"

وہابی، نجدی، لامذہب کے دلآزار القاب !

اہلحدیث علیٰ وجہ البصیرت صرف قرآن اور حدیث کو ماننے والے ہیں وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ پھر انہیں کسی بزرگ عبدالوہاب صاحب کی طرف زبردستی منسوب کر کے وہابی کہنا عقل و دیانت کے منافی ہے۔ ایسے ہی نجد میں رہنے والے کسی بزرگ کیطرف منسوب کر کے اہلحدیث کو از راہِ حقارت نجدی کہنا۔ یہ بھی شرافت سے بعید ہے۔ غور فرمائیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رح کوفہ کے رہنے والے تھے کیا ابو حنیفہ رح کے مقلد کوفی ہیں ؟ نہیں۔ جب مقلد کوفی نہیں ہو سکتے تو جو کسی کے مقلد ہی نہیں وہ کیونکر نجدی ہو سکتے ہیں؟ سنیے ! حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ : (مشکوٰۃ)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔"

اِس فرمانِ رسولؐ کے مطابق اہلحدیث نے حضورؐ کی چھوڑی ہوئی دو چیزوں کو مضبوطی سے تھام لیا: یعنی قرآن اور حدیث کو اپنا مذہب بنا لیا۔ پھر قرآن حدیث کا مذہب رکھنے والوں کو لا مذہب کہنا کیا ایمانداری ہے۔ حضرت شیخ جیلانی رح نے سچ فرمایا: کُلُّ ذٰلِكَ عَصَبِيَّةٌ وَّ غَيَاظٌ۔ (سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کے یہ) سب (الٹے سیدھے) نام اور القاب (تہمت طرازیاں اور بہتان بازیاں) تعصب اور حسد و بغض کے سبب ہیں۔ اُمید ہے کہ شاہِ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کی عزت کرنے والا کوئی شریف حنفی آئندہ اہلحدیث کو وہابی، نجدی، لامذہب وغیرہ دلآزار القاب سے نہیں پکارے گا، بلکہ محبت سے اہلحدیث کہیگا، بلکہ حضورؐ کی حدیث کی محبت میں خود بھی اہلحدیث کہلائے گا۔

حنفی بھائیو! پھر سنو! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح فرماتے ہیں: لَا اِسْمَ لَهُمْ — سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کا کوئی نام نہیں — اِلَّا اِسْمٌ وَّاحِدٌ — سوائے ایک نام کے وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ — اور وہ نام اہلحدیث ہے۔

حضرت شیخ جیلانی کا مذہب

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ اِمَامًا لَّكَ وَانْظُرْ فِيْهِمَا بِتَاَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَّاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَالْقِيْلِ وَالْهَوَسِ

اور صرف کتاب و سنت (قرآن و حدیث) کو اپنا امام بنا اور غور اور تدبر سے ان دونوں کو پڑھا کر، اور ان دونوں ہی پر عمل کیا کر، اور (خبردار!) اُمتیوں کی رائے قیاس پر مت چل۔

شاہِ جیلانؒ نے صاف فرمایا ہے کہ دین میں اپنا امام اور پیشوا صرف قرآن اور حدیث کو بناؤ اور ان ہی پر عمل کرو اور سوائے قرآن و حدیث کے اوروں کی قال وقیل اور رائے قیاس پر (اندھا دھند) نہ چلو۔ ثابت ہوا کہ حضرت شیخ جیلانی رح کا مذہب قرآن و حدیث تھا۔ وہ کسی کے جامد مقلد نہ تھے۔ یعنی بغیر تحقیق کے اندھا دھند کسی کے پیچھے نہ چلتے تھے ۔ بے دلیل کسی کی نہیں مانتے تھے۔ سچی بات ہے کہ اہل اثر یعنی اہلحدیث تھے۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے اہلسنت اہلحدیث اصحاب کو فرمایا ہے۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ خود اہلسنت اہلحدیث نہ تھے۔ جب اہل سنت ہو کر اہلحدیث ہوئے تو حضرت کے ارادت کیشوں اور عقیدتمندوں کو انصاف سے چاہیئے کہ وہ بھی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق صرف قرآن اور حدیث کو اپنا امام اور پیشوا بنا لیں۔ بندھنوں سے آزاد ہو کر اصحاب الحدیث میں شامل ہو جائیں۔ دیکھیے! حضرت شیخ علیہ الرحمتہ آب زر سے لکھنے کے قابل ایک اور وصیت فرماتے ہیں:

فَیَعْمَلُ بِمَا فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَیَصُمُّ عَمَّا سِوَای ذٰلِکَ (غنیہ)

(اے میرے مریدو!) صرف قرآن اور حدیث پر ہی عمل کرو، اور ان کے ماسوا سے بالکل بے بہرہ ہو جاؤ!

ثابت ہوا کہ شاہصاحبؒ صرف قرآن اور حدیث کو بالراست ماننے والے اہلحدیث تھے اور اتنے زبردست اہلحدیث تھے کہ مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ آیت اور حدیث کے سوا دین کے اندر کچھ سنیں ہی نہ، بہرے ہو جائیں۔ مزید ارشاد ہوتا ہے:

فَعَلَیْکَ بِالتَّمَسُّکِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْعَمَلِ بِهِمَا أَمْرًا

وَ نَهْيًا اَصْلًا وَّ فَرْعًا فَيَجْعَلُهُمَا جَنَاحَيْهِ يَطِيْرُ بِهِمَا فِي الطَّرِيْقِ

الْوَاصِلِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ط (غنیۃ الطالبین)

میرے ہر طالب اور مرید پر ضروری اور لازمی ہے کہ قرآن اور حدیث کو مضبوط پکڑے، اور ان دونوں پر (ہی) عمل کرے، ان کے امر کو بجا لائے اور نہی سے باز رہے۔ اصول میں بھی ان کا پابند رہے اور فروع میں بھی ان دو ہی کی تعمیل کرے۔ یہی قرآن و حدیث ہی دو پَر ہیں جن کے ساتھ آدمی راہِ خدا میں پرواز کر کے اللہ عزت اور جلال والے سے مل سکتا ہے!

غور کریں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مسلمانوں کے سامنے صرف قرآن و حدیث ہی کو پیش کیا ہے اور خدا سے ملنے کے لیے ان کو دو پَر کہا ہے۔ حضرت شیخ جیلانیؒ کو پیر حقانی ماننے والو! آپ کے ارشاد کے مطابق ان دو پَروں سے ربّ العزت کی جناب میں پرواز کرو اور کتاب و سنت کے ماسوا سے بے نیاز ہو جاؤ ؎

یہاں کہ سینۂ خس میں رواں ہے موجِ بہار
یہاں کہ رقصِ شرر میں ہے نورِ سینائی

بادہ پیماؤں کے سلیقے

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے والو! — "بادہ پیماؤں" کے ان سلیقوں کو اختیار کرو جو رحمتِ عالم کی نظر سے مرتب ہوئے ہیں۔ ذرا یہ حدیث کی کیف آور صہبا سے ایسے سرمست ہو جاؤ کہ امتیوں کے اقوال کا "چشمۂ حیواں" آپ کی نظر میں رقص کرنے لگے۔ "زہر شمائلوں" کی "زلف دوتا" لٹ جائے۔ بربط دل کے "نغمے" سو جائیں۔ حسن کے "دیب"

بجھ جائیں، اور سنت کی وسعت کے آگے آرائے رجال کی دنیا چشمِ حسود سے تنگ تر دکھائی دے۔

مسلمانو! رسالت کو اس طرح مانو کہ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو امتیوں کے ساتھ تولنے کے لئے کوئی "ترازو" نہ ہو۔ قول و فعل کے نور کے آگے کوئی "کرمکِ شب تاب" دکھائی نہ دے اور اطاعت مصطفےٰ کی "وارفتگی" میں "دنیا ومافیہا" سے بے نیاز ہو جاؤ۔ پھر اقرار رسالت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گے۔ پھر مسلمان بنو گے!

کیا وجہ ہے کہ آپ کے دل دھک نہیں کرتے۔ "حسن" اور "شباب" خزاں کی نیند سو گئے ہیں۔ عشق اور محبت کے سوتے سوکھ گئے ہیں اور آپ پر ایک اداس اور مصنوعی ماحول چھا گیا ہے۔ اگر ہلکے پھیکے، اور بجھے بجھے ایمان کے شباب کے خواہاں ہو۔ افسردہ اور سونے "باغ" میں جشنِ بہاراں کے مزے لوٹنا چاہتے ہو، تو اپنے "خرابے" کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "تنفس" سے رشک جناں بناؤ، سراپائے ایمان کو حدیث کے پھولوں سے بساؤ ؎

کہ صاف دردی کشِ پیمانہ جسم ہیں ہم لوگ

وائے وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہیں

دین کے ٹکڑے اور حصے بخرے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ انبیاء کے اندر بہت سے پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کا حال بیان کیا ہے کہ کس طرح ان امتوں نے اپنے نبیوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار کیں۔ دین میں پھوٹ اور تفریق

ڈالی اور بربادی مول لی۔ اُمت محمدیہ کی آنکھیں کھولنے کیلئے ارشاد فرمایا:

وَتَقَطَّعُوٓا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ‌ؕ كُلٌّ اِلَيۡنَا رٰجِعُوۡنَ (پ ۱۷ ع)

"اور لوگوں نے آپس میں (اختلاف کر کے) اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (بالآخر) سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں"

اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ پہلے لوگوں نے اپنے دین کے حصے بخرے کر دیے تھے۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی راہیں بنالی تھیں۔ نبیوں کی راہ کو چھوڑ کر فرقہ فرقہ ہو گئے تھے۔ اللہ نے فرمایا: كُلٌّ اِلَيۡنَا رٰجِعُوۡنَ۔ آخر کار یہ سب فرقہ باز ہماری جناب میں حاضر ہونے والے ہیں:

ان گروہ سازوں، فرقہ بازوں، دین کے حصے بخرے کرنے والوں کو ہم پوچھیں گے کہ تم نے میرے نبیوں کے متعینہ رستوں کو چھوڑ کر دین میں کیوں اور راستے اختیار کئے؟ کیوں فرقے بنائے، کیوں خدا کے دین میں گھریلو مذہبوں کی بنیادیں رکھیں۔

مسلمان بھائیو! یہ سوال جہاں دوسری امتوں کو ہوگا۔ وہاں میدانِ محشر میں آپ سے بھی پوچھ گچھ ہوگی کہ حضور سید العرب والعجم سید الکونین والثقلین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ چھوڑ کر تم نے اور راہیں کیوں اختیار کیں؟ تم کیوں فرقے فرقے ہوئے؟ کیوں گروہ گروہ اور ٹولے ٹولے بنے۔ اسلام کے عالمگیر دین میں تم نے کیوں مختلف مذہبوں کے جام کھنکائے؟ امتیوں کے نام سے کیوں مسٹریوں کی داغ بیل ڈالی؟ بولو ـــ ظالمو! قال الرسول کے سامنے یہی کہتے تھے: فلاں امام کے نزدیک مسئلہ یوں ہے۔ فلاں بزرگ کے نزدیک یہ حلال ہے فلاں کے نزدیک حرام ہے؟ اطاعت کی تکمیل امتیوں کے

ہاتھ میں پکڑا کر کٹھ پتلی بننے والو! بتاؤ تمہارا رسول کون تھا؟ کلمہ کس کا پڑھا تھا؟ اور بلا دلیل کس کی مانی تھی؟ ٹکسالی سکوں میں جعلی سکے کیوں ملاتے تھے؟ ہیروں کو خرمہروں کے ساتھ کیوں تولتے تھے؟ مسلمانی کا دعوے کر کے کن کن کی اطاعت کے پٹے گلے میں ڈال رکھے تھے، اندھی تقلید کے نشہ میں کیوں چور روؤں میں گرتے تھے۔ تمہیں ہوش کے دارو سے کیوں نفرت تھی؟ بولو! آج تمہارا کون مددگار ہے؟

بیکسی ہائے شب ہجر کی وحشت ہے ہے
سایۂ خورشید قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے

راہِ رسولؐ کے خلاف اور راہوں کو پکڑنے والے بھائیو! سوچو! میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کی پوچھ گچھ کے جواب میں آپ کیا کہیں گے؟ جب حنا کا رنگ جاتا رہا۔ غازے اُتر گئے تو خلافِ سنن اعمال کا ابطال کیا رنگ لائے گا، اس وقت نہ کوئی مقتدا ملے گا، نہ بزرگ نظر آئے گا، فرقے ہبا منثور ہو جائیں گے۔ پھر بہتر ہے کہ آج ہی دامن رسولؐ مضبوطی سے تھام لو اور تمام موہوم دامنوں کو چھوڑ دو۔

زمصحفِ رُخِ دلدار آیتے برخواں
نہ ایں مقام مقالاتِ کشف وکشاف است

رسولِ خدا کا فرقہ بازوں سے کوئی تعلق نہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ط (پ ع ۷)

(اے پیغمبر!) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور ہو گئے فرقے فرقے۔ تیرا ان سے کچھ سروکار نہیں۔"

اس آیت نے صاف بتا دیا کہ فرقوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ سروکار نہیں، کوئی واسطہ نہیں۔ فرقہ والو! توبہ کرو، فرقہ بندی سے اور اپنی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم کرو اعتقاداً اور عملاً بھی ۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

راہ خدا سے بھٹکے ہوئے کا حشر کے دن واویلا:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝

"اور جس دن ظالم (آدمی مارے افسوس کے) اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا۔ اے کاش! پکڑتا میں ساتھ رسول کے راہ۔ ہائے میری کمبختی، کاش کہ نہ پکڑتا میں فلاں کو دوست۔"

اس آیت میں حشر کے دن ظالم کے واویلا کا ذکر ہے کہ ظالم ایک بات پر بہت پچھتائے گا۔ پشیمان، نادم، شرمندہ اور منفعل ہوگا اور مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ کہیگا: اے کاش! میں نے دُنیا میں رسولؐ کی راہ اختیار کی ہوتی، جس رستے پر حضورؐ چلے تھے، میں بھی اس رستے پر چلا ہوتا۔ ان کے قدم پر قدم رکھا ہوتا۔ سنت اور حدیث کیمطابق عمل کیا ہوتا ــــ ہائے راہِ رسولؐ نہ پکڑنے کے سبب آج خدا نے مجھے

پکڑ لیا ہے، گرفتار کر لیا ہے۔ زنجیروں میں کس دیا ہے، الزام ثابت کر کے فردِ جرم لگا دی ہے۔ بیشک میں مجرم ہوں اور میرا جرم یہ ہے: کہ راہِ رسول چھوڑ کر میں نے اور راہیں اختیار کی تھیں۔ یہ اور راہیں اختیار کرنا میرا جرم ہے، اپنی جان پر ظلم ہے۔ خدا نے اپنے سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اس لیے بھیجا تھا کہ وہ قرآن پر عمل کر کے لوگوں کے لیے راہ متعین کر دیں، بے شک حضورؐ نے اپنے عمل سے راہ دکھائی، پر میری کمبختی، میں نے راہِ رسولؐ نہ پکڑی: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ کی کہکشاں سے آنکھ موند لی۔ یہ میں نے بڑا ظلم کیا۔ اس ظلم کی سزا آج بھگتنے لگا ہوں۔ آج نہ کوئی میرا سفارشی ہے۔ نہ ضامن نہ وکیل ہے۔ نہ بدلہ، نہ رشوت ہے۔ کوئی یار، دوست، ساتھی سنگی، نہ مددگار، نہ کارساز، نہ بچانے والا نہ چھڑانے والا ہے۔

آہ! میری کمبختی، بدبختی جن کی راہیں میں نے اختیار کیں، جن کے کہنے پر میں نے عمل کیے، جنکے طریقے پکڑے۔ آنکھیں بند کر کے پیچھے چلا اشارہ ابرو پر فدا ہوتا رہا۔ مال، جان، اولاد جنکی خدمت کے لیے وقف تھے جن کی زبان پر دن کو رات اور رات کو دن مانتا رہا، اٹھتے بیٹھتے جنکو پکارتا اور ناموں کے وظیفے جپتا رہا۔ دل کے آئینہ خانے میں جنکی تصویر ہر وقت آویزاں رہتی تھی ۔ کیا اندھیر ہے کہ آج ان میں سے کوئی نظر نہیں آتا، کوئی شکل نہیں دکھاتا، کدھر گئے میرے "پیر"۔ "مرشد"۔ "ہادی" "امام"۔ "پیشوا"۔ "صوفی"۔ "ملنگ"۔ "درویش"۔ "قلندر"۔ "مجاور"۔ "صاحبزادے"۔ "گدی نشین"۔ "اولیاء" ــــ اپنی اطاعت کی "افیون" میں صد سبیل کا زہر گھول کر، مجھے پلا کر آج کہاں چھپ گئے، اپنی راہوں

پرچلا کر کیوں غائب غلہ ہو گئے ہیں ؟

یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ۔ میری شومئی قسمت (ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے) میری بدنصیبی! (ہاتھ کاٹتا ہے) ہائے میں نے ان فلاں، فلاں کو کیوں دوست بنایا ۔ ان سے کیوں یارانہ گانٹھا ؟ کیوں مرید بنا ؟ کیوں ان کی راہ اختیار کی ؎

اے کاش! جانتا نہ تری رہگذر کو میں

مسلمان بھائیو! دیکھ لیا آپ نے کہ سبیلِ رسولؐ یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ، روش، سنت اور حدیث کا محروم اور تارک قیامت کو کس طرح سر پھوڑے گا، روئے گا۔ چلائے گا، چیخے گا، ہاتھ کاٹے گا اور بُری طرح واویلا کرے گا۔ پھر سوچ لو، اچھی طرح کہ آپ کو کس کی سبیل اختیار کرنی چاہیئے۔ کس کی راہ پر چلنا چاہیئے ؟ ضمیر کی آواز تو یہی ہے۔ ایمان بالرسالت یہی گواہی دیتا ہے کہ حضور سید الکونین ۔ سید العرب والعجم، رسولِ بحر و بر، سرورِ کائناتؐ، خدا کے آخری رسولؐ ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر ہی چلنا چاہیئے۔

جس جا نسیم شانہ کش زلفِ یار ہے
نافہ دماغ آہوئے دشتِ تتار ہے

مشرکین مکہ کا مذہب!

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۚ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ (پ۱۷ ع۱۴)

"اور (مشرک) خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں اس چیز کی کہ

نہیں اتاری (اس نے) ساتھ اس کے کوئی دلیل، اور اس چیز کی
کہ نہیں ہے واسطے ان کے ساتھ اس کے علم اور نہیں ہے
واسطے ظالموں[1] کے کوئی مددگار"

یعنی مشرکین مکہ ایسی چیز[2] کی عبادت کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی حجت اور سند نہیں اتاری۔ جس طرح ان کے باپ دادا کرتے آئے تھے، وہ بھی اسی طرح کرتے تھے، چنانچہ قرآن کہتا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ (پ۲ ع۵)

اور جب کہا جاتا ہے ان کو، پیروی کرو اس چیز کی کہ اتاری ہے اللہ نے، کہتے ہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اس چیز کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو"

مشرکین اپنے مذہب کے لیے یہی ثبوت رکھتے تھے کہ ان کے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں اس لیے وہ بھی کرتے ہیں۔ حضورؐ انور ان کو قرآن کی دلیل اور حدیث کی حجت کیطرف بلاتے تھے، وہ بجائے قرآن کی

---

[1] یہاں خدا نے ظالم ان لوگوں کو فرمایا جو مذہب پر بلا دلیل چلتے ہیں۔ وحی جلی یا وحی خفی کی سند کے بغیر عمل اور عقیدے رکھتے ہیں۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ قیامت کے دن ان ظالموں کے لئے خدا کے عذاب سے چھڑانے والا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ احادیث رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف رواجی اور تقلیدی مذہب رکھنے والے لوگوں کو لرز جانا چاہیئے۔

[2] مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر قسم کی عبادت اور شرعی کاموں کے لیے سند رکھیں۔ قرآن اور حدیث کی دلیل سے مذہبی امور بجالائیں اور بے سند طریقوں اور عملوں کو ترک کردیں۔ آیت مذکورہ میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

طرف آنے کے اپنے آباد کے طریقے کی طرف جاتے تھے قرآن
کے مقابلہ میں باپ دادا، اور بزرگوں کو پیش کرتے تھے۔
ایسے اندھے اور جامد مقلد تھے، گویا بزرگوں کو پوجتے تھے۔

یاد رکھیں! کہ ایسی جامد تقلید حرام ہے جو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں کی جائے۔ قرآن کہتا ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ط (پ ع ۴)

اور جب کہا جاتا ہے ان کو، آؤ اس چیز کی طرف جو اتاری ہے اللہ
نے، اور (آؤ) طرف رسولؐ کے (تو) کہتے ہیں کافی ہے ہم کو جو کچھ
کہ پایا ہم نے اس پر اپنے باپوں کو"

غور فرمائیں! ارشاد خداوندی ہوتا ہے: تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ: آؤ قرآن کیطرف وَاِلَى الرَّسُوْلِ: اور رسول (کی حدیث) کی طرف! یعنی جب ان کو قرآن اور حدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا کے طریقے ہمارے لیے کافی ہیں۔ قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے آبا و اجداد اور بزرگوں کے اقوال پر چلتے ہیں۔ گویا اپنے آباد کے جامد مقلد ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو ڈرنا چاہیئے اور قرآن اور حدیث سے ثابت شدہ مسئلہ کے مقابلہ میں برادری کی بات یا اپنے بزرگوں کے اقوال ہرگز نہیں ماننے چاہئیں کہ یہ مشرکین کی روش ہے

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا
بِهَا ط (پ ع ۱۰)

"اور جب کرتے ہیں بے حیائی (کے کام) کہتے ہیں پایا ہم نے

اس پر اپنے باپوں کو، اور اللہ نے حکم کیا ہے ہم کو ساتھ اس کے

دیکھئے! مکہ کے مشرک ایسے اندھے اور جامد مقلد تھے کہ جب بے حیائی کے کام کرتے تھے اور ان کو ٹوکا جاتا تھا تو کہتے تھے چونکہ یہ کام ہمارے اجداد کرتے تھے، اس لیے ہم کرتے ہیں۔ پھر کہا جاتا: یہ تو بے حیائی کا کام ہے۔ پھر کہتے: وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا۔ ہم کو خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ جب پوچھا جاتا کہ خدا کا حکم دکھاؤ تو جواب دیتے کہ ہمارے باپ دادا کوئی بے وقوف تھے کہ بغیر خدا کے حکم کے کرتے تھے۔ یہ ہے مکہ کے جامد، اندھے مقلدوں کا جواب۔ اس سے ثابت ہوا: کہ وہ خدا رسولؐ کے احکام کے مقابلہ میں تقلید کرتے تھے۔ یہ تقلید حرام ہے۔ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ اس کتاب میں ایسی ہی تقلید کی تردید کی گئی ہے۔

مسلمان بھائیو! سوچو کہ آج بھی جب قرآن اور حدیث پیش کیا جاتا ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مقلد ہیں۔ ہمارے لئے اپنے بزرگوں کا طریقہ، امام کا قول کافی ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد جس مذہب پر تھے، ہم بھی اسی پر ہیں۔ پھر صریحاً حدیث کے خلاف امتی کا قول لے لیتے ہیں اور حدیث چھوڑ دیتے ہیں، کیا یہ کلمہ گو مذکورہ آیت کی زد میں نہیں آتے؟ اس شرط پر امام کے مسلک پر چلنا کہ اگر کوئی قول امام کا حدیث کے خلاف ہوا تو قول چھوڑ کر حدیث لے لوں گا، درست روش ہے، لیکن ایسی جامد اور اندھی تقلید کہ مقلد کے آگے آیت پڑھو، حدیث پڑھو، دونوں کا ترجمہ بھی دکھا دو، وہ اپنی آنکھوں سے پڑھ بھی لے۔ پھر بھی اس آیت، حدیث کے خلاف عقیدہ، عمل نہ چھوڑے

اور کہتے کہ میں اپنے بزرگوں کے عقیدے اور عمل کو نہیں چھوڑ سکتا۔ کہیے کیا ایسے لوگ قیامت کو محض اس لیے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ زبانی کلمہ پڑھتے تھے۔ احادیث خیرالبشر کو پرے ہٹا کر اپنے آباء ائمہ اور بزرگوں کے طریقوں اور قولوں کو اپنانے والے اس لئے نہ پوچھے جائیں گے کہ وہ امتِ رسول کہلاتے تھے؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ ضرور ضرور پوچھے جائیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہوش کرو اور سوچو کہ قرآن اور حدیث کے مقابلہ کی تقلیدی راہ، جو شرطی تقلید ائمہ کے منافی ہے، مشرکین مکہ کی روش ہے جو سراسر مذموم اور مطرود ہے۔ کتاب و سنت کے مقابلہ میں حرام تقلید کے بارے میں علامہ اقبال سچ فرماتے ہیں:-

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب
پیمبر ہم رہِ اجداد رفتے

یعنی اگر تقلید (قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی امتی کی بے دلیل بات مان لینا) اچھا طریقہ ہوتا تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے آباء و اجداد کی راہ پر چلتے۔

قرآن مجید نے کافروں کی اس روش اندھی اور جامد تقلید کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ مسلمان اس مرض کا شکار نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون اور اس کی قوم کو حق کی دعوت دی تو انھوں نے جواب میں کہا:

وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝ (پ ۱۷ ع ۵) پایا ہم نے اپنے باپوں کو واسطے ان (غیر اللہ) کے عبادت کرنے والے۔

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ (پ ۱۹ ع ۹)

"پایا ہم نے اپنے باپوں کو اسی طرح کرتے تھے۔"

۔ مشرک اپنے عقیدے کی بنا پر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

اور ایسے ہی اور واہی تباہی عقیدے رکھتے تھے۔ خدا نے فرمایا:۔

مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ (پ۲۵ ع)

"نہیں ہے ان کو ساتھ اس کے کچھ علم، نہیں وہ مگر اٹکل کرتے۔"

یعنی ان مشرکوں کے یہ عقائد و اعمال علم کی بنا پر نہیں ہیں، محض قیاسی، اور خیالی ہیں کہ بغیر سند، ثبوت اور دلیل کے ہیں۔

أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ۝ (پ۲۵ ع)

"کیا دی ہے ہم نے ان کو کتاب اس سے پہلے۔ پس وہ ساتھ اس کے محکم پکڑ رہے ہیں۔"

یعنی کیا ان مشرکوں کو ہم نے کوئی کتاب دی ہے جس کو مضبوطی سے پکڑ کر ان عقیدوں اور عملوں پر چل رہے ہیں؟ خدا ان کو پوچھتا ہے کہ کوئی کتاب دکھاؤ، سند اور دلیل لاؤ جس کی بنا پر تم نے یہ مذہب بنا رکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں:۔

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ ۝
(پ۲۵ ع۸)

"تحقیق پایا ہم نے اپنے باپوں کو اوپر ایک راہ کے اور تحقیق ہم ان ہی کے قدم بقدم ٹھیک رستے پر جا رہے ہیں۔"

یہ ہے جواب مشرکوں کا ــــ کہ ہم اپنے آباء کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ خدا پوچھتا ہے کہ اپنے مسئلے، مسائل، جائز ناجائز، حلال، حرام، کارِ ثواب اور کارِ گناہ پر کوئی کتاب، کوئی سند، کوئی دلیل پیش کرو، وہ

اپنے باپ دادا کے اقوال پیش کرتے ہیں جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں

یہ آیتیں مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں، وہ اپنے عقاید اور اعمال پر کتاب و سنت گواہ لائیں، قرآن اور حدیث سے دلیل لائیں نہ کہ بزرگوں کے اقوال۔

جن لوگوں نے قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں امتیوں کے طریقوں کو پیش کیا، خدا نے ان کے متعلق اپنا فیصلہ دیا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ○ (پ ۲۱ ع ۱۲)

"اور جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ (قرآن) جو خدا نے اتارا ہے اس پر چلو، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس (طریق) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہو (تو بھی انہی کے طریقے پر چلیں گے؟"

یہ آیت بتاتی ہے کہ جو طریقہ بھی کتاب و سنت کے مقابلہ میں بغیر سند اور دلیل کے اختیار کیا جائے وہ شیطانی طریقہ ہے۔ جب ان آباد کے کے جامد مقلدوں کے پاس اپنے طریقے کی کوئی خدائی سند نہیں نہ صرف باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کوئی دلیل نہیں رکھتے، تو خدا نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے آباؤ اجداد جو قیاسی، رواجی، اٹکل پچو اور اوٹ پٹانگ مذہب رکھتے تھے وہ در اصل شیطان کی دعوت پر چلتے تھے، ان کا پیشوا شیطان تھا جو انہیں عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا۔ اس تصریح سے یہ

بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ قرآن اور حدیث کے مغائر اور خلاف تمام اقوال و افعال، عقاید و اعمال، نظریات، طریقے، راستے اور راہیں — شیطان کی دعوتیں اور پکاریں ہیں۔ اس لیے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ وہ بغیر قرآن اور حدیث کی سند اور دلیل کے مذہب میں کوئی بات نہ مانیں نہ اس پر عمل کریں۔ کسی کے پیچھے اندھا دھند نہ دوڑیں، یہ قرآن کا ارشاد یاد رکھیں :

يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ؀

"شیطان بلاتا ہے ان (کتاب و سنت کے خلاف بغیر سند، دلیل اور حجت کے عمل کرنے والوں) کو دوزخ کی طرف"

کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ مذکورہ آیتوں میں تو کافروں اور مشرکوں کی جامد تقلید کا بیان ہے اور ہم تو مسلمان ہیں : ہمیں ان آیتوں سے کیا واسطہ ؟ جواب یہ ہے کہ اگر جھوٹ بولنا کافروں کے لئے منع تھا تو ہمارے لئے بھی منع ہے۔ شرک، کفر، وعدہ خلافی، چوری، زنا، اغوا، اگر ان کے لیے حرام تھا تو ہمارے لیے بھی یہ کام حرام ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے بے سند اقوال اور برادری کے طور طریقوں کو دین کا نام دے کر پیش کرتے تھے، خدا نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو، خدائی سند کے مطابق عمل کرو ایسے ہی ہمارے لیے بھی آیاتِ مذکورہ کی روشنی میں ضروری ہو گیا کہ ہم برادری کے رواجوں، رسموں، اپنے آباؤ اجداد کی بے سند باتوں اور اور ائمہ کے بے دلیل اقوال پر دین کے نام سے عمل نہ کریں، — جب قرآن اور حدیث میں دلیل کامل موجود ہے تو پھر سب کو چاہیئے کہ قرآن اور حدیث میں روشنی میں دلیل سے عمل کریں۔ اس انتباہ سے کوئی

یہ نہ سمجھ لے کہ ہم ائمہ اربعہ کے ماننے والوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم خود ائمہ اربعہ اور ان کے سوا اور بہت سے ائمہ کو مانتے اور ان کے لیے خدا سے رحمتیں طلب کرتے ہیں —— ان اُمّت کے چراغوں کے علم و اجتہاد سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی بات ان غیر معصوم ہستیوں کی کتاب و سنت سے ٹکرائے تو وہ چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ان پر وحی نہیں آتی تھی۔ پس ان کے مسالک پر جو لوگ قرآن اور حدیث کی روشنی میں عمل کرتے ہیں وہ حق پر ہیں۔

مسلمان آباؤ اجداد

اگر کوئی کہے کہ مشرکین کے آباء تو کافر تھے، اس لیے ان کی تقلید سے خدا نے منع کیا ہے۔ ہمارے بڑے تو مسلمان ہیں اور تھے اس لیے ہمیں اپنے آباء کی بات بلا چون و چرا مان لینی چاہیئے تو جواب یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ہر ایک سے غلطی کا امکان ہے، اس لیے شریعت میں کسی امتی کا قول و فعل حجت نہیں ہو سکتا۔ جب تک قرآن اور حدیث کے مطابق نہ ہو—نہیں مانا جا سکتا۔ خدا نے قرآن میں اطیعوا الرسول فرما کر رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حجیت کے سوا غیر مشروط اطاعت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ گدا سے شاہ تک کی بات پرکھ کر مانی جائے گی، اگر حدیث اس کی شناخت سے انکاری ہے تو وہ بات ٹھکرا دی جائے گی، باپ دادے ولی، شہید، بزرگ، امام، مجتہد — حضور انور، سید العرب والعجم — سید الکونین والثقلین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ...

"اجازت" کے بغیر لب نہیں ہلا سکتے۔ گفتارِ اطہر کی روشنی میں ہی حرکت کر کر سکتے ہیں۔ در رسالت کی "بھیک" پر ہی سب کی گزران ہے، دہلیزِ نبوت سے چھوٹے ہوئے "چشمہ" سے پی کر "زندگی" پاتے ہیں ؎

بابا کے ہاں سے کون لایا
جس نے پایا وہیں سے پایا

بے شک ؎

محمد حامیٔ دیں ماحیٔ کفر و ضلالت ہے
محمد شمعِ ایماں مشعلِ راہِ ہدایت ہے
محمد مصطفیٰ کیوا سطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے، رسالت ہے، قیادت ہے امامت ہے
محمد کے سرِ پُرنور پر تاجِ شفاعت ہے
نہیں ملتی ہے جو ہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے
محمد ہی کے دم سے افتخارِ آدمیت ہے
محمد جانِ ملت، آنِ ملت، شانِ ملت ہے
اِک اُمی نے سب ادیان و ملل منسوخ کر ڈالے
محمدؐ تاجدارِ منصبِ ختمِ رسالت ہے

ہاں تو زندگی بڑی احتیاط سے گزاریں، پھونک پھونک کر قدم رکھیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی "ساحر الموط" آپ کو "برگ حشیش" دے رہا ہو اور آپ اسے "شاخِ نبات" سمجھ کر نوشِ جان کر رہے ہوں۔ دیکھو تو ؏

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں!

لے یعنی کوئی بھی ہدایت کا درس بابا کے ہاں سے نہیں لایا۔ جس نے کوئی مرتبہ پایا ہے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر ہی پایا ہے۔

یہودیوں کی راہ وروش سے بچنے کا حکم

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ٥

(پ ۲۷ ع ۱۸)

کیا مسلمانوں کے لئے نہیں آیا وہ وقت کہ نرم ہوں دل ان کے خدا کی یاد کے لیے اور اس کے لیے جو اترا ہے حق سے (یعنی قرآن) اور نہ ہوویں مانند ان لوگوں (یہود) کے کہ دیئے گئے تھے کتاب پہلے اس سے، پس دراز ہوئی ان پر مدت، پھر سخت ہو گئے دل ان کے اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔"

اس آیت میں خدا نے مسلمانوں کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا ابھی تک ان کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ذکر الٰہی اور قرآنی احکام کے لیے ان کے دل گداز ہوں۔ اللہ کے ذکر اور قرآنِ برحق کے لئے عاجز، نرم اور رقیق ہوں، یعنی مسلمان پورے پورے خدا کے حکم بردار اور مطیع ہوں، نہ کہ بجائے مطیع اور فرماں بردار ہونے کے یہودیوں کی مانند ہو جائیں جن کو تورات دی گئی تھی اور ایک زمانہ دراز گزر جانے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے، ان کے دلوں سے خدا کا خوف نکل گیا۔ وہ تورات کو چھوڑ گئے اور فاسق بن کر من مانیاں کرنے لگے، یعنی خدا نے ہم کو یہودیوں کی روش پر چلنے سے روکا ہے کہ خبردار! ان کی طرح خدا کی کتاب کو چھوڑ کر خواہش کا مذہب نہ بنا لینا، قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں رائے قیاس پر نہ چلنے لگ جانا، احبار و

رہبان کی اندھا دھند تقلید کرنا۔ اماموں کے اقوال پر احادیث چھوڑ کر مرمٹنا۔ ان کی کتاب و سنت کے مقابلہ میں جامد تقلید کر کے انہیں رب بنا لینا:

یہودیوں کی راہ و روش مذہب کے بارے میں یہ تھی کہ وہ تورات کو چھوڑ کر اپنے مولویوں اور پیروں کے اندھے مقلد ہو گئے تھے، اُنکی رائے قیاس کو بلا دلیل مانتے تھے۔ ان کے زبانی بتائے ہوئے حلال حرام، جائز ناجائز کی کچھ تحقیق نہ کرتے تھے۔ آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے تھے: جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

اَقْبَلُوْا عَلَى الْاٰرَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْاَقْوَالِ الْمُؤْتَفِكَةِ وَقَلَّدُوْا الرِّجَالَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ وَاتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ابن کثیر)

یہودی (تورات اور حضرت موسیٰ کے طریقے کو چھوڑ کر) بزرگوں کی مختلف رایوں اور ایجادی قولوں کے پیچھے لگ گئے تھے اللہ کے دین یعنی شریعتِ موسوی میں اماموں کے مقلد بن گئے اور (تقلید جامد کر کے) اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنا لیا"

علماء و مشائخ کو ربّ بنانا

خدا نے ارشاد فرمایا ہے: یہودیوں کی اندھی تقلید کا ذکر کر کے مسلمانوں کو سمجھایا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ ۱۰ع)

ٹھہرا لیا (یہودیوں اور عیسائیوں نے) اپنے مولویوں اور درویشوں

کو ربّ اللہ کے سوا۔"

عدیؓ بن حاتم طائیؓ نے اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے دریافت کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء مشائخ کو کس طرح اللہ کے سوا رب بنا لیا، تو آپ نے فرمایا:

كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ (ترمذی شریف)

"یہود و نصاریٰ کے عالم و درویش جب کسی چیز کو لوگوں کے لیے (صرف زبان سے بلا دلیل) حلال کہہ دیتے تھے تو لوگ (اندھا دھند) حلال مان لیتے تھے اور جب کسی چیز کو لوگوں کے لئے (صرف زبان سے بلا دلیل) حرام کہہ دیتے تھے، لوگ (اندھا دھند تقلید کرتے ہوئے) حرام مان لیتے تھے۔"

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا رب اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ان کی دین میں اندھا دھند تقلید کی جاتی ہے، جو وہ زبان سے بلا دلیل کہہ دیں اسے دین مان لیا جائے اور جب ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث کے خلاف ہے پھر اسے نہ چھوڑا جائے تو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں اماموں، بزرگوں، درویشوں کی رایوں اور قولوں کو ماننا ان کو اللہ کے سوا رب بنانا ہے۔

پھر غور کریں کہ جو بھائی احادیث کے مقابلہ میں اپنے اپنے اماموں کے قولوں پہ چلتے ہیں، ان کی رایوں پر سنن ھدیٰ کے معارضہ میں عمل پیرا ہیں۔ کیا وہ خدا اور رسولؐ کی زبانی اپنے اماموں کو اللہ کے سوا رب نہیں بنا رہے ہیں؟ ان بھائیوں کو احادیث کے مقابلہ میں جامد تقلید کی روش چھوڑ دینی

چاہیئے۔

بھائیو! خدا را ضد اور تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے غور کرو اور سوچو کہ آپ کدھر جا رہے ہیں۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم! ہم آپ کی دینی خیر خواہی اور رضائے الٰہی کی نیت سے یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ ہماری صرف یہی غرض ہے کہ آپ فرقہ بندی کی پگڈنڈیاں چھوڑ کر ما انا علیہ واصحابی کی شاہراہ پر آجائیں۔ پیارے بھائیو! للہ جامد تقلیدی راہوں اور فرقوں کو خیر باد کہہ کر خواجۂ بدر وحنین صلے اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں آجاؤ، صرف حدیث کی شمع کے اُجالے میں زندگی گزارنا اپنا مذہب بنالو۔ غور نہیں کیا آپ نے کہ قَلَّدُوا الرِّجَالَ فِیْ دِیْنِ اللہ یہودیوں نے اپنے مذہب میں اماموں اور بزرگوں، احبار اور رہبان کی جامد تقلید کر رکھی تھی، ان کی رایوں اور قولوں پر اندھا دھند چلتے تھے۔ اللہ کی کتاب اور سنت موسیٰ علیہ السلام سے بے پرواہ ہو کر درویشوں اور مولویوں کی بے سند باتوں پر مرتے تھے۔ اگر آپ بھی ان کی طرح حدیث کے مقابلہ میں اقوالِ رجال لے لیں تو یہ راہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوگی۔ ائمہ کو اللہ کے سوا رب بنانا لازم آئے گا۔ فرمائیے رسالت کے تخت پر کون جلوہ فرما ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! اس تختِ رسالت پر کوئی اور بھی آپؐ کا جلیس ہے؟ کوئی نہیں! جب کوئی نہیں ہے تو پھر آپ نے کیوں امتیوں کو رسالت کا مقام دے رکھا ہے ــــ اس طرح کہ حدیث کے مقابلہ میں اُنکے بلا دلیل اقوال کو حجت فی الدین مان کر انہیں شریک رسالت کرتے ہیں ــــ کتاب و سنت کے معارضہ میں بزرگوں کی باتوں کو تسلیم کر کے ان کو تختِ نبوت پر بٹھاتے ہیں! ایسا کرنے والے کل قیامت کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو کون سا منہ دکھائیں گے ؟ اللہ رب العالمین کو کیا جواب دینگے ؟
حدیث کو چھوڑ کر امتی کی رائے پر عمل کرنے والو ! سوچو ؎

افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک
دامن میں چھپا تھا ، کوئی پلکوں میں نہاں تھا

حدیث کے مقابلہ میں رائے پر عمل کرنیوالے گمراہ ہیں !

حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تَعْمَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بُرْهَةً بِكِتَابِ اللّٰهِ وَبُرْهَةً بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَعْمَلُوْنَ بِالرَّأْيِ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ ضَلُّوْا ۔ (ابن کثیر)

"میری امت ایک زمانہ تک تو قرآن اور سنت پر عامل رہے گی ، اس کے بعد (افسوس امتیوں کی) رائے پر چلنے لگے گی جب رائے پر چلے گی تو گمراہ ہوجائے گی ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف رائے پر چلنے والے گمراہ ہیں ۔

حضرت عمر رض کا فتویٰ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں :

اَصْحٰبُ الرَّأْيِ اَعْدَاءُ السُّنَّةِ اَعْيَتْهُمُ الْاَحَادِيْثُ اَنْ يَحْفَظُوْهَا وَتَفَلَّتَتْ مِنْهُمْ اَنْ يَعُوْهَا وَاسْتَحْيَوْا حِيْنَ سُئِلُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا لَا نَعْلَمُ فَعَارَضُوا السُّنَنَ بِرَأْيِهِمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ (اعلام الموقعین)

اہل رائے حدیثوں کے دشمن ہیں۔ حدیثیں ان کو یاد نہیں رہتیں حافظے سے نکل جاتی ہیں اور جب ان سے مسائل پوچھے جاتے ہیں تو ان کو شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ ہم نہیں جانتے۔ پھر یہ (جہال) اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں جو حدیثوں کے برعکس ہوتے ہیں۔ (خبردار!) تم ان رائے سے فتوے دینے والوں سے الگ رہنا اور انہیں قریب نہ آنے دینا۔"

دین میں بڑے فتنہ انگیز

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

أَعْظَمُهَا فِتْنَةً عَلَى أُمَّتِي قَوْمٌ يَقِيسُونَ الْأُمُورَ بِرَأْيِهِمْ (مجمع الزوائد)

میری امت میں سب سے بڑے فتنہ انگیز وہ لوگ ہیں جو امورِ دین میں (احادیث کی موجودگی میں) رائے قیاس چلائیں گے۔"

ثابت ہوا کہ جو لوگ حدیثوں کو پرے ہٹا کر ان کے خلاف قولوں اور قیاسوں پر عمل کرتے ہیں وہ سب سے بڑے فتنہ انگیز فرقہ باز ہیں!

حدیث کے خلاف رائے کے مسائل کوڑے میں پھینکدو!

امام شعبیؒ کا فتویٰ

مَا حَدَّثُوكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ بِهِ وَمَا قَالُوا بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحَشِّ ۔

(الانصاف از شاہ ولی اللہ)

یہ (مسائل و فتاویٰ بتانے والے) لوگ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لائیں تو انہیں لے لیا کرو اور جو مسائل یہ اپنی رائے سے بتائیں

انہیں کوڑے میں پھینک دیا کرو۔"

امام شعبیؒ کے اس ایمان افروز فتوے، بیباک حق گوئی سے معلوم ہوا۔ کہ احادیث کے مقابلہ میں قیاسات اور آراء کوڑے میں پھینک دینے کے لائق ہیں۔

ائمہ و رہبان کے اقوال کی طرف دعوت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رِجَالٌ یَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰی اَقْوَالِ اِمَامِھِمْ وَرُھْبَانِھِمْ وَیَعْمَلُوْنَ بِھَا وَیَحْسُدُوْنَ عَلَی التَّامِیْنِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَلَا اِنَّھُمْ یَھُوْدُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ ثَلٰثًا ۔

(از طریق محمدی - رواہ ابن القطان وصححہ ابن السکن)

"حضرت ابی ہریرہ رضی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اپنے اماموں اور درویشوں کے اقوال کی طرف بلائیں گے اور ان پر (حدیث چھوڑ کر) عمل کریں گے، اور (سنت پر عمل کرنے والے) مسلمانوں سے امام کے پیچھے پکار[1] کر

[1] آمین بالجہر سے پڑھنے کے متعلق ایک اور حدیث میں سرور عالم فرماتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَسَدَتْکُمُ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ مَا حَسَدَتْکُمْ عَلَی السَّلَامِ وَالتَّامِیْنِ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی تم سے (کسی اور بات پر اس قدر) حسد نہیں کرتے جس قدر السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور آمین پکارنے میں کرتے ہیں۔" آمین پکارنے پر جو حنفی بھائی حسد اور دشمنی کرتے ہیں اور اس

بقیہ صـ۳۷۴ پر

آمین کہنے پر دشمنی کریں گے۔ (سنو!) وہ اس امت کے یہودی ہیں تین مرتبہ فرمایا۔[1]

بھائیو! ڈر جاؤ، اُمتیوں کے بے دلیل قولوں اور رایوں کو چھوڑ دو، اور حدیث پر عمل شروع کر دو۔ احادیث کے خلاف اقوالِ رجال پر چلنا یہودیت ہے اور جو بھائی امام کے پیچھے اُونچی آواز سے آمین کہتے ہیں ان کی مخالفت بھی نہ کرنا کہ یہ بھی یہود کی خصلت ہے۔ حدیث آپ اُوپر پڑھ چکے ہیں: کہ یہود اُونچی آواز سے آمین سنکر حسد کرتے اور چڑتے تھے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے)

فعل کو برا جانتے ہیں حدیث مذکور کی روشنی میں انہیں اپنی اس روش پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ اور پھر کبھی آمین بالجہر پر نہ چڑنا چاہیئے۔ بھائیو! اس سنت پاک پر بجائے مخالفت کے عمل کرو اور کسی مولوی کے کہنے پر ہرگز نہ چڑنا نہ نفرت کرنا! فرقہ بندی پیدا کرنے اور لڑانے والے علماء نہ اسلام کے خیرخواہ ہیں نہ آپ کے۔

[1] حضرت شاہ ولی اللہ[1] علماء سوء اور ان کے جامد مقلدوں کو یہودی کی روش پر بتاتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں اگر آپ یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو اُن بُرے علماء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب ہیں اور اگلوں کی تقلید کے خوگر ہیں اور کتاب و سنت سے روگرداں ہیں۔ اور تعمق اور تشدد سے ایک عالم کو سند پکڑ کر کلام شارع معصوم سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اور موضوع حدیثوں اور تاویلات فاسدہ کو اپنا مقتدا بنا رکھا ہے۔ کانہم ھم گویا کہ یہ یہودی ہیں (فوز الکبیر) یہ فتویٰ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا کتاب و سنت کے مقابلہ میں تقلید کرنے کرانے والے مقلدوں کے متعلق۔ ہم محترم علماء کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ تقلید پر زور دینے کی بجائے لوگوں کو سنت اور حدیث پر عمل کرنیکی تاکید فرمائیں۔

خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے!

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵ (پ ۱۷ ع ۱۷)

اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل دین (توحید والا) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔"

اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں اپنی عبادت کیلئے منتخب فرمایا اور ہمارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، ہر امر میں آسانی فرمائی ہے۔ نماز ہی کو لیجئے۔ سفر میں چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دے دی ہے۔ سفر میں روزہ کی رخصت فرما دی۔ لُولے، لنگڑے سے جہاد ساقط کر دیا۔ غرض سارے دین میں اسی طرح آسانیاں رکھدی ہیں اور نفس کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دی ہے۔ پھر فرمایا: یہ آسان اور سہل دین وہی ہے جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا۔ اس پر (سنتِ رسولِ اکرمؐ کے مطابق) چلو، اور خبردار! فرقے فرقے نہ ہونا، دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دینا۔ خود کو مذہب کی رُو سے اُمتیوں کے ناموں سے منسوب کر کے دین کے حصے بخرے نہ کر لینا۔ سنو! خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اسی پیارے نام کو اپنے لیے موجب فخر جاننا کہ مسلمان کے نام میں صرف اللہ کی فرماں برداری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ہاں ہاں! یاد رکھنا تم مسلمان ہو!

مسلمان کہلانے میں پھوٹ اور تفریق پیدا نہیں ہوتی۔ جو شخص اللہ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مان کر عقاید

اور اعمال میں قرآن اور حدیث کا پابند ہو جاتا ہے وہ مسلمان ہے ۔ اس اصول پر تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی عالمگیر برادری میں شامل ہیں — اتفاق ، اتحاد اور اخوت و محبت کے پیکر ہیں لیکن جب اماموں ، مجتہدوں ، اور بزرگوں کے ناموں کی طرف مذہب کو ، عقیدوں کو منسوب کیا جائیگا تو لا محالہ فرقے بندی پیدا ہوگی ، جو اُمت کے لیے تفریق اور نقصان کا موجب ہے ۔ اماموں اور مجتہدوں کے علمی کارنامے اس لئے نہیں ہیں کہ ان کے ناموں کے مذہب بنائے جائیں ، بلکہ چاہیئے کہ ان سے استفادہ کر کے ، کتاب و سنت پر عمل کیا جائے ۔ پس ہر شخص کو شخصیت پرستی سے آزاد ہوکر مذہبی فرقوں کا چولا اتار کر خود کو (قرآن و حدیث پر عمل کرنیوالا) مسلمان کہلانا چاہیئے ۔

اہلحدیث مسلمان

اور یہ جو آپ نے پیچھے ذکر خیر پڑھا ہے کہ صحابہ رض اہلحدیث تھے ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رح اہلحدیث کو نجات پانے والی جماعت کہتے ہیں اس کے متعلق پھر گزارش ہے کہ اہلحدیث فرقہ نہیں ہے ۔ اہلحدیث کے معنی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے والا ۔ قرآن کو حدیث کے ذریعے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا ۔ سنیئے ! اللہ کی توحید ، حضرت الورہ کی رسالت اور قرآن کو مان کر مسلمان تو ہوگئے ۔ اب قرآن پر عمل کرنا ۔ اقیموا الصلوٰۃ کے فرض کو ادا کرنا ہے ۔ اب نماز کس طرح پڑھیں ؟ قرآن کہتا ہے : وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ

اور جو نماز اور قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ دے تمکو رسول

پس وہ لے لو۔"

تو قرآن کے اس حکم کی بناء پر ہم۔ نماز اس طرح پڑھیں گے جسطرح حضورؐ نے پڑھی ہے اور حضورؐ کے نماز پڑھنے کا طریقہ حدیث ہی سے مل سکتا ہے۔ پھر حدیث کا ماننا اتنا ہی ضروری ہوا، جتنا کہ قرآن پر ایمان ضروری ہے۔ ثابت ہوا کہ بغیر حدیث کے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ تو تو مسلمان وہ ہے جو اس اسلام کو مانے اور قابلِ عمل جانے جو حدیث اور سنت کے ذریعے پہنچا ہے۔ جامد تقلیدی فرقے اپنے اماموں اور بزرگوں کے اقوال کے مطابق اسلام پر چلتے ہیں، ان کی رایوں سے پیش کیا ہوا اسلام مانتے ہیں۔ لیکن اہلحدیث صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے قول و فعل کے ذریعے پہنچے ہوئے اسلام کو مانتے ہیں۔ حضرت الوزمؒ کے عمل بالقرآن کے احاطے میں آیاتِ خداوندی کو پڑھتے پڑھاتے اور ان پر عمل کماتے ہیں۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اسلام کو ماننے والے مسلمان ہیں تو یاد رکھیں کہ اہلحدیث کہلانا فرقہ بندی سے بیزاری کا اعلان ہے۔ اسلام میں گروہ سازیوں اور جتھہ بندیوں سے فرار کی راہ ہے۔ جنگ ہفتاد و دو ملت سے کنارہ کشی ہے اور عافیت کوشی کا نشان ہے۔ تمام فرقوں کے اپنے اپنے جدا ساقی ہیں۔ لیکن اہلحدیثوں کے صرف ایک ہی "ساقی" حضور سید العرب والعجم، سید الکونین والثقلین جناب خاتم النبیین، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، اکرم الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

ہمچوں تو نازنینے سرتا بپا لطافت

گیتی نشاں ندادہ، ایزد نیافریدہ

فرقوں کو اسلام میں مدغم کر دیں!

اسلام میں فرقے کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں جو رجالِ امت کے ناموں سے موسوم ہیں۔ ان سب کو یہاں نام بنام گنانا مشکل ہے۔ ہم سب فرقوں سے باادب دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان کا وجود قرون مشہود لہا بالخیر میں تھا یعنی صحابہ رض، تابعین رح، تبع تابعین رح کے نیک زمانوں میں یہ فرقے پائے جاتے تھے؟ نہیں! پھر یہ بعد کی پیداوار ہوئے جس کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے۔ پھر ان کو چاہیئے کہ اسلام میں فرقہ بندی قائم نہ کریں اور فرقہ بندی سے امت کی وحدت کو پارہ پارہ نہ کریں۔ ہم دردِ دل سے ان سب فرقہ والوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ خدا را وہ ان سب فرقوں کو اسلام میں مدغم کر دیں۔ صرف مسلمان کہلائیں اور عمل کے لیے صرف سنت اور حدیث کو کافی جانیں۔ عبادت خدا کی اور طریقہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ یہی مطلب ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔

ہم پڑھے لکھے دردمند حضرات کی خدمت میں بڑے خلوص سے عرض کرتے ہیں کہ وہ خود کو صرف مسلمان جانیں اور عمل کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے (سنت اور حدیث) کو کافی جان کر فرقہ بندی کی زہریلی فضا سے باہر آ جائیں۔ پکے حدیث والے مسلمان بن جائیں۔ قیامت کے روز خدا نے آپ کے اعمال کا جائزہ لینا ہے۔ ترازوئے عدل میں آپ کے اعمال کو تولنا ہے۔ یاد رکھیں! صرف وہی اعمال بار آور ہونگے جو طریقۂ رسول (سنت اور حدیث) کے مطابق کیے ہوں گے، اسوۂ رسول کے معیار پر پورے اُتریںگے۔ فرقوں کے عقیدوں اور طریقوں کو خدا نے

نہیں پوچھتا۔ خدا نے صاف فرما دیا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (پ ۲۱ ع ۱۹)

(مسلمانو! خدا کے احکام پر چلنے کے لیے) بیشک تمہارے لیے

رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی) میں اچھا نمونہ ہے۔

جب خدا نے آپ کو عمل کے لیے پیغمبرِ رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک لا مثال نمونہ دے دیا ہے تو پھر اس پیغمبری نمونے کو چھوڑ کر فرقوں میں نمونے تلاش کرنا رسالت سے استغنا برتنا نہیں ہے؟ نبوت کی بے قدری نہیں ہے؟ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ پر حرف لانا نہیں ہے؟

حضرت ختم نبیانؐ کے کامل نمونہ زندگی کی موجودگی میں بے نیاز ہو جاؤ۔ اُمتیوں کے نمونوں سے! چلیے آؤ فرقوں کی تقلیدی بستی سے اُسوۂ حسنہ کے دارالبصیرت میں!

قبروں میں نکیرین کے سوال

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ یہاں آخرت کے راہی کی مذہبی زندگی کا ہلکا سا امتحان (TEST) لیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اگلی منزلیں اس پر آسان ہو جائیں گی۔ حتےٰ کہ سب سے بڑے، حشر والے امتحان میں کامیاب ہو کر بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر قبر کے ٹیسٹ میں سوالوں کا جواب نہ دے سکا تو آنے والی منزلوں میں مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ امتحانِ محشر میں ناکام ہو کر بڑے جیل (دوزخ) میں جا پڑے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبر میں منکر نکیر

نے خدا کے حکم سے ہمیں پوچھنا ہے۔

مَنْ رَّبُّكَ : بتا تیرا رب کون ہے؟ (ابوداؤد)

وَمَادِيْنُكَ : اور تیرا دین کیا ہے؟ (ابوداؤد)

وَمَنْ نَبِيُّكَ : اور تیرا نبی کون ہے؟ (ابوداؤد)[1]

اب نکیرین کے سوالوں کے جواب حضورؐ کی زبانی سنیئے:-

منکر نکیر : بتا تیرا رب کون ہے؟

مسلمان : رَبِّيَ اللّٰهُ : میرا رب اللہ ہے۔ (ابوداؤد)

منکر نکیر : اور تیرا دین کیا ہے؟

مسلمان : دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ : میرا دین اسلام ہے۔ (ابوداؤد)

منکر نکیر : اور تیرا نبی کون ہے؟

مسلمان : مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ : میرے نبی محمد — اللہ کے رسول ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم! (ابوداؤد)

دنیا کا "اندھا" آخرت کا اندھا ہے

بھائیو! سنو! خدا تعالٰے ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (پ ۱۵ ع ۸)

"اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور بہت کھویا ہوا ہے راہ۔"

---

[1] اور ایک روایت میں مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ بھی آیا ہے۔ یعنی ان کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ (احمد۔ ابوداؤد)

جس طرح ظاہر کی روشن آنکھ کے لیے بیماریاں ہیں مثلاً قذٰی ، رمد، تکدر، جرب العین ، ناخنہ ، بیاض ، سبل ، ضعف البصر، دھند، غبار، جالا ، اندھراتا، قریب نظری ، بعید نظری ، پڑبال ، موتیا بند ، اندھاپن - وغیرہ - ویسے ہی باطنی آنکھ کے لیے بھی روحانی اور اخلاقی بیماریاں ہیں ظاہری بیماریاں بینائی کے لیے مضر ہیں تو روحانی بیماریاں ایمانی اور اخلاقی بینائی کے لیے نقصان دہ ہیں مثلاً شرک ایک ایسی بیماری ہے جو ایمانی بصارت کو کلیتہً زائل کر کے پورا " اندھا " بنا دیتی ہے - ایسے ہی کفریہ عقاید و اعمال ، دوسرے اکبر کبائر، اور بدعات ، باطنی بصارت گنوا دیتے ہیں -

جس نے اس دار مکافات میں اپنے خالق ، مالک ، رب اور معبود برحق کو اس کی الوہیت اور صفات کی وحدت کے ساتھ نہیں پہچانا ، جو توحید کے عقیدہ وعمل کے ساتھ اس پر ایمان نہیں لایا ، جو قرآنی احکام سے آنکھیں بند کر کے طغیان کی وادیوں میں پھرتا رہا ــ ہدایت خداوندی کا نابینا ــ شاہراہِ رسالت مآبؐ کا اندھا ، حشر میں بہشت کی تلاش میں ٹامک ٹوئیاں مارے گا - اندھوں کی طرح ہاتھ پسارے گا ۔ لیکن "نابینا" گوہرِ مقصود نہ پا سکے گا -

قبر بھی آخرت کی ایک منزل ہے - توحید کا اندھا ، اسلام کی پہچان کا اندھا ، حدیث کی قدر اور سُنّت کے عمل کا اندھا ، قبر میں نکیرین کے روبرو ــ آہ کس طرح اپنے موحد مسلمان اور امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعوٰی کر سکیگا ؟ کیری آنکھوں والے خوفناک فرشتوں کے سامنے ، اللہ سے بے تعلق ، اسلام ناشناس ، نافرمانِ رسولؐ

پر کیا بیتے گی ؟ اللہ ہم سب کے حال پر رحم فرما ! کتاب و سنت پر عمل کی توفیق دے کر قبر کے فتنوں اور آخرت کی سختیوں سے بچا لینا !

قارئین کرام ! جو چیز قبر میں پوچھی جاتی ہے وہ توحید خداوندی ہے۔ اس کی نگہداشت کریں کہ موحد مسلمان جئیں ، پھر دین کا سوال ہوتا ہے اس لیے خالص دینِ اسلام یعنی صرف قرآن اور حدیث پر عمل رکھیں ، بانی اسلام حضور سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ، کے متعلق پوچھا جائے گا ۔ آپ صرف حضرت الوریٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا تمام اطاعتوں کے جوئے کندھوں سے اتار دیں ۔

خبردار ! توحید کی شراب طہور میں شرک کی نجاست نہ گرائیں ۔ اسلام کے خالص شہد میں کسی قسم کی " راب " نہ ملائیں ۔ اسلام کی شاہراہ پر چلنے کے لیے رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی طریقہ نہ اپنائیں ، پس حدیث اور سنت کی روشنی میں اسلام کے احکام پر عمل کرنے والا موحد مسلمان بتوفیقہٖ تعالےٰ قبر میں ثابت قدم رہیگا۔

حدیثِ نکیرین کے بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ قبر کے امتحان میں کسی فرقے ، کسی گروہ ، کسی امام ، مجتہد ، مرشد ، اور اماموں ، مرشدوں ، مجتہدوں کی طرف منسوب کئے گئے مذہبوں ، اور مشربوں کے متعلق سوال نہیں ہوگا ۔ پھر للہ خیرباد کہہ دیں آپ تمام فرقوں ، گروہوں اور ایجادی مذہبوں اور مسلکوں کو ۔ کہ آپ مسلمان ہیں ۔ آپ کا دین اسلام ہے ، اور دینِ اسلام پر چلنے کا طریقہ مذہب و مسلک شافع روزِ جزا کی ادائیں ہیں صلے اللہ علیہ وسلم !

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے ⁂ غبارِ رہ کو بخشا فروغ وادی سینا

خاتمہ اور دُعا

خداوندا! ہمیں اپنی پسند کا ایمان عطا فرما۔ اپنی مرضی کا مسلمان بنا، آسمان سے اُترے ہوئے دینِ اسلام پر اس طرح عمل کرنے کی توفیق دے جسطرح تیرے سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ ہماری زندگی کی راہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے دیپ جلا، سننِ ہدیٰ کی شمعیں جگا، اسوۂ اطہر ہمارے نزدیک سارے جہان سے زیادہ محبوب بنا۔ اللہ! ہمیں "دلدلوں" سے بچا، تا زیست تنفسِ پاک کی عنبر بیز فضا میں رکھ، رحمتِ عالمؐ کے ہاتھوں جامِ کوثر پلا اور حضور انورؐ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین!

رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ

وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

تبصرے

ماہنامہ "فاران" کراچی

جناب مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے احادیث نبوی کی روشنی میں اسلامی زندگی کے اخلاق و اطوار اور معاشرت کے آداب مرتب اور مدوّن کیے ہیں۔ یہ کتاب بڑے اخلاص اور دردمندی کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے اور کوئی شک نہیں کہ اس موضوع پر بڑے کام کی کتاب ہے۔ اسلامی معاشرت، اور دینی زندگی کی تعلیم کے ساتھ فاضل مؤلف نے شرک و بدعت کا بھی جگہ جگہ ردّ کر کے خالص توحید کو اُجاگر کر دیا ہے۔

"ریاض الاخلاق" کو پڑھ کر خوفِ خدا، خوف آخرت اور دین سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جتنی دیر تک یہ کتاب مطالعہ میں رہتی ہے۔ ذہن و فکر اور دل و دماغ پر پاکیزہ تاثرات قائم رہتے ہیں۔ دو چار حدیثوں کے علاوہ تمام احادیث صحاح ستّہ سے لی گئی ہیں۔ فاضل مصنف کو اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر عطا فرمائے۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ بداخلاقی اور بدکاری کی نجاستیں قدم قدم پر بکھری ہوئی ہیں۔ موصوف نے اخلاق کے پھولوں سے مشامِ جاں کو معطر کر دیا ہے۔

(فاران کراچی۔ مارچ ۱۹۵۳ء)

"نوائے وقت" لاہور

اخبار بین طبقہ مولانا محمدؐ صادق صاحب کے نام سے اچھی طرح واقف ہے۔ مولانا محمدؐ صادق کئی سالوں سے مختلف اسلامی موضوعات پر کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے رسولِ مقبول حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے متعلق حدیثیں یکجا کردی ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو اسلامی طرزِ معاشرت سے پوری طرح شناسا کرسکتا ہے۔ اور وہ اس کی بدولت بہترین شہری بن سکتا ہے۔ (نوائے وقت ۴ نومبر ۱۹۵۲ء)

ہفت روزہ "قندیل" لاہور

یہ کتاب مجموعہ ہے حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا۔ اور حکیم صاحب نے مختلف ابواب کے تحت احادیث نبوی کو جمع کردیا ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں۔ جو فہرست میں موجود نہ ہو۔ ایک عام مسلمان کے لئے یہ کتاب انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ اپنی ہدایت کے لئے یہاں سے ارشادِ نبوی کی تلاش کرسکتا ہے۔ حکیم صاحب کی یہ کوشش قابلِ ستائش و مبارکباد ہے۔

("قندیل" لاہور۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۲ء)

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی شہرہ آفاق تصانیف

صلوۃ الرسولؐ	انوار الزکوۃ
انوار التوحید	رحمتِ عالمؐ کی دعائیں
سبیل الرسولؐ	والیٔ بطحاؐ کے ارشادات
ریاض الاخلاق	مرآۃ الزکوۃ
سید الکونینؐ	نماز مقبول مع نورانی دعائیں
حجِ مسنون	شانِ رب العلمین
ضربِ حدیث	جماعتِ والیٔ بطحاؐ
اعجازِ حدیث	ساقیٔ کوثرؐ
قرآنی شمعیں	بیاض الاربعین
اصلاح معاشرہ	بستان الاربعین
مسلمان کا سفرِ آخرت	ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
عالمِ عقبیٰ	مقام والدین
شرح خطبہ رحمۃ للعلمین	سرورِ دو عالم
حزب الرسولؐ	کا پیغام آخری
تجلیات	تذکیر
جمالِ مصطفےٰ	نماز جنازہ

مکتبہ نعمانیہ ○ اردو بازار ○ گوجرانوالہ